الشہید المسموم
فی تاریخ
حسنؑ المعصوم
سید مظہر حسن سہارنپوری
پیوست ہیں پہلو میں یہ پیکانِ ستم کیوں
یہ زخم لہو کیسے ہیں میت کے بدن پر!
ولی العصر ٹرسٹ

ولی العصر ٹرسٹ

محمد رسول اللہ
ولی العصر ٹرسٹ

اللہ جل جلالہ

یا محمد یا علی یا فاطمہ

الشہید المسموم

فی تاریخ

حسن المعصوم

از

مولانا سید مظہر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ

مصنف

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ

و دیگر سوانح عمری ائمہ معصومین علیہم السلام

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ، رتہ متہ، ضلع جھنگ

کتاب ——— الشہید المسموم فی تاریخ حسن المعصوم

مُصنف ——— مولانا سید مظہر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہٗ

طبع قدیم ——— قبل از پاکستان

طبع جدید ——— ۱۹۸۸ء مطابق ۱۴۰۸ھ

تعداد ——— ایک ہزار

مطبع ———

قیمت ———

ناشر ——— ولی العصر ٹرسٹ۔ رتہ متہ ضلع جھنگ

سٹاکسٹ

۱۔ افتخار بک ڈپو رجسٹرڈ۔ اسلام پورہ لاہور ۲

۲۔ ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

ہیچ امت با پیمبر زادہ ہرگز نکرد
آنچہ بدکیشان با شبیر و شبر کردہ اند

الحمد للہ کہ درین آوان میمنت اقتران

تاریخی حالات سوانحی، فلذۂ کبد رسول عربی، نور دیدۂ زہرا و علی ذو شرف الشمسی، درۃ البہار البہی، سبط اول و امام ثانی جناب الحسن بن علی الزکی و مصائب از بد سگالیان مخالفان و معاندان آں حضرت صلوات اللہ علیہ مسمّی بہ

سنہ ۱۳۴۵ھ

الشہید المسموم

مؤلفہ و مرتبہ عالیجناب مجتہد العصر مقتدا مولوی السید مظہر حسن صاحب الجبعی الساماقوری عفی اللہ عنہ

سنہ ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک اللّٰھم ربنا و رب العالمین و نصلی علیٰ رسولک الکریم محمد سید المرسلین و خاتم النبیین و آلہ الغر المیامین صلوٰت اللہ علیہم اجمعین

امابعد یہ ساتویں کتاب یانویں جلد ہے۔ کتب و مجلدات سلسلۂ تاریخ آئمہ علیہم السلام مؤلفہ مرتبہ حقیر فقیر مظہر حسن بن سید صادق حسن بن سید شہامت علی موسوی اثنا عشری عفی اللہ عنہم سے جس میں تاریخی حالات جناب سبط اول و امام ثانی نور دیدۂ ارباب قبول۔ آرام دل و جان رسولؐ گل گلزار علیؑ و بتولؑ۔ ذوالمجد السنی و الفخر السنی مولانا ابو محمد الحسنؑ بن علی الزکی صلوات اللہ علیہ و آلہ و اصحاب الطیاب و اعداء ذوی الاذناب کے مفصل اور مشرح مذکور ہیں اور جسقدر طاعین نے اپنی مجلسوں میں تنہا انجناب کو طلب کر کے بدکلامیاں کیں اور حضرت نے ہر ایک کو جدا جدا دنداں شکن جواب دیئے ان کا ذکر اس میں آیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ آپ نے جو بعد امامت خود معاویہ غاویہ کے ساتھ صلح کی وہ ہر چند بکراہیت دلی بوجہ عذر و بیوفائی اصحاب نفاق پیشہ مجبوراً کی الا عین مصلحتِ خدا و رسول کی مطابق اور اس امت کے لئے افضل و اعلیٰ الشمس طلعت تھے۔ اس پر اعتراض جوا کا اہل خلاص سے بمقتضائے فرط محبت ہو یا منافقوں سے براہ شقاق و نفاق ہرگز قابل قبول نہیں وہ حضرت بموجب آیہ وافی ہدایہ الم تر الی الذین قیل لھم کفوا اید یکم عن القتال الخ[1] اسی پر مامور تھے جیسا کہ ثانی الحال حضرت سید الشہدا ارواحنا لہ الفداء اسکے برعکس قتال اہل ضلال پر مبعوث ہوئے۔

[1] تمام آیہ یہ ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا اید یکم عن القتال و اقیموا الصلوٰۃ دیکھو صفحہ آئندہ

مورد اعتراض یا امت بد عاقبت ہے۔ خاصکر کوفیان بیوفا جنھیں نہ امام حسنؑ کا صلح کرنا گوارہ ہوا نہ جنگ و جہاد میں انھوں نے امام حسینؑ کا ساتھ دیا۔ حتی کہ معرکۂ کربلا جیسا اشد والو کھا حادثہ پیش آیا۔ [1] فیا لہا من مصیبۃٍ ما اعظمہا و قد سمیتہا بالشہید المسموم و لقبتہا بالدمعۃ الساکبۃ فی الرزیۃ الرازیۃ و ہا انا اشرع فی المقصود متوکلا علی اللہ الودود۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ واذ الزلوۃ فلما کتب علیہم القتال الی قولہ وقالوا ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب ۵ کافی میں جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے قولہ کفوا اید یکم ای مع الحسن یعنی بند کرو اپنے ہاتھوں کو قتال سے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ امام حسنؑ کے ساتھ ہو کر۔ و قولہ لما کتب علیہم القتال ای مع الحسین یعنی جب واجب کی گئی ان پر لڑائی امام حسینؑ کی معیت میں تو کہا اے پروردگار ہمارے کیوں ہم پر جنگ کرنا واجب کیا۔ کیوں نہ ہمکو ایک وعدہ قریب تک تاخیر میں رکھا ۱۲ منہ

[1] ہائے کیسی مصیبت تھی کسقدر عظیم و شدید تھی۔ اور نام رکھا میں نے اس کتاب کا "شہید مسموم" اور ملقب کیا اس کو ساتھ دمعہ ساکبہ و رزیۂ رازیہ کے اور یہ لو شروع کرتا ہوں اب مقصود کو اور بھروسہ کرتا ہوں اوپر خدائے مہربان کے۔ ۱۲ منہ

والدین شریفین

پدر والا گہر امیر کبیر سید و سردار دوسرا۔ برادر و وصی و داماد ختم الانبیا، مولانا و علی المتقین امیر المومنین علی مرتضےٰ۔ بیٹے عمران بن عبدالمطلب ملقب بابی طالب عم محترم رسول خدا کے کہ بعد وفات جد امجد آنجناب عبدالمطلب مذکور کے حامی و حافظ آنحضرتؐ کے رہے۔ آنحضرت کا حال فرخندہ مآل دیعبرہ جس سے پہلے دو جلد ضخیم کتاب مسمی بہ التہذیب المتین میں لکھ چکا ہے۔

مادر گرامی۔ سیدہ النساء بتول عذرا جناب فاطمہ زہرا دختر رسول خدا صلوات اللہ علیہا از بطن مبارک ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد اسدی رضی اللہ عنہا ماہ ذی الحجہ سنہ ۲ ہجرت رسول خدا میں حضرت علیؑ کا نکاح جناب فاطمہؑ سے ہوا۔ اور پنجشنبہ ۱۵ ماہ مبارک رمضان سنہ ۳ھ کو پہلا نتیجہ اس مبارک جوڑی کا وجود میں آیا یعنی سبط اول و امام دوم جناب حسنؑ مجتبیٰ پیدا ہوئے اس کے نو ماہ بعد شش ماہہ حمل سے سبط دوم امام سوم کی ولادت واقع ہوئی۔ یہ وہ نسب عالی ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے ؎

نَسَبٌ کَاَنَّ عَلَیْہِ مِنْ شَمْسِ الضُّحٰی

نُوْرًا وَّ مِنْ فَلَقِ الصَّبَاحِ عَمُوْدًا

یہ ایک نسب ہے گویا کہ اس پر آفتاب وقت چاشت کا نور ہے۔ اور صبح کے نور کی پو پھٹنے کے وقت کا روشنی کا عمود۔

اسم و کنیت و لقب

نام نامی و اسم گرامی حضرت کا حسینؑ ہے کہ لفظ شبیر عبرانی کا ترجمہ ہے۔ منقول ہے کہ آپ پیدا ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے کہا یا علیؑ اس مولود کا نام مقرر کرو۔ فرمایا میں تسمیہ میں رسولخدا پر سبقت نہ کروں گا حضرت رسالت پناہ تشریف لائے تو بچہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ پارچہ زرد حسب دستور عرب اس کے اوپر لپیٹ رکھا تھا آپنے ارشاد کیا۔ کیا مینے منع نہیں کیا کہ نوزائیدہ اطفال کو زرد کپڑوں میں مت لپیٹو۔ پس پارچہ سفید منگایا اور زرد کو دور کرکے اس میں مولود کو ملفوف کیا پھر

فرمایا یا علیؑ تم نے اس مولود مسعود کا کیا نام رکھا۔ عرض کی یا رسول اللہ میں نام رکھنے میں حضورؐ پر کب سبقت کر سکتا تھا۔ فرمایا دعا گفتن کا سبقت بامیمہ ربی عزوجل میں بھی اسکے تسمیہ میں اپنے پروردگار بزرگ و برتر پر پیش قدمی نکرونگا۔ پس جبرئیل امین وحی لیکر نازل ہوئے اور بعد تحفہ سلام عرض کی کہ حق تعالےٰ تم کو اے محمدؐ اس مولود کی مبارکباد دیتا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ علیؑ تم سے بمنزلہ ہارونؑ کے ہیں۔ موسیٰؑ سے۔ ہارونؑ کے بیٹے کا نام شبّر تھا تم بھی اس کا نام شبّر رکھو۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ یہ لفظ عبری ہے اور میری زبان عربی۔ کہا اس کا ترجمہ عربی حسنؑ ہے[1] پس حسنؑ نام رکھا گیا علیٰ ہذا امام حسینؑ کی ولادت پر شبیّر کے نام کی وحی ہوئی۔ آپ نے اس کا ترجمہ حسینؑ نام مقرر کیا۔ بروایتے جب رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ سے مکرر دریافت کیا کہ کون نام تمہارا پسندیدہ خاطر ہے آپ نے فرمایا حرب رکھنا چاہتا تھا۔ مگر خدا و رسول بہتر جانتے ہیں۔ بروایتے دیگر علی مرتضیٰ نے امام حسنؑ کا نام اپنے عم محترم کے نام پر حمزہ اور حسینؑ کا نام برادر مکرم کے نام پر جعفر تجویز کیا تھا۔ مگر خدا و رسولؐ اولاد سہ گانہ جناب فاطمہؑ کے نام حسنؑ حسینؑ محسنؑ پسران ہارون علیہ السلام کے شبّر شبیّر۔ مشبّر کے نام پر ان کی ولادت سے بہت پہلے مقرر کر چکے تھے۔ از انجملہ مشبّر یعنی محسنؑ بحالت حمل اپنی والدۂ ماجدہ کے شکم مبارک ہی میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حق تعالےٰ نے اسم پاک امام حسنؑ کا ایک پارچہ سفید حریر بہشت پر لکھکر رسولؐ اللہ کے پاس بھیجا تھا۔ حسینؑ نام رسول اللہ صلعم نے حسنؑ سے اشتقاق کر کے خود تجویز کیا۔ نیز مروی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اسمائے اہل جنت سے ہیں ان سے پہلے عرب میں کوئی ان ناموں سے موسوم نہیں ہوا۔ کذا فی تاریخ الخلفا

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب میں عمر بن سلیمان و عمر بن ثابت سے نقل ہوا ہے انھوں نے کہا حسنؑ حسینؑ اسامی اہل جنت سے ہیں۔ دنیا میں یہ نام نہ تھے۔ اور جابر سے نقل ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ حسن حسینؑ دو نام احسان خدا سے مشتق ہیں جن سے زمین و آسمان قائم ہیں اور علیؑ و حسنؑ اسمائے باری تعالےٰ سے ہیں اور حسینؑ تصغیر ہے حسن کی۔ ابو الحسین نسابہ کا قول ہے کہ حق تعالےٰ نے یہ دو اسم گرامی۔ یعنی حسنؑ و حسینؑ خلقت سے چھپا رکھے تھے حتی کہ پسران فاطمہؑ ان سے موسوم ہوئے یہی بات تاریخ میں کتاب عسکری سے نقل ہوئی ہے کہ یہ اسما جاہلیت میں معروف نہ تھے۔ بروایت اہل قدیم زمانے میں کسی سے نہیں سنا گیا کہ کبھی یہ نام رکھے گئے ہوں نہ قبیلہ ملوک یمن میں کسی کے یہ نام تھے باوصف اس کے کثرت اور ناموں کی دیا علی کے جو اماد اس دیسے کے معروف نہ تھے وہ حسن وغیرہ جارہ کون ہیں (یا حسین بوزن فعیل) تھے نہ کہ حسنؑ و حسینؑ کی ابتدا بنی جعفر اب جلاء

کنیت آپ کی بنا بر مشہور فقط ابو محمد ہے۔ القاب کثرت سے ہیں۔ تقی۔ طیب۔ زکی۔ مجتبیٰ وزیر۔ حجۃ۔ قائم۔ ولی۔ سبط وسید وغیرہ وغیرہ۔
کشف الغمہ میں ہے کہ اکثر واشہر ان القاب میں سے تقی ہے اور مجتبیٰ بھی شہرت میں کچھ کم نہیں۔ مگر اعلیٰ واولیٰ از روئے رتبہ کے وہ لقب ہے جس سے رسولِ خدا نے آپ کو ملقب و مخصوص فرمایا اور بطور صفت اس کا استعمال کرتے تھے۔ بتحقیق کہ راویان ثقات وعالمان اثبات نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے ارشاد کیا ابنی ھٰذا سید کہ میرا یہ بیٹا سید وسردار ہے پس لقب سید سب سے افضل ہے۔

رویاء ام ایمن

نقل ہے کہ ام ایمن خادمہ رسول اللہ کے ہمسایہ ایک بار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض رساں ہوئے کہ یا رسول اللہ خادمہ آپ کی شب گذشتہ تمام رات روتی رہیں۔ صبح تک ایک دم کو توقف نہیں کیا۔ حضرتؐ نے کسی کو بھیج کر ام ایمن کو بلوایا۔ حاضر ہوئیں تو فرمایا ہمارے ہمسایہ کہتے ہیں کہ تم رات بھر گریاں رہیں ذرا آرام نہیں لیا۔ اے اُم ایمن خدا تمہاری آنکھوں کو گریاں نہ کرے کیا باعث اس گریہ وبکا کا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ میں نے ایک عظیم ہولناک خواب دیکھا ہے جس سے چین وآرام میرا جاتا رہا اور بے اختیار روئی۔ فرمایا وہ خواب رسولِ خدا کے سامنے بیان کرو۔ بتحقیق کہ خدا اور رسول زیادہ دانا ہیں ہونے کے۔ عرض کی میری مجال نہیں کہ حضور کے سامنے اسکو دُہراؤں۔ فرمایا خواب کا معاملہ زیادہ شدید واہم نہیں ہوتا تم بے تکلف اسکو کہہ ڈالو۔ عرض کی میں نے دیکھا کہ بعض اعضاء آپ کے جسم مبارک سے جدا ہو کر میرے گھر میں آ پڑے۔ بروایتے یہ خواب ام الفضل زوجہ عباس بن عبد المطلب نے دیکھا تھا کہ ایک ٹکڑا آپ کے جسم مبارک سے جدا ہو کر ان کی گود میں آ پڑا۔ بہرکیف حضرتؐ نے اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ فاطمہؑ سے قریب بچہ پیدا ہوگا۔ اس کی پرورش تم سے متعلق کیجائیگی۔ اس میں فکر وتردد کی کوئی بات نہیں۔ غرض امام حسنؑ پیدا ہوئے تو حضرتؐ نے آپ کو اُم الفضل مذکور کے حوالے کیا وہ قثم بن عباس اپنے پسر کے شیر میں شریک کرکے ان کو دودھ پلاتی رہیں۔ اس لئے قثم امام حسنؑ کے رضاعی بھائی ہوئے۔

اور نور الابصار شبلنجی مصری میں ہے کہ اسماءؓ بنت عمیس نے کہا امام حسنؑ پیدا ہوئے تو میں آپکی تھی
میں نے ان کی ولادت پر فاطمہؑ سے کوئی خونِ حیض یا نفاس کا نہ دیکھا تو رسول اللہؐ سے عرض کی۔ فاطمہؑ
سے ولادت پسر پر کوئی خون نہیں دکھائی دیا۔ فرمایا اے بنت عمیس تو نہیں جانتی کہ فاطمہؑ میری دختر طاہرہ
مطہرہ ہے۔ وقت ولادت پر اس سے کوئی خون نہیں ظاہر ہوگا۔ اخراج کیا ہے اس روایت کو علی بن موسیٰ الرضاؑ
نے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ اختلاف ہے کہ آیا خواب مذکورہ ام ایمن نے دیکھا یا اُمّ الفضل زوجہ عباس بن
عبدالمطلب نے۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ قابلۂ آنحضرت اُمّ ایمن تھیں یا اُمّ الفضل یا بنت عمیس اور
چونکہ ایسی ہی روایتیں حضرت امام حسینؑ کی ولادت کے موقعہ پر ہیں یعنی وہاں بھی انہی زنان مذکورۂ بالا کا
نام لیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ سیرۃ الحسینؑ میں درج کرونگا یہ اختلاف پیدا ہوا۔ حقیقت یہ ہے
کہ جناب حسنین علیہما السلام قریب قریب ہم سن تھے اور باہم ملے جلے رہتے تھے۔ راویان کو ان میں اشتباہ ہوا
اکثر ایک کی بجائے دوسرے کا نام لے دیا نیز کاتبوں نے بجائے امام حسنؑ کے امام حسینؑ کا اور اس کے بالعکس
حسینؑ کے مقام پر حسنؑ کا نام لکھدیا ۔ لکھا گیا عقیقہ وغیرہ

عقیقہ[۲] وغیرہ رسومِ ولادت

منقول ہے کہ امام حسنؑ پیدا ہوئے تو ایک پارچہ سفید حریر میں لپیٹ کر ان کو حضرت رسالت پناہؐ
کے آگے پیش کیا۔ آپ نے زبان مبارک اپنی مولود کے منہ میں داخل کی اس نے اسکو چوسا اس طرح تحنیک
بھی ہوئی دہنے کان میں اذان بائیں میں اقامت کہی اور فرمایا اس سے بچہ شرِ شیطان سے محفوظ رہتا ہے

[۱] اسماء بنت عمیس کی نسبت مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ ہنگام ولادت امام حسنؑ و وقت زفاف فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ
علیہا بخانہ امیرالمومنینؑ مدینہ میں تھیں بلکہ اپنے شوہر جعفر بن ابیطالب کے ساتھ مہاجرین حبشہ میں شامل تھیں۔ فتح خیبر کے موقع
پر جب جناب جعفرؓ خدمت رسالت پناہ میں حاضر ہوئے یہ بھی ان کے ہمراہ آئیں۔ مذکورہ بالا دونوں موقعوں پر جوان کا نام لیا
گیا ہے یہ راویان کا وہم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمیس بن معد کے کل تین بیٹیاں تھیں منجملہ ان کے ایک سلمیٰ بنت عمیس زوجہ حمزہ
بن عبدالمطلب بھی تھیں۔ بہت غالب ہے کہ حضور زفاف فاطمہؑ و قابلۂ امام حسنؑ ہونے کا شرف ان سلمیٰ کے حصے میں آیا ہو کیونکہ
آمدورفت بھی بیت رسالت میں کچھ کم نہ تھی۔ راویوں نے بجائے سلمیٰ کے اسماء بنت عمیس کا نام لکھدیا ہو ۱۲ واللہ اعلم منہ عفی عنہ

[۲] العق الشق۔ عق کے معنی لغت میں قطع و شق کے ہیں۔ چونکہ عقیقہ میں جانور ذبح کیا جاتا ہے اسلئے اسکا نام عقیقہ ہوا۔ ۱۲

ساتویں روز ولادت سے عقیقہ کیا یعنی ایک مینڈھا سفید و سیاہ رنگ کے بالوں کا اپنے دستِ
مبارک سے ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ یہ عقیقہ ہے حسنؑ بن علیؑ کی طرف سے اَللّٰهُمَّ
عَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَدَمُهَا بِدَمِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا وِقَاءً
لِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ خداوندا استخوان اسکے استخوان مولود اور گوشت اس کا اس کے گوشت کے اور خون
اور بالوں کو اسکے خون اور بالوں کے بدلے میں قبول کر۔ خداوندا تو اس کو محمدؐ و آل محمدؐ کی نگہبانی و حفاظت کا باعث
گردان۔ پس ربع اسکے گوشت کا یعنی ایک ران قابلہ کو عنایت کی اور ایک دینار اسپر مزید کیا اور
حکم دیا کہ موے سر مولود کے منڈوا دیں اور بوزن بالوں کے نقرۂ خالص خیرات کریں۔ وزن کیا
بقدر ایک درم کسرے زیادہ نکلے اور سر پر حلق کے بعد خلوق[1] کا طلا کیا۔ فرمایا کہ عقیقہ کے ذبیحہ
کا خون سر کو ملنا فعل جاہلیت کا ہے۔ یہ امور جملہ جو ولادت حسنؑ پر عمل میں آئے۔ بعینہٖ سبط اصغر یعنی
جناب امام حسینؑ کے پیدا ہونے پر بھی کئے گئے اور جملہ موالید اُمت کے لئے قیامت تک سنت ہو کر
قرار پائے اور عقیقہ ضامن حیات سمجھا گیا ہے اس لئے احادیث آئمہؑ معصومین میں اسکی اسقدر تاکید
ہے کہ اگر بچپن میں بوجہ افلاس والدین یا کسی اور وجہ سے نہ کیا گیا ہو تو بالغ ہو کر اپنے آپ اپنا عقیقہ کرے
اور کافی میں امام رضا علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ پیدا ہوئے تو حضرت رسول خداؐ نے ساتویں
دن ان کا نام رکھا۔ کنیت مقرر کی اور موئے سر حلق کرا کر عقیقہ کیا اور کانوں کو چھید کر سوراخ کرائے
گوش راست میں اور گوش چپ میں بالائی حصّہ کو چھیدہ کر قرط یعنی گوشوارے اور شنف بالے کی جگہ
کی اور دو گیسو جانب یسار رکھے۔ بروایت دیگر وسط سر میں دو گیسو رہنے دیئے۔ اور ایک روایت
میں ہے کہ اسماء بنت عمیس نے کہا امام حسنؑ پیدا ہوئے تو میں ان کی قابلہ تھی ان کو ایک پارچہ سفید میں
ملفوف کر کے حضرت رسول خدا کی خدمت میں لے گئی آپ نے دہنے بائیں کان میں اذان و اقامت
کہی اور دامن مبارک میں ان کو لے لیا اور گریاں ہوئے۔ میں نے عرض کی کہ فدا ہوں میرے ماں باپ
آپ پر یا رسولؐ اللہ اس فرزند نوزائیدہ پر بجائے سرور کے گریہ کیسا۔ فرمایا گروہ باغیہ ظالمہ اس کو
میرے بعد بظلم شہید کریگی خدا ان کو روز قیامت میری شفاعت سے محروم کریگا۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا

[1] ایک مشہور خوشبودار شے ہے جس کو زعفران و دیگر ادویات ڈال کر بناتے ہیں۔ اس کا رنگ سرخ مائل
زردی ہوتا ہے ۱۲ منہ

اسے اسماء بنت فاطمہ سے بیان نہ کرنا کیونکہ اس کے ابھی بچہ پیدا ہوا ہے اس کیفیت کا سننا اس کی صحت کو ضرر پہنچائیگا۔

نقل ہے کہ عیسیٰ جناب مریمؑ کے پہلوئے راست سے پیدا ہوئے اور حسنین علیہما السلام بھی جناب فاطمہؑ کے پہلوئے راست سے وجود میں آئے۔

عہد طفلی کے حالات

نورالابصار شبلنجی مصری میں نقل ہوا ہے کہ ام الفضل زوجہ عباس نے کہا میں ایک بار آنحضرت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس لیگئی آپ نے اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہاں حسن نے پیشاب کردیا میں نے ان کے شانے پر ہاتھ مارا تو رسول اللہ نے کہا اَوجَعْتِ ابنی رحمکِ اللہ خدا تجھ پر رحمت کرے تو نے میرے بچے کو ایذا دی۔ اور بحار میں عبداللہ بن شیبہ سے نقل ہے کہ ایک بار امام حسنؑ رسولخدا کے پاس حاضر تھے نماز کا وقت آیا تو آپ نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور خود مشغول نماز ہوئے۔ سجدے میں گئے تو بہت طول دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو حسنؑ شانہ مبارک پر سوار تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نمازیوں نے عرض کی حضور نے سجدہ کو غیر معمولی طول دیا۔ کیا وحی حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ فرمایا نہیں مگر میرا یہ پسر میرے شانہ پر سوار تھا۔ میں نے کراہت کی کہ اس کو اتاروں۔ جبتک وہ خود وہاں سے جدا نہ ہوا۔ بروایت دیگر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ جسقدر کہ آپ حسن پسر کی رعایت کرتے ہیں کسی دوسرے کی نہیں کرتے۔ فرمایا کیونکر اس کی رعایت نہ کروں انہ ریحانتی منی یہ میرے باغ کا ایک پھول ہے۔

دیگر کتاب العدد سے نقل کیا ہے کہ مہر حولے زبیر سے کہا ہم بیٹھے ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ سے ان کے اہلبیت میں کون زیادہ مشابہ ہے عبداللہ ابن زبیر نے کہا میرے نزدیک تو حسنؑ بن علیؑ سے زیادہ کوئی ان کا شبیہ نہیں۔ تحقیق میں نے دیکھا ہے کہ وہ حضرت سجدہ میں ہوتے حسنؑ ان کی پشت پر سوار ہوجاتے تو آپ ان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ خود نہ اُترتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ رکوع میں ہوتے اور حسنؑ نزدیک آتے تو دونوں پاؤں میں فصل کردیتے حسنؑ ان کے درمیان سے دوسری طرف نکلجاتے۔

دیگر مناقب ابن شہر آشوب میں ترمذی، واحدی، ثعلبی وغیرہ علماء سنیہ سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے عبداللہ

بن بریدہ سے روایت کی ہے اس نے کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ رسولؐ اللہ ممبر پر خطبہ فرما رہے
تھے کہ حسنؑ و حسینؑ پیرہنہائے سُرخ رنگ پہنے اس طرف متوجہ ہوئے آتے تھے اور کپڑوں میں الجھکر گرتے
تھے حضرتؐ نے ممبر پر یہ حالت مشاہدہ کی تو بیتاب ہو گئے اور اُتر کر آپکے پاس آئے اور گود میں اُٹھا
لے گئے اور اپنی پاس بٹھالیا اور فرمایا صَدَقَ اللہ تعالیٰ حیث قال انما اموالکم و اولادکم
فتنۃ راست کہا حقتعالےٰ نے جبکہ کہا تمہارے مال اولاد باعثِ شیفتگی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث
کو ابو طالب حارثیؒ نے اپنی کتاب قوت القلوب میں ذکر کیا ہے۔ الا اسمیں صرف حسنؑ بن علیؑ کا ذکر ہے۔
دیگر۔ عیون الاخبار میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ و حسینؑ رسولؐ اللہ کے پاس کھیل
رہے تھے۔ رات زیادہ گذری تو حضرتؐ نے فرمایا میرے پیارو اب اپنی اماں کے پاس جاکر آرام کرو
حسنینؑ وہاں سے چلے تو راہ تاریک تھی یکایک بقدرتِ خدا برق درخشاں ہوئی اور روشنی ہو گئی اور
برابر بجلی چمکتی رہی جبتک کہ دونوں صاحبزادے اپنی مادر گرامی کے پاس نہ پہنچ گئے اس وقت
رسولؐ خدا نے فرمایا الحمد للہ الذی اکرمنا اھل البیت خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہلبیتؑ کا
اکرام و احترام کیا۔

صدقہ اہلبیتؑ رسالتؐ پر حرام ہے

کُتب عامہ میں ابو ہریرہ سے نقل ہے کہ رسولؐ اللہ کے پاس کچھ مقدار خرما صدقہ کی آئی تھی حضرتؐ
اسکو تقسیم کرنے لگے تو امام حسنؑ نے ایک دانہ خرما اُٹھا کر مُنہ میں رکھ لیا اور آہستہ آہستہ اس کو چباتے تھے
تا آنکہ اس کا لعابِ آنحضرتؐ پر گرا آپ نے نظر مبارک اُٹھا کر اس طرف نگاہ کی اور کخ دہان پر ہاتھ مارکر کہا
کخ۔ اے فرزند تم کو معلوم نہیں کہ آل محمدؐ مال صدقہ نہیں کھاتے۔ اور مسند احمد حنبل میں ہے کہ امام حسنؑ نے
کہا کہ انگشت مبارک میرے مُنہ میں دیکر فرمایا۔ کخ کخ۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ لعاب دہن میرا انگشت
مبارک میں لگا ہے۔ اور رشید بن مالک نے یہ حدیث بالفاظ دیگر اس طرح بیان کی ہے کہ ایکمرتبہ ایک
طبق خرما حضرت رسالت پناہؐ کے آگے لایا۔ فرمایا ہدیہ ہے یا صدقہ۔ عرض کی صدقہ۔ اس کو حاضرین کی
جانب سرکا دیا کہ کھاؤ۔ اس وقت حسنؑ نے کہ فرش مسجد پر لیٹے ہوئے تھے ایک دانہ اس میں سے اُٹھا کر
منہ میں رکھ لیا۔ حضرت رسولخدا نے دیکھا تو اپنی اُنگلی ان کے منہ میں ڈالی اور خرما نکال کر پھینکدیا اور
فرمایا انا آل محمد لا ناکل الصدقۃ۔ ہم آل محمدؐ خیرات نہیں کھاتے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ کخ ایک کلمہ

عربی زبان کا کہ بچوں کو کسی کام سے روکنے اور عتاب کرنے میں کام آتا ہے۔ رسول خداؐ نے یہ کلمہ امام حسنؑ کو کہا اور انگشت مبارک منہ میں ڈالکر خرما نکال پھینکا بہانتک تو مضائقہ نہیں۔ مگر اس سے زیادہ میاں ابوہریرہ کا بیان دضرب بدٰہ علے سشدقہ کہ کنج دہان حسنؑ پر حضرت نے ہاتھ مارا یہ ان کی زیادتی ہے اور گندہ بیجا دہندہ کا مصداق ہے۔ رسول اللہ آں خلق عظیم بچہ کو اور بچہ بھی اسی نور نظر کے تخت جگر کو تھپڑ ماریں۔ اس کی تکذیب میں وہ روایت کہ آخر بحث میں بطریق اہل سنت بخار میں نقل ہوئی ہے کافی وافی ہے کہ حضرت رسالت پناہ انگشت مبارک حسن کے منہ میں دیکر آہستہ آہستہ خرما نکالنے کے لئے پھیرتے تھے کہ دانت یونہ دیہ اور کراہت کرتے تھے بچہ کی ایذادہی سے۔ جو عبادت الٰہی میں انکی پشت سے اتارنا گوارا نکریں۔ اور جماعت اصحاب سمیت سجدہ میں اس وقت تک جھکے رہیں جبتک کہ وہ اپنی خوشی سے نہ اتریں بھلا ایسی شفقت ومحبت پر کب ممکن ہے کہ خرما منہ میں ڈال لینے پر طمانچہ مار بیٹھیں۔

پنجتن پاک روز قیامت سب ایک درجہ میں ہونگے

جلاء العیون میں حضرت امیرالمومنینؑ سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہ ہمارے گھر آئے اور پائے مبارک آپ پسنے ہمارے لحاف کے اندر داخل کر لئے۔ اس وقت حسنؑ نے پانی پینے کے لئے طلب کیا۔ حضرت خود اٹھے ہمارے یہاں ایک بکری شیردار بندھی تھی آپ اس کے قریب گئے اور ایک ظرف میں اسکا دودھ دوہا اور وہ پیالہ حسنؑ کو دینے لگے حسینؑ نے چاہا کہ پیالہ اپنے لئے لیں تو آپ نے انکار کیا۔ فاطمہؑ بولیں اے پدر گویا حسنؑ کو آپ حسینؑ سے زیادہ دوست رکھتے ہیں فرمایا ایسا نہیں مگر اس نے اول پانی طلب کیا تھا چاہا کہ پہلے وہ لے ورنہ میں اور تم اور یہ دونوں نور چشم اور ان کے باپ سب علیہم السلام روز قیامت ایک درجہ میں ہونگے۔

غیبوبۂ حسنینؑ از خانہ خود

ایک بڑا واقعہ ایام طفلی حسنینؑ علیہما السلام کا ان دونو بھائیوں کے باغ وغیرہ کسی مقام میں جاکر لیٹ جانے اور آل محمد صلواۃ اللہ علیہم کے پریشان ہونے اور آل کار خدا کے نزدیک انکی اعلیٰ

فضیلت کے ظاہر ہونے کا ہے۔ اس حدیث کو سُنی وغیرہ نے بصورتہائے مختلف متنوعہ روایت کیا ہے بہت غالب ہے کہ جُدا جُدا روایتیں مختلف واقعات کی حاکی ہوں۔ یہ حقیر اس مقام میں چند روایتیں اس واقعہ کے متعلق نقل کرتا ہے۔ از انجملہ بحار میں تاریخ بلاذری سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا در خانہ زہراؑ پر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ معصومہ کونین بیرون در پریشان کھڑی ہیں۔ سبب پوچھا تو عرض کی حسنین علیہما السلام صبح سے گھر سے نکلے ہیں مجھ کو ان کی خبر معلوم نہیں کہ کہاں گئے حضرتؐ بیتابانہ ان کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے بیرون شہر دامن کوہ میں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں شہزادے ایک غار میں پڑے سو رہے ہیں اور ایک مارِ عظیم انکے سر نے حلقہ زن ہے حضرتؐ نے پتھر اُٹھایا کہ سانپ کو مار کر ہٹائیں اس نے چلا کر کہا السلام علیک یا رسولؐ اللہ میں اس جگہ آپکے فرزندوں کی حفاظت میں مصروف تھا۔ آپ نے اس کو دعائے خیر دی۔ سانپ علیحدہ ہوا تو حسنؑ کو دہنے شانے اور حسینؑ کو بائیں پر اُٹھایا اتنے میں جبرئیلؑ امین نے زمین پر آ کر آپ کا بوجھ ہلکا کرنے کو حسینؑ کو لیا۔ گھر پہنچے تو حسنؑ فخر کرتے تھے کہ مجھ کو خیرالبشر زمین نے حمل کیا حسینؑ کہتے تھے کہ مجھے خیرالآسمان نے اُٹھایا۔

دیگر بحار میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرتبہ خوشہ ہائے انگور بے موسم رسولخدا کے پاس تحفہ میں آئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے سلمانؓ میرے دو پسر حسنؑ و حسینؑ کو لاؤ کہ میرے ساتھ انگور تناول کریں سلمان کہتے ہیں کہ میں ان کی طلب میں در دولت جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا پر گیا وہاں نہ ملے تو اُم کلثومؑ ان کی خواہر کے مکان پر دیکھا وہاں بھی نہ پایا تو رسول اللہ کے پاس آ کر خبر دی حضرتؐ یہ سنکر بیتابانہ اُٹھے اور کہتے جاتے تھے واولداہ واقرۃ عیناہ ہائے دو بچے میرے ہائے دو قرۃ العین میرے۔ کون ہے جو مجھے ان تک پہنچائے اسکے لئے حقتعالےٰ کے نزدیک جنت ہے۔ پس جبرئیلؑ امین وحیٔ رب العالمین لیکر نازل ہوئے اور عرض کی اے محمدؐ کس لئے بے چین ہو۔ کہا اپنے دو بچوں کی وجہ سے کہ مفقود ہیں ان پر کید یہود سے اندیشہ مند ہوں۔ جبرئیلؑ بولے یہود سے زیادہ منافقان اُمت کا کھٹکا ہے ان کا کید و مکر یہود سے زیادہ خطرناک ہے۔ پھر عرض کی تمہارے یہ دونوں نورِ نظر حدیقہ وحدلاح میں پڑے سو رہے ہیں پس رسولؐ اللہ فی الفور حدیقۂ مذکور کو روانہ ہوئے سلمان کہتے ہیں کہ میں حضرتؐ کے ساتھ تھا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے سو رہے ہیں اور ایک اژدہا دستہ پھولوں کا منہ میں لئے ان کے منہ پر مثل بادکش ہلا رہا ہے۔ حضرت رسولخدا کو آتے دیکھا تو

گلدستہ منہ سے پھینک کر یہ سلام جو میں کہتا ہے اور یہ رسول خدا کے ہیں اژدہا نہیں بلکہ فرشتہ
ہوں ایک لحظہ کو یاد خدا سے غافل ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ مجھ پر غضبناک ہوا اور شکل اژدہا مسخ کر کے زمین
پر ڈلوا دیا سالہا سال سے آرزو رکھتا تھا کہ کسی کریم تک پہنچوں اور اس سے خواستگار شفاعت ہوں
شاید خدا تعالےٰ گناہ میرا بخشدے اور مثل سابق فرشتہ بنا دے تحقیق کہ وہ ہر شے پر قادر ہے
پس حضرت وہاں بیٹھ گئے اور حسنین کو چومنا اور بوسے دینے لگے تھے کہ وہ خواب سے بیدار ہوئے
اس وقت فرمایا اے میرے بیٹو یہ اژدہا ایک فرشتہ ہے ملائکہ کروبین سے کہ ایک لحظہ ذکر خدا سے غافل
ہو گیا تھا حق تعالےٰ نے اس کو اس صورت پر مسخ کیا میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی شفاعت درگاہ الٰہی
میں کرو حسنین علیہما السلام نے بہ تعمیل حکم سید الثقلین اٹھ کر وضو کیا اور دو دو رکعت نماز حاجت بجا لا کر عرض
کی پروردگار بحق ہمارے جد امجد محمد مصطفےٰ و پدر عالیقدر علی مرتضےٰ و مادر اطہر فاطمہ زہرا اس فرشتے
کو اس کی اصلی حالت پر لوٹا دے۔ راوی کہتا ہے کہ شاہزادوں کی دعا ہنوز تمام نہ ہوئی تھی کہ جبرئیل
مع گروہ ملائکہ کے نازل ہوئے اور اس ملک کو رب العالمین کے رضامند ہونے اور پہلے حالت پر واپس
کئے جانے کی خوشخبری پہنچائی۔ بعدازاں تسبیح و تہلیل برزبان سما اس کے سوئے آسمان پرواز کر گئے۔ اسکے
بعد جبرئیل رسول اللہ کے پاس آئے تو متبسم تھے کہ رسول اللہ وہ فرشتہ ملائکہ سموات پر فخر کرتا ہے اور
کہتا ہے کہ میرے مثل کون ہے۔ میرے لئے سیدین سبطین رسول الثقلین حسن و حسین رب المشرقین و المغربین
سے شفاعت خواہ ہوئے۔

حسنین ؑ کے حدیقہ بنی النجار میں جا کر لیٹنے کی حکایت

کشف الغمہ میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے
کہ ہم ایک بار امیرالمومنین ہارون الرشید کے پاس جمع تھے کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا ذکر آیا۔ ہارون
کہنے لگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں علی و حسن و حسین کا دشمن ہوں۔ قسم خدا کی یہ ان کا ظن باطل ہے۔ اولاد آپ کی
اولاد ہم پر حسد کرتی ہے اور خروج کر کے ہماری سلطنت میں خلل ڈالتی ہے قسم خدا کی ہم نے قاتلان حسین
کو کوہ و صحرا میں تلاش کر کے قتل کیا۔ اب جو امر سلطنت ہماری طرف راجع ہوا تو اس پر راضی نہیں ہوتے اور
قطع رحم کرتے ہیں۔ واللہ کہ مجھ سے میرے باپ مہدی نے کہا اور اس نے اپنے باپ ابو جعفر منصور سے اس نے

محمد بن علی بن عبداللہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ ہم ایک روز رسول خداؐ کی خدمت میں
حاضر تھے کہ جناب فاطمہؑ گریہ کناں وہاں آئیں رسولخداؐ نے کہا کیا باعث تمہارے گریہ و بکا کا ہے اُنہوں نے
فاطمہؑ عرض کی حسنؑ و حسینؑ گھر سے نکلے ہیں اور مجھے ان کا حال معلوم نہیں کہ کہاں گئے۔ فرمایا فدا ہو تمہارا
باپ تم پریشان نہیں تحقیق کہ جس خدائے جل شانہ نے اُن کو پیدا کیا وہ سب سے زیادہ ان پر مہربان ہے
پروردگارا خشکی و تری میں جہاں کہیں حسنین علیہما السلام ہوں تو ان کی نگہبانی کر پس جبرئیل امینؑ نازل ہوئے
اور عرض کی اے محمدؐ رنج و غم کو دل میں جگہ نہ دو حسنینؑ علیہما السلام دنیا و آخرت میں صاحب فخر و
فضیلت ہیں ان کے باپ ان سے بہتر ہیں دونوں صاحبزادے حظیرۂ بنی النجار میں لیٹے ہیں حق تعالیٰ
نے ایک جلیل القدر فرشتہ کو مقرر کیا ہے کہ آپ کی نگہبانی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر رسول اکرمؐ
اٹھے ہم بھی حضرتؐ کے ساتھ اٹھے حظیرۂ بنی النجار میں جا کر دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے سے معانقہ
کئے لیٹے ہیں۔ یہ روایت کشف الغمہ کی ہے اور شیخ صدوق نے امالی میں امام جعفر صادقؑ سے اسطرح
روایت کی ہے کہ حضرت رسولخداؐ اخیر مرض الموت میں ایک مرتبہ بیمار ہوئے جناب فاطمہؑ اپنے دونوں
نور چشم حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیکر آنحضرتؐ کی عیادت کو تشریف لائیں حسنؑ آپ کا داہنا ہاتھ پکڑے حسینؑ
بایاں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حجرۂ عائشہ میں داخل ہوئیں تو حضرتؐ اُس وقت خواب راحت میں تھے
حسنؑ داہنی جانب و حسینؑ بائیں طرف بیٹھے اور بدن مبارک کو سہلانے اور دبانے لگے۔ آپ نے آنکھیں
کھولدیں جناب سیدہ بولیں اے میرے پیارو اس وقت واپس چلے چلو اور اپنے نانا جان کو آرام
کرنے دو کہا ہم یہاں سے نہ جائیں گے اور حسنؑ داہنے بازو پر حسینؑ بائیں پر حضرتؐ کے لیٹ گئے۔ فاطمہؑ
واپس اپنے مکان کو چلی گئیں پس نکل اٹھے کہ رسولؐ نیند سے بیدار ہوں جاگے اور عائشہ سے کہا ہمارے بچے
کہاں گئیں کہا تم سو گئے تھے وہ اپنے گھر چلی گئیں پس دونوں شب تیرہ و تار میں جبکہ رعد گرجتا اور
برق چمک رہی تھی وہاں سے برآمد ہوئے اور ایک سمت کو روشنی چمکتی معلوم کر کے اُدھر کو ہو لئے ایک دوسرے
کا ہاتھ پکڑے جا رہے تھے کہ چلتے چلتے حدیقۂ بنی النجار میں پہنچے باغ کو دیکھکر حیران تھے اور جانا کہ راہ
گم کیا حسنؑ نے حسینؑ سے کہا ہم راہ بھولے اب کہاں جائیں گے بہتر ہے کہ یہیں پڑکر سو جائیں جبتک
کہ صبح طالع ہو حسینؑ نے کہا جو کچھ آپ کی صلاح ہو پس دونوں ایک جگہ لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے گلے
میں باہیں ڈالکر سو گئے۔ اور رسول اللہ خواب سے بیدار ہوئے اور ان کو وہاں نہ پاکر جناب فاطمہؑ کے گھر

گئے وہاں نہ ملے تو کھڑے ہو کر دعا مانگنے لگے۔ الٰہی دستیری و مولائی یہ دونوں فرزند بھوکے پیاسے گھر سے نکلے ہیں خداوندا ان کو تیری حفظ و حمایت کے سپرد کرتا ہوں۔ یکایک حضرت کے سامنے ایک روشنی نمودار ہوئی اس میں چلتے رہے تا آنکہ حدیقہ بنی النجار میں جا پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے پڑے سو رہے ہیں اور ابر آ کے اوپر سے پھٹا ہوا مثل طبق کے آسمان صاف دکھائی دیتا ہے اور ہر چند بارش بڑے زور سے برس رہی ہے مگر ان پر ایک قطرہ نہیں پڑتا اور ایک سانپ ہر طرف سے ان پر احاطہ کئے ہے جس کے بدن پر مثل نیستان بال کھڑے ہیں اور اس کے دو بازو ہیں ایک تو حسنؑ پر دوسرے کو حسینؑ پر ڈھانپ رکھا ہے رسول اللہ نے اس کو دیکھ کر تنحنح کیا یعنی کھنکارنے لگے۔ سانپ یہ سمت کر علیحدہ ہو گیا اور کہتا تھا پروردگارا تو گواہ رہیو اور تیرے فرشتے آسمان کے تیرے ان دونبی زادوں کی نگہبانی میں کوتاہی نہیں کی اب ان کو صحیح و سالم آنحضرتؐ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے مار تو کون ہے عرض کی میں ایک جن ہوں اجنۃ نصیبین و قبیلہ بنی مدلج سے مجھ کو انھوں نے ایک آیہ قرآنی کے دریافت کرنے کو بھیجا تھا جس کو وہ بھول گئے تھے اس مقام پر پہنچا تو ایک منادی کی آواز کان میں آئی ایّتہا الحیّۃ یہ دونوں فرزند رسول خدا اور اس کے وصی ہیں ان کی آفات و عاہات سے نگہبانی کرنا اور بلیات لیل و نہار سے حفاظت رکھنا لازم ہے میں اس کام میں مصروف ہوا تا اینکہ صحیح و سالم آپ کو سونپتا ہوں اب آیہ قرآنی کی صحت کر کے واپس ہوا۔ بروایت اول وہ سانپ ایک ملک تھا ملائکہ سموات میں سے۔ بہر کیف حضرت رسالت پناہ نے حسنؑ کو داہنے شانے پر حسینؑ کو بائیں پر اٹھایا۔ حضرت امیر المومنینؑ اور چند دیگر اصحاب اس وقت یہاں پہنچ گئے تھے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ حضرت پر فدا ہوں ہم آپ کا بوجھ بٹائیں ایک صاحبزادہ ہم کو دیجئے فرمایا حق تعالیٰ نے تم کو بار معاصی سے سبکدوش کرکے چلے چلو حق تعالیٰ نے تمہارا کلام سنا اور رتبہ تمہارا حق سبحانہ کے نزدیک بلند ہوا۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ ایک فرزند مجھے مرحمت ہو دونوں کا آپ پر بار زیادہ ہے۔ آپ نے حسنؑ سے کہا اے حسنؑ پسند کرتے ہو کہ میرے شانے سے اتر کر اپنے باپ کے شانے پر چلے جاؤ عرض کی مجھ کو آپ کا شانہ اپنے باپ کے شانے سے محبوب ترہے علیٰ ہذا حسینؑ سے پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا پس حضرت دونوں کو شانہائے مبارک پر سوار کیے بیت الرسالت تک لائے۔ بروایت اول ابوبکر و ابو ایوب انصاری نے ان کے لیجانے کی درخواست کی تھی

جس کو رسول اللہ نے قبول نہ کیا اور فرمایا انھما فاضلان فی الدنیا و فاضلان فی الاٰخرۃ وابوھما خیر منھما کہ وہ دونوں دنیا و آخرت میں صاحب فخر و فضیلت ہیں اور ان کے باپ فضیلت میں ان سے زیادہ ہیں۔ پھر ارشاد کیا میں آج ان کی وہ شرافت و فضیلت بیان کرتا ہوں جس سے حق تعالیٰ نے انہیں مخصوص کیا ہے۔ ایھا الناس میں تم کو خبر دیتا ہوں ان کی جو بروئے مادر و پدر بہترین آدمیاں ہیں وہ حسن حسین ہیں۔ اُن کا باپ علی مرتضیٰ اور ماں فاطمہؑ زہرا ہیں اور پھر ان کی جو از روئے جد و جدہ فا[illegible] ترین آدمیاں ہیں وہ بھی حسنؑ و حسینؑ ہیں کہ ان کا جد امجد محمد مصطفےٰ رسولؐ خدا و جدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد ہیں پھر انکی جو از روئے عم و عمۃ اشرف ترین آدمیوں سے وہ بھی حسنینؑ علیہما السلام ہیں ان کا عمو جعفر بن ابیطالب عمہ ام ہانی بنت ابیطالب ہے۔ پھر فرمایا لوگو! یہ دونوں خال و خالہ کے اعتبار سے بھی اوروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ انکے خال (ماموں) قاسم بن رسول اللہ و خالہ زینب دختر رسول ہیں آگاہ رہو کہ ان کے جد و جدہ جنتی ہیں اور مادر پدر جنتی و عم و عمہ جنتی ہیں اور خال و خالہ جنتی ہیں اور وہ خود جنتی اور ان کے تمام دوست جنت میں جائیں گے اور دوستوں کے دوست بھی۔

مدحات کا کھیل

مناقب میں امالی حاکم سے نقل ہوا ہے کہ ابو رافع نے کہا کہ میں حسنینؑ کے بچپن میں ان کے ساتھ مدحی سے کھیلا کرتا تھا۔ میرے مدحات نشانے پر پہنچ جاتے اور کہتا کہ مجھے سوار کرو تو کہتے کہ تو اس پشت پر سوار ہونا چاہتا ہے جس کو رسولؐ اللہ نے اپنی پشت مبارک پر بار کیا ہے اور جو ان کی جیت ہوتی اور میں کہتا جیسا تم نے مجھے سواری نہیں دی میں بھی تم کو سوار نہ کرونگا تو فرماتے تو اس جسم کے حمل کرنے پر رضامند نہیں ہوتا جس کو رسول اللہ نے بارہا اپنے اوپر حمل کیا ہے پس میں سوار کر لیتا

مجلسی علیہ الرحمہ اس کے بیان میں کہتے ہیں کہ مدحی کے معنی ہیں ردے یعنی پھینکا یا اسے لڑھکا ڈالا اسی سے ہے حدیث ابو رافع کی کہ اس نے کہا میں حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ مدحات سے کھیلا کرتا تھا۔ وہ سنگپارے ہوتے تھے مثل قرصہائے صغیر کے کھیل میں ایک چھوٹا گڑھا کھودتے ہیں اور وہ پتھر کی گولیاں اس کی طرف پھینکتے ہیں جس کی گولی گڑھے میں چلی جاتی ہے جیت جاتا ہے ورنہ ہارتا ہے۔

جس کی گولی گڑھے میں چلی جاتی ہے جیت جاتا ہے ورنہ ہار جاتا ہے۔

استعاذہ رسول اللہ بخدا عزوجل از شر شیطان وغیرہ برائے حسنین علیہما السلام

مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے حسنؑ و حسینؑ کو ان کلمات طیبات سے تعویذ کیا۔ اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ وَاَسْمَائِہِ الْحُسْنٰی کُلِّہَا عَامَّۃً مِنْ شَرِّ السَّامَّۃِ وَالْھَامَّۃِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دو بیٹوں اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کو ان کلمات سے تعویذ فرماتے تھے۔

اور کشف الغمہ میں کتاب جنابذی سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا میں تجھ کو وہ تعویذ بتلاؤں جس سے جناب ابراہیمؑ اپنے فرزندان اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کے لیے استعاذہ فرماتے یعنی شر شیطان وغیرہ سے خدا کی پناہ ڈھونڈتے تھے اور میں اپنے بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کے لیے ان سے استعاذہ کرتا ہوں وہ کلمات یہ ہیں قل کفیٰ بسمع اللّٰہ واعیاً لمن دعا ولا مرمیٰ وراء امر اللّٰہ لرامٍ رمیٰ اور اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ پیغمبر خداؐ سورہ قل اعوذ برب الناس و سورہ قل اعوذ برب الفلق کو حسنینؑ کے لئے بطور تعویذ استعمال کرتے تھے اور ابو سعید خدری نے اس پر اسقدر اور زیادہ کیا ہے کہ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں اسمٰعیل و اسحاق کو ان سے استعاذہ کرتے اور ان پر دم کرکے پھونکتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ دونوں قرآنی صورتیں نہیں حسنؑ و حسینؑ کے تعویذ ہیں یہی وجہ ہے کہ ان دو سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں۔

دیگر بحار میں نقل ہوا ہے کہ حسنین علیہما السلام کے دو تعویذ ایسے تھے جن میں زغب یعنی ریزہ باریک جبرئیلؑ کے پروں کے بھرے ہوئے تھے۔

نیز کشف الغمہ میں کتاب معالم العترۃ الطاہرہ جنابذی سے نقل ہوا ہے کہ آل رسولؐ میں ایک بسترہ تھا جب جبرئیلؑ رسولخداؐ کے پاس آتے اس پر بیٹھتے تھے۔ چلے جاتے تو اس کو لپیٹ کر رکھ دیتے تھے آپ کے سوا کوئی دوسرا اس پر نہ بیٹھنے پاتا۔ جبرئیلؑ پرواز کرنے لگتے تو کچھ باریک ریزے آپ کے پروں سے

گر جاتے۔ رسولؐ خدا ان کو چن لیتے اور ننھے حسنینؑ کے تعویذ درست فرماتے۔

خبر سیب۔ بہی و انار بہشتی

حسن بصری نے جناب اُم سلمہ سے نقل کیا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ رسولؐ خدا کے پاس آئے تو جبرئیل امین اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ان کو دحیہ کلبی خیال کر کے ان کے گرد پھرنے لگے جیسے کسی شے کی طلب و تلاش ہے (دحیہ کلبی کا معمول تھا کہ سفر تجارت سے واپس آتے تو کوئی شے حسنین کیلئے ہمراہ لاتے اسوقت جبرئیلؑ کو دحیہ کلبی جان کر تحفہ کی تلاش کرتے تھے) جبرئیلؑ نے ایک طرف ہاتھ بڑھائے جیسا کوئی کسی سے طلب کرتا ہے۔ ناگاہ ان کے ہاتھ میں ایک دانہ سیب ایک انار ایک بہی آ گیا جسکو بجنسہ انھوں نے حسنینؑ کو دیدیا۔ دونوں کے چہرے خوشی کے مارے دمکنے لگے اور دوڑ کر ان کو رسولؐ اللہ کے آگے پیش کیا حضرتؐ نے ان کو لیا اور قدرے ان کی خوشبو استشمام کرتے رہے پھر ان کو واپس دیکر فرمایا کہ ان کو اپنے والدین کے پاس لیجاؤ۔ وہاں لیگئے تو علیؑ و فاطمہؑ ان تحائف کو دیکھکر اور انکی خوشبو سونگھکر متعجب ہو رہے تھے کہ رسولؐ اللہ بھی وہاں آ گئے اور سب نے ملکر وہ جنتی میوے تناول کئے جس پھل کو جتنا کھاتے پھر بحال خود ہو جاتا تھا۔ حتی کہ رسول خدا نے وفات پائی۔ تو حسینؑ بن علیؑ راوی ہیں کہ اس وقت تک ان میں کچھ تغیر و نقصان نہوا تا آنکہ جناب فاطمہ زہراؑ راہی جنت ہوئیں تو انار غائب ہو گیا الا سیب و سفرجل بدستور باقی تھے زمانہ حیات اپنے پدر عالیقدر میں ہم برابر ان سے متمتع ہوتے تھے تا آنکہ امیر المومنینؑ درجہ شہادت پر فائز ہوئے تو بہی غائب ہو گئی مگر سیب امام حسنؑ کے پاس موجود تھا۔ اور بعد شہادت آنحضرتؑ میرے پاس رہا اس وقت تک کہ ہم دشت نینوا میں نرغہ اعدا میں گھر گئے اور پانی ہمارے اوپر بند ہو گیا تو میں پیاس کی شدت میں اس کو سونگھتا۔ شدت عطش میں اس سے سکون ہوتا۔ جب پیاس کی حالت ناقابل برداشت ہوئی اور امید زیست منقطع ہو گئی تو اس کو تراشا۔ امام زین العابدینؑ کہتے ہیں کہ یہ حکایت میں نے آنحضرتؑ سے قبل از قتل بیک ساعت سنی۔ روح اقدس نے بدن اطہر سے مفارقت کی تو قتلگاہ سے اس سیب کی بو آتی تھی۔ مگر سیب کا کہیں نشان نہ تھا۔ اس کے بعد جب مرقد منور کی زیارت کرتا تو بو اس سیب کی وہاں سے استشمام کرتا۔ پس ہمارے شیعوں سے جو کوئی زیارت قبر اقدس کرے تو اگر مومن خالص

اسماء وقات صبح میں غور کریگا اس کو ضرور بوئے سبب وہاں سے آئیگی۔ انشاء اللہ۔

حسنین کیلئے لباسِ فاخرہ بہشت سے آنا

ابو عبداللہ نیشاپوری نے اپنی امالی میں وارد کیا ہے کہ امام رضاؑ نے کہا عید نزدیک آگئی اور حسنینؑ کے پاس کوئی پارچہ جدید لائق عید نہ تھا اپنی مادر گرامی سے شکایت کی کہ مدینہ کے بچے عید کے روز لباس جدید سے آراستہ ہونگے۔ ہمارے پاس کوئی کپڑا ایسا نہیں اماں ہمکو نئے کپڑے عید کے لئے بنوا دو مخدومہ کونین حیران تھیں کہ کیا کہیں اور کیونکر ان کو تسلی دیں آخر بے ساختہ زبان مبارک سے نکلا میرے پیارے بچو تمہارے کپڑے درزی کے گھر گئے ہیں وہ سی کر لائیگا تو میں تم کو پہنا دوں گی۔ شب عید آئی تو انھوں نے پھر اس کا تقاضہ کیا اور اصرار کرتے تھے کہ اماں وہ کپڑے خیاط کے گھر سے نہیں آئے۔ جناب فاطمہ زہراؑ رو پڑیں اور پھر اسی کلمہ کا تکرار کیا جو پہلے فرما چکی تھیں کہ درزی لائیگا الا حسنینؑ نہ مانتے تھے۔ اور کہتے تھے کپڑے دلوایئے۔ رات زیادہ تاریک ہوئی تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا فرمایا کون ہے۔ عرض کی یا بنت رسول اللہ اے سیدۂ بتولؑ میں خیاط ہوں حسنینؑ کے کپڑے سی کر لایا ہوں۔ دروازہ کھولا تو درحقیقت بیرون در ایک مرد بقچہ کپڑوں کا لئے کھڑا تھا جناب سیدہ کہتی ہیں کہ میں نے ایسی شباہت و ہیبت والا آدمی نہیں دیکھا وہ بقچہ سربستہ دیکر چلا گیا۔ اس کو کھولا تو دو قمیص دو پائجامے دو چادریں دو عمامے دو سیاہ موزے جن کی ایڑیاں سرخ رنگ کی تھیں ان کو اٹھا کر کپڑے پہنائے۔ رسول اللہؐ تشریف لائے تو دونوں بھائی پارچوں سے مزین ہو چکے تھے۔ آپ نے دونوں کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کرتے تھے۔ پھر فرمایا اے فاطمہؑ تم نے خیاط کو دیکھا۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ اسی نے تو یہ کپڑے مجھے دیئے فرمایا اے دختر وہ خیاط نہیں رضوان خزانہ دار بہشت تھا عرض کی آپ کو کس نے اس کی خبر دی۔ فرمایا خود واپس جانے سے پہلے مجھ کو یہ کہکر گیا ہے۔

خوش نویسی میں مقابلہ

مروی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں لکھنے کی مشق کیا کرتے تھے۔ ایک بار حسنؑ نے کہا میرا خط تمہارے خط سے بہتر ہے حسینؑ بولے نہیں میرا خط بہتر ہے اور جناب فاطمہؑ سے کہا اے مادر تم ہمارے درمیان محاکمہ کرو کہ

دونوں میں کس کا خط اچھا ہے۔ فاطمہؑ نے کراہت کی کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں اسکی رنجیدگی کا باعث ہو گا فرمایا یہ سوال اپنے باپ سے کرو وہ فیصلہ بحق تمہارے درمیان صادر کریں گے۔ حضرت علی مرتضےٰ کی خدمت میں عرض کیا انھوں نے بھی بوجہ مذکور کراہت کی اور کہا اپنے جدامجد رسول خدا کو حکم کرو آنحضرت نے بھی یہی خیال کر کے کہ ایک کو اچھا کہوں گا دوسرے کے رنج کا ایذا کا باعث ہو گا فرمایا جبرئیل امین کا منتظر ہوں جبرئیل آئے اور ان سے کہا گیا تو انھوں نے اسرافیلؑ پر اور اسرافیلؑ نے رب جلیل پر حوالے کیا جب یہ مقدمہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوا تو ارشاد ہوا اس کا تصفیہ مادر حسنینؑ دختر رسول الثقلین ہی فرمائیں گی۔ خاتون جنت لا بد ہوئیں تو آپ کے پاس ایک گلوبند موتیوں کا تھا اس کو گلے سے کھولکر گوہر بکھیر دیئے اور فرمایا جو زیادہ دانے اٹھائے اسکا خط اچھا ہے۔ حامل وحی اس وقت اس وقت تو عرش سے ایک قائمہ پر قایم تھے ان کو حکم ہوا کہ اس وقت زمین پر جاؤ اور ان جواہرات کو حسنینؑ کے درمیان نصف نصف کر دو کہ کسی کی دلشکنی نہ ہونے پائے۔ انھوں نے موقع پر پہنچکر ان دانوں کی تنصیف کر دی اور اس اکرام و عظمت سے یہ قصہ طے ہوا۔

باہم کشتی کرنا امامین کا طفلی میں

کشتی کرنا بھی سپہگری کا ایک فن ہے اور بحسب شرع رائج تو حضرت رسول خداؐ نے ایک بار شاہزادوں کو امر کیا کہ باہم کشتی کریں وہ کھڑے ہو گئے جناب سیدہ باہر تشریف لے گئیں جس وقت واپس آئیں تو سنا کہ وہ حضرت امام حسنؑ کو تحریص کر رہے ہیں یا حسن شدّ علی الحسین فاصرعہٗ اے حسنؑ حملہ آور ہو حسینؑ پر اور ان کو پچھاڑ دو۔ یہ کلمات زبان مبارک رسولؐ سے سنکر جناب فاطمہؑ نے تعجب سے کہا یا ابت اے بابا آپ بڑے کو تحریص کرتے ہیں کہ چھوٹے کو پچھاڑے آپ نے فرمایا اے فاطمہؑ تم راضی نہیں ہو کہ جبرئیلؑ حسینؑ کو ترغیب کر رہے ہیں کہ حسنؑ کو پچھاڑ دو۔

بچپن میں آنحضرات کے کھلانے اور بہلانیکے کلمات

ہندوستان میں عورتیں بچوں کو کھلانے اور روتوں کو بہلانے اور جاگتوں کو سُلانے کے لئے چند کلمات استعمال کرتی ہیں اور کسی تک سے ملا کر ان کو نغمہ یا منظوم بنا لیتی ہیں۔ اسی طرح ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ

نے مناقب میں چند کلمات ذکر کئے ہیں جنکو جناب سیدہ و دیگر مستورات نے اور خود رسولخداؐ نے حسنینؑ علیہما السلام کو کھلاتے وقت استعمال کیا ہے مثل اسکے کہ جناب فاطمہؑ اپنے لخت جگر سبط اکبر جناب ابو محمد شبرؑ کو کھلانے کے وقت ان کلمات کا تکرار کیا کرتی تھیں۔ اشبہ اباك یا حسن ٭ واخلع عن الحق الرسن ٭ واعبد الٰھا ذا المنن ٭ ولا توال ذا الاحن ٭ اے حسنؑ تم اپنے پدر والا قدر علی مرتضیٰ کے مشابہ بنو کشف استار و اظہار علوم و اسرار کرو اور حقائق امور سے رسن کو دور کرو یعنی پردہ اٹھا ان کو کھولدو۔ یا شتران سہ سالہ کو قید سے رہا کر دو یعنی راہ خدا میں ان کو خیرات کر ڈالو اور خدائے ذو المنن والاحسان کی عبادت و بندگی بجا لاتے رہو۔ اور کینہ و دشمنی رکھنے والوں کی دوستی و موالات سے پرہیز کرو۔ اور ابو عبد اللہ الحسینؑ کو کھلاتیں تو فرماتیں۔ اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ ٭ لَسْتَ شَبِیْھًا بِعَلِیْ ٭ تم میرے پدر عالیقدر رسولؐ خدا سے زیادہ مشابہ ہو اپنے باپ علی مرتضیٰؑ سے اسقدر مشابہت نہیں رکھتے۔ اور جناب ام سلمہ ام المومنین زوجہ رسولخداؐ امام حسنؑ کے کھلانے کے وقت یہ کلمات زبان پر جاری فرماتیں۔ بابی ابن علی ٭ انت بالخیر ملی ٭ کن کاسنان حلی ٭ کن کبش الحولی ٭ مجھکو اپنے باپ کی قسم کہ تم پسر علیؑ ہو اور تم خیر و خوبی سے معمور و پر ہو مثل دندان ہائے زیورات کے خوشنما یا مانند گوسفند یکسالہ کے خوبصورت ہو۔

ام الفضل زوجہ عباس بن عبد المطلب حسینؑ کی تربیت ان الفاظ سے کرتیں۔ یا ابن رسول اللہ یا ابن کثیر الجاہ ٭ فرد بلا اشباہ ٭ اعاذہ یا الٰھی ٭ من امم الدواھی ٭ اے پسر رسولخداؐ اے پسر صاحب رفعت جاہ تم فرد و یکتا ہو تمہارا مثل و نظیر کوئی نہیں اے معبود میرے ان کو ہر قسم کی مصیبوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

روایت ہے کہ حضرت رسولخداؐ نے امام حسنؑ کے حق میں یہ کلمات ارشاد کئے خرقہ خرقہ ترق عین بقہ خرقہ کوتاہ قد صغیر القدم۔ مبنی برضم بحذف حرف ندا یعنی ترقی کر اوپر چڑھ عین بقہ چھوٹی آنکھوں والا۔ سب پیار و محبت کے کلمات ہیں۔ ابو ہریرہ راوی ہیں کہ دیکھا میں نے حضرت رسول خداؐ حسنینؑ علیہما السلام کے شانوں کو اپنے دست مبارک سے پکڑے ہوئے ہیں اور ان کے قدم قدمہائے رسول اللہؐ پر رکھے ہوئے کلمات مذکورہ کو سنکر امام حسنؑ نے قدم اوپر رکھنے شروع کئے حتی سینہ مبارک رسولؐ تک

سلہ حق بالفتح جلد ہے تو اظہار اسرار کا اشارہ ہوگا بالضم ہے تو اس کے معنی شتر سہ سالہ کے ہیں ۱۲ منہ

اشدر پر رکھے آپ نے فرمایا منہ کھولو حضرت دہن مبارک حسنؑ کے بوسے لیتے اور فرماتے تھے اللھمّ احبہ فانی احبہ بارالہا تو اسکو دوست رکھ تحقیق کہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں۔

تکبیرات نماز عید

مناقب میں امالی ابو الفضل شیبانی اور کتاب ابن الولید سے نقل ہوا ہے کہ حسن بن علی کی زبان میں گرانی تھی ان کے بولنے اور کلام کرنے میں معمول سے زیادہ وقفہ ہوا رسول خدا نماز عید کو جانے لگے تو حسن بھی حضرتؐ کے ساتھ ہوئے آپ نے تکبیر اول میں کہا اللہ اکبر حسن نے بھی اللہ اکبر کہا اور صاف کہا پیغمبر خدا اس کو سنکر مسرور ہوئے دوبارہ تکبیر کہی حسن نے بھی دوبارہ تکبیر کہی پس رسول اللہ تکبیر کہتے تھے امام حسن آپ کے ساتھ تکبیر کہتے ساتویں تکبیر پر جا کر حسن نے توقف کیا رسول اللہ بھی ٹھہر کر رکوع میں گئے دوسری رکعت میں بھی یہی سلسلہ رہا رسول اللہ تکبیر کہتے حسن آپکے ساتھ تکبیر کہتے پانچویں تکبیر پر پہنچکر امام حسن متوقف ہوئے۔ حضرت نے بھی توقف کرکے رکعت ختم کی پس نماز عیدین میں یہ تکبیرات سُنت ہوگئیں۔

ہدیہ بچہ آہو برائے حسینؑ

بحار میں روایت ہے کہ ایک اعرابی خدمت بابرکت حضرت رسالتؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ میں نے ایک ہرنی کا بچہ شکار کیا ہے حضرت کی خدمت میں حسن وحسینؑ کی خاطر ہدیۃً لایا ہوں رسول اللہ نے ہدیہ اس کا قبول کیا اور دعائے خیر دی حسنؑ نے کہ اس وقت خدمت میں اپنے جد امجد کے حاضر تھے رغبت کا اظہار کیا رسول اللہ نے وہ بچہ ان کو عنایت کیا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ حسینؑ وہاں آنکلے حسن کے پاس بچہ آہو دیکھکر بولے برادر یہ ہرن کا بچہ تمکو کہاں سے ملا۔ فرمایا ہمارے جد امجد رسول اللہ نے مرحمت کیا۔ حسینؑ جلدی سے حاضر خدمت حضرت رسالت ہوکر عرض رسال ہوئے نانا جان حسنؑ کو بچہ آہو کھیلنے کے لئے عطا ہوا مجکو نہ ملا باربار اس کلام کو دُہراتے تھے۔ حضرتؐ خاموش تھے کبھی کبھی تسلی خاطر حسینؑ کیخاطر کچھ فرما دیتے تھے کہ نوبت باینجا رسید کہ قریب تھا کہ حسینؑ رونے لگیں اسی درمیان میں دروازہ مسجد کیطرف سے ایک شور و غوغا بلند ہوا دیکھا تو ایک ہرنی اپنا بچہ ہمراہ لئے دوڑتے آتی ہے اس کے پیچھے ایک بھیڑیا اس کو دبائے چلا آتا ہے حتے کہ ہرنی خدمت اقدس میں پہنچکر

بزبان فصیح گویا ہوئی یا رسول اللہ میرے دو بچے تھے۔ ایک تو شکاری پکڑ کر حضور کے پاس لے آیا۔ دوسرا میرے پاس باقی تھا اس وقت اس کو دودھ پلا رہی تھی کہ ایک منادی کی آواز میرے کان میں آئی کہ اے ہرنی جلدی کر اور اپنے بچے کو رسول اللہ کے پاس پہنچا حسینؑ ان کا قرۃ العین اپنے نانا کے پاس کھڑا قریب ہے کہ اس کے لئے رو پڑے۔ تمام ملائکہ اپنی عبادت چھوڑ کر عبادت خانوں سے سر نکالے ان کو دیکھ رہے ہیں جب حسینؑ روئینگے تو جملہ ملائکہ مقربین ان کے ساتھ گریہ و بکا کرینگے۔ پھر دوسری صدا میرے کان میں یہ آئی کہ عجلت کر اے غزال قبل اسکے کہ ایک اشک دیدہ مبارک حسینؑ سے نکلکر ان کے رخساروں پر رواں ہوں۔ نہیں تو ہم اس گرگ کو تیرے اوپر مسلط کرتے ہیں یہ تجھ کو بچہ سمیت کھا جائیگا۔ پس یہ مسافت بعیدہ میں نے اس قلیل عرصہ میں قطع نہیں کی بلکہ زمین میرے پاؤں تلے پیچیدہ ہوگئی کہ اتنی جلدی یہاں پہنچ گئی۔ شکر خدا کرتی ہوں کہ آنسو صاحبزادے کی چشم مبارک سے نہیں نکلنے پائے۔ پس صدائے تکبیر زمرہ اصحاب سے بلند ہوئی۔ حضرت رسالت پناہ نے ہرنی کو دعائے خیر دیکر رخصت کیا اور حسینؑ بچہ ہرنی کو لیکر مسرور و شادمان والدہ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معصومۂ پاک دختر صاحب لولاک بھی اس سے مسرور ہوئیں اس حکایت کو پڑھکر اور واقعہ کربلا روز عاشورا کو خیال میں لاکر مومنین بے اختیار رو پڑیں گے اللہ اکبر۔ گر یاد رہے کہ یہ خدا و رسول کی نازبرداری کا محل تھا۔ وہ حسینؑ تشنہ لب کی ہمت کا رگزاری دنیا میں امت محمدیہ کو کفر و ضلالت سے نکالنے اور عاقبت میں ان کو بخشوانے کا۔ ع

ہر سخن موقعہ و ہر نکتہ مکانے دارد۔

ایک نادر تاریخی واقعہ

یہ ایک مشہور قضیہ حضرت رسالت پناہ کی وفات کے بعد کا شیخین کو سپٹ اپنے عہد خلافت میں آنحضرتؐ کے ممبر پر دیکھکر حسنینؑ کے خفا ہونے اور ان کو جھڑکنے کا ہے جس کو علمائے معتبر عامہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ از انجملہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب میں فضائل سمعانی و ابوالسعادات سے اور تاریخ بغداد خطیب سے نقل کیا ہے اور انھوں نے اسامہ بن زید سے روایت کیا ہے۔ نیز جلال الدین سیوطی حلیۃ الاولیاء میں ابونعیم سے اور وہ عبدالرحمن جعفانی سے نقل کرتے ہیں اور الفاظ سب کے قریباً یکساں ہیں کہ حسن بن علی ابوبکر کے پاس آئے جبکہ وہ منبر رسولؐ پر بیٹھے تھے

اور کہا انزل من مجلس ابی میرے باپ کے مقام نشست سے نیچے اترو۔ ابو بکر نے کہا صدقت قت راست کہا تم نے یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے۔ یہ کہکر ان کو گود میں بٹھالیا اور رونے لگے۔ علیؑ موجود تھے اُٹھے اور کہا قسم خدا کی انھوں نے کسی کے امر و اشارہ سے نہیں کہا۔ ابو بکر نے کہا صدقت قت راست کہا تم نے میں تمہارے ذمے تہمت نہیں لگاتا۔ دیگر خطیب نے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب کو اپنے عہد خلافت میں بعینہ حسینؑ ابن علیؑ سے ایسا ہی معاملہ پیش آیا کہ وہ خلیفہ کو منبر رسولؐ پر بیٹھا دیکھکر بیتاب ہو گئے اور بولے انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیک میرے باپ کے منبر سے اُترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاکر بیٹھو۔ اُنھوں نے کہا کہاں جاؤں میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے یہ کہکر ان کو اپنی برابر منبر پر بٹھالیا اور کہا کس نے تم کو یہ کہنے کو کہا۔ حسینؑ نے کہا قسم خدا کی مجھ کو کسی نے نہیں کہا یہ خطیب کی روایت ہے مگر تاریخ الخلفاء میں اسقدر حمایت خلیفہ میں اور زیادہ کیا ہے کہ علیؑ نے غصہ سے حسینؑ کو کہا میں تم کو سزا دونگا۔ عمر بولے نہیں ان کو سزا نہ دینا راست کہتے ہیں کہ منبر انہی کے باپ کا ہے۔ دونوں روایتوں کے ملاحظہ سے ناظرین شیخین کے مدارج فطانت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خلیفہ ثانی نے جو امام حسینؑ سے کہا مَنْ اَمَرَكَ بِهٰذَا حضرت ابو بکر کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچا وہ گود میں بٹھا کر بھی حسنؑ سے یہ سوال نہیں کر سکے۔ نیز پسر خطاب کی سنگدلی دیکھئے کہ دو آنسو بہانے کے مقام پر کیا چھیڑ خانی نکالتے ہیں کہ من اَمَرَكَ بِهٰذَا آگے راوی کا بیان کہ امیر المومنینؑ نے امام حسینؑ کے خطاب میں باعذر کہا یعنی وہ کلمہ کہ سب و شتم کے موقع پر استعمال کرتے ہیں فرمایا یہ ان کی من گھڑت ہے۔

بعضے از مناقب و فضائل جناب حسنینؑ علیہما السلام

مناقب و مفاخران دونوں فرزند جگر بند رسولؐ کے کتب شیعہ و سُنی میں انبار و انبار بے شمار بھرے پڑے ہیں مگر ہم بموجب داب کتب ہٰذا بہت قلیل ان سے اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

رسول اللہ حسنینؑ سے بوئے بہشت سونگھتے تھے

بحار میں عروہ بارقی سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں ایک سال حج کو گیا تھا مسجد رسول اللہؐ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آنحضرت تشریف رکھتے ہیں اور دو لڑکے پانچ سات برس کی عمر کے آپ کے پاس ہیں کبھی ا

پیار کرتے کبھی اس کو لوگ یہ دیکھکر خاموش ہو جاتے ہیں کہ اس شغل سے فارغ ہو لیں تو بات کریں میں نزدیک گیا تب بھی آپ اسی کام میں مشغول تھے۔ میں نے عرض کی یہ آپکے پسر ہیں۔ فرمایا یہ میری بیٹی کے بیٹے ہیں اور میرے برادر و ابن عم کے پسر اور سب سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہیں بمنزلہ میرے آنکھ کان کے اور مثل میرے دل وجان کے میں ان کے غم سے غمگین خوشی سے مسرت آگین ہوتا ہوں۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کو ان کے ساتھ بہت ہی محبت ہے فرمایا ہاں اے عروہ میں تجھسے ابتدا سے ان کا حال بیان کرتا ہوں۔ شب معراج جب آسمان پر گیا اور بہشت میں داخل ہوا تو اس کے باغ میں ایک درخت دیکھا جس کی خوشبو مجھے بہت پسند آئی۔ جبرئیل ہمراہ تھے بولے اس کا پھل اسکی بو سے لطیف ولذیذ تر ہے پس وہ اس کے پھل مجھ کو دیتے اور میں ان کو کھاتا تھا حتیٰ کہ سیر ہو گیا پھر ہم ایک اور درخت کے پاس گئے جبرئیل نے اس کا پھل بھی مجھے دیا اور کہا اے محمدؐ اس میوہ کو کھاؤ یہ بھی اسی قسم کا شجر ہے جسکا پھل تم پہلے کھا چکے ہو بلکہ اس سے لطیف تر ہے۔ پس میں اس کی خوشبو سونگھتا اور پھل کھاتا رہا اور کہا یا اخی جبرئیل میں نے ان دو درختوں سے بڑھکر خوشبو ولذت میں دوسرا شجر نہیں پایا۔ کہا یا محمدؐ جانتے ہو کہ ان دو درختوں کے نام کیا ہیں۔ میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا ایک کا نام حسنؑ ہے دوسرے کا حسینؑ آپ زمین پر جائیں تو فوراً اپنی زوجہ خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ ہم بستر ہوں انسے ایک دختر آپ کے فاطمہ زہرا نام وجود میں آئے گی۔ سن بلوغ پر اس کی شادی اپنے بھائی وابن عم علی ابن ابیطالب کے ساتھ کر دینا ان سے دو پسر پیدا ہوں گے جن میں سے ایک کا نام حسنؑ اور دوسرے کا حسینؑ ہو گا حضرتؐ نے فرمایا میں نے جبرئیل کے کہنے کے موافق عمل کیا۔ جیسا انھوں نے خبر دی تھی پہلے خدیجہ کے بطن سے فاطمہؑ زہرا پھر ان کے شکم سے حسنؑ وحسینؑ پیدا ہوئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا راست کہا جبرئیل نے جب میں ان بہشتی درختوں کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنے ان دونوں نور چشموں کو استشمام کرتا ہوں ان سے ویسی ہی خوشبو آتی ہے۔ یہ دونوں میرے باغ زندگانی کے پھل ہیں وہ شخص یہ سرگذشت سُنکر تعجب میں رہا۔ آہ افسوس کیا حال ہوا ہو گا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا جبکہ دیکھا ہو گا کہ ان کی اُمت کے اشقیا نے ان کے باغ زندگی کے پھولوں کو تیر آفات کا نشانہ بنایا۔ ایک کو زہر جفا سے شہید کیا دوسرے کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھکر مع عزّہ واحباب جلتی ریت پر قتل کیا اور اموال واسباب کو لوٹ لیا اور عورات واطفال کو قید کر کے شتران بے کجاوہ پر بازاروں میں تشہیر کیا

الالعنت اللہ علی الظالمین۔

حسنینؑ دو گوشوارۂ عرش الٰہی کی زینت ہیں

مناقب میں طبرانی، قاضی نطنزی، شیرویہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے باسناد خود۔ حامو جہنی ابو دجانہ۔ زید بن علی سے روایت کی کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ دو گوشوارۂ عرش الٰہی اور اس کی زینت کے باعث ہیں بغیر اس کے کہ اس میں آویزاں ہوں جنت نے جناب الٰہی میں عرض کی تھی کہ خداوندا تو نے مجھ میں ضعفا و مساکین ساکن کئے اس کے جواب میں ارشاد باری ہوا اے بہشت تو راضی نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی بس وہ خوشی سے جھومنے لگی جیسا کہ عروس بروز شادی جھومتی ہے۔ بروز قیامت عرش کو ہر طرح سے زینت کرینگے بعد ازاں دو منبر نور کے یمین و یسار عرش کے لا کر رکھیں گے جن کا طول سو میل کا ہوگا۔ پس حسنینؑ کو بلا کر ان منبروں پر بٹھائیں گے عرش الٰہی ان کی وجہ سے اس طرح زینت پائیگا جیسا کہ عورت دو گوشوارے کانوں میں پہنکر زینت پاتی ہے۔ بروایتے جنت نے پروردگار عالم سے درخواست کی کہ اس کی ارکان کی کسی شے سے زینت کرے اس کو حق تعالےٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ میں نے حسنؑ و حسینؑ سے تجھ کو زینت بخشی اس سے وہ بہت مسرور ہوئی۔

حسنؑ و حسینؑ سید و سردار جوانان بہشت ہیں

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب میں کہتے ہیں کہ اہل قبلہ نے یعنی تمام مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حسنین علیہما السلام سید و سردار جوانان بہشت ہیں اور نیز اس پر کہ رسول اللہؐ نے فرمایا آپ کا ارشاد ہے کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں امام ہیں خواہ وہ جنگ و جہاد پر کھڑے ہوں یا اس سے بیٹھ رہیں۔ پھر اس کی سند میں کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو احمد بن حنبل نے کتاب فضائل اور مسند دونوں میں اور ترمذی نے جامع میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور ابن بطہ نے ابانہ میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور موصلی نے مسند میں اور واعظ نے شرف المصطفےٰ میں اور سمعانی نے فضائل میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں تین طریق سے اور ابن جشیش تمیمی نے محض سے

اور دار قطنی نے باسناد خود ابن عمر سے کہ رسولؐ نے کہا ابنای ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما خیرمنھما کہ یہ میرے دونوں فرزند سید و سردار ہیں جوانان بہشت کے اور ان کے باپ ان سے بہتر ہیں۔ نیز روایت کیا اس کو ابو سعید خدری نے اور عبداللہ بن مسعود و جابر بن عبداللہ انصاری نے وابو جحیفہ وابو ہریرہ و عمر خطاب و حذیفہ و عبداللہ بن عمر و ام سلمہ و مسلم بن یسار و ریان بن الطلم حمیری نے۔ اور روایت کیا اعمش نے ابراہیم بن علقمہ سے اور اس نے عبداللہ سے اور حلیۃ الاولیا معتقد اہل سنت و مسند احمد میں احمد سے باسناد خود حذیفہ سے کہ رسول خدا نے ان سے فرمایا کہ ایک فرشتہ کہ اب سے پہلے کبھی زمین پر نہ آیا تھا اس نے حق تعالےٰ سے اجازت چاہی کہ آکر مجھ پر سلام کرے اور بشارت دے مجھے اس کی کہ حسنؑ و حسینؑ سید و سردار جوانان بہشت ہیں اور فاطمہ سیدہ زنان اہل الجنۃ ہیں۔ اور ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے اس حدیث کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا واللہ ھما سیدا شباب اھل الجنۃ من الاولین والاخرین کہ خدا کی قسم وہ دونوں سردار جوانان بہشت ہیں اگلے پچھلوں تمام کے اور رسولؐ اللہ کا یہ قول مشہور ہے کہ اہل جنت تمام جوان ہوں گے پس تمام اہل جنت کے سید و سردار ہوئے۔

اور امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا قول خدا وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ میں مراد تین و زیتون سے حسنؑ و حسینؑ ہیں اور طور سینین سے مقصود علی ابن ابی طالب اور ہٰذا البلد الامین سے مدعا رسول اللہ ہیں حق تعالےٰ نے ان چار بزرگواروں کی قسم کھا کر کہا ہے جو کچھ کہ اس کے آگے کہا ہے۔

حسنؑ و حسینؑ پسران رسولؐ خدا ہیں

مناقب میں معجم طبرانی سے اور اربعین ابن المؤذن اور تاریخ خطیب سے نقل کیا ہے انہوں نے باسناد خود عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے ہر نبی کی ذریت خاص اس کی پشت سے پیدا کی ہے۔ الا میری ذریت کہ پشت علی ابن ابیطالب سے ظاہر ہوئی۔ ہر نبی کے بیٹی کے بیٹے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتے۔ مگر فاطمہ کی اولاد کہ میں ان کا باپ ہوں اور کہا گیا ہے کہ آیہ شریفہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم کہ محمد تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں اس سے مراد زید بن حارثہ کی ابنیت کی نفی ہے کیونکہ رجال کے

وہ لوگ مراد ہیں جو بوقت نزول آیہ مرد یعنی بالغ تھے اور حسن و حسین اس زمانہ میں بالاجماع بالغ نہ تھے پس وہ ابنیت سے منفی ہوں گے۔ ترمذی نے اپنی صحیح میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی اہل بیت سے آپ کے نزدیک کون محبوب تر ہے۔ فرمایا حسن و حسین ببلا وقات جناب فاطمہؑ سے فرماتے۔ میرے دو بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ آتے تو ان کو اپنے بدن سے لگاتے اور انکی خوشبو سونگھتے۔ بروایتے فرماتے۔ اولادُنا اکبادنا یمشون فی الارض ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ الحاصل اسمیں شک نہیں کہ حضرت رسالتؐ پناہ حسنین کو اپنے پسر کہتے اور اسی نام سے پکارتے تھے لاجرم مسلمانوں میں اسی نام سے مشہور رہے۔ مگر دشمنان دین کو یہ خصوصیت بھی ناگوار گزری اور دیگر مدارج و مراتب کے مٹانے کی طرح اس کے محو کرنے کی درپے ہوئے امیر معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں عام طور سے زبان بندی کر دی تھی کہ کوئی آنحضرت کو پسران رسولؐ خدا نہ کہنے پائے۔

معاویہ کا اپنے غلام سے ملزم ہونا

کشف الغمہ میں کتاب معالم العترۃ الطاہرہ جنابذی سے نقل کیا ہے کہ ذکوان آزاد کردہ معاویہ نے کہا کہ معاویہ نے مجھ سے کہا کہ میں آئندہ نہ سنوں کہ کوئی انکو (حسنین علیہما السلام کو) پسران رسولؐ خدا کہے۔ سیدھی طرح پسران علی ابن ابی طالب کہو۔ ذکوان کہتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد معاویہ نے مجھ سے امر کیا کہ اسکی اولاد کو باعتبار بزرگی و شرافت ترتیب وار لکھوں۔ میں نے اس کے بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے لکھے دختری اولاد کو عمداً قلم انداز کیا۔ یہ فہرست اسکے سامنے پیش ہوئی تو اسے دیکھکر بولا دیکھ تو تو میری بہت سی اولاد کو چھوڑ گیا۔ میں نے کہا کونسی اولاد کو چھوڑ گیا کہا میری فلاں بیٹی کی اولاد فلاں کی۔ ذکوان نے کہا اللہ اللہ تمہاری دختری اولاد تو تمہاری اولاد میں داخل ہوا ور دختر رسولؐ خدا فاطمۂ زہرا کی اولاد کو آنحضرتؐ کی اولاد کہنے سے روکا جائے یہ کونسا انصاف ہے کہا قاتلکَ اللہ لا یَسمعنّ ھٰذا اَحدٌ مِنکَ خدا تجھے غارت کرے یہ کیا کہتا ہے خبردار کوئی تیری زبان سے یہ باتیں نہ سُنے انتہےٰ۔

حضرت امیر معاویہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ حق تعالےٰ ان کو قرآن مجید میں پسران رسولؐ خدا کا لقب دے چکا ہے تو پھر ان کی ممانعت سے کیا حاصل آیہ مباہلہ قیامت تک زبان خلایق پر تلاوت ہوتی رہے گی جس میں ارشاد ہے قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم الخ کہدو اے محمد نصارائے نجران سے کہ آؤ بلائیں

ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے پسران کو۔ مفسرین اسلام کا اتفاق ہے کہ یہاں ابناء نا (ہمارے بیٹے) سے مراد جناب حسنین علیہما السلام ہیں۔

وراثتِ حسنینؑ میراث رسولؐ

بطرق سُنّی و شیعہ وارد ہوا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ بیٹے حسنؑ کو اپنا حلم دیا حسینؑ کو اپنے جود و رحمت کا وارث کیا۔ مروی ہے کہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا زمانہ مرض رسولؐ اللہ میں حسنین علیہما السلام کو خدمت مبارک میں لائیں اور عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ آپ کے فرزند ہیں ان کو کچھ میراث عطا کیجئے۔ فرمایا حسنؑ کو اپنی ہیبت اور سیادت بخشی۔ حسینؑ کو جرأت و جلاوت وجود و بخشش عطا کی۔ بروایتے دیگر حسینؑ کو سخاوت و شجاعت مرحمت فرمائی صدق رسولؐ اللہ چنانچہ مذکورہ کے آثار ہر دو بزرگوار سے بوجہ اتم ظاہر ہوئے۔

انھوں نے لعاب دہن رسولؐ اللہ چوس کر تشنگی دور کی

بحار میں ہے کہ ایک سفر میں پانی نہ ملا اور تشنگی نے مسلمانوں پر غلبہ کیا جناب فاطمہؑ امام حسنؑ امام حسینؑ کو رسالت مآب کی خدمت میں لائیں اور عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ خورد سال بچے پیاس کی زحمت برداشت نہیں کر سکتے حضرتؐ نے امام حسنؑ کو لیا اور زبان مبارک معجز نشان اپنی ان کے منہ میں دی وہ اس کو چوستے تھے تا اینکہ سیراب ہو گئے بعد ازاں حسینؑ کو لیا اور زبان معجز نشان اپنی ان کے منہ میں رکھی انھوں نے بھی اس کو چوس کر تشنگی دور کی۔

دیگر بطرق عامہ ابو ہریرہ سے روایت ہوا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز رسالتؐ پناہ لعاب دہن حسینؑ کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کوئی میوہ کو چوستا ہے۔

دیگر کتب حنفیہ میں باسانید بسیار روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے امام حسنؑ کو فرمایا کہ اے حسنؑ تو میرا شبیہ ہے صورت و سیرت میں۔

روایت ابن عباس

شیخ طبرسیؒ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت رسالتؐ پناہ دروازہ

فاطمہؑ پر گئے۔ تین مرتبہ آواز دی جواب نہ ملا تو ایک دیوار کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ میں بھی حضرتؐ کے ایک جانب بیٹھ گیا۔ ناگاہ امام حسنؑ گھر سے نکلے روئے مبارک کو تازہ دھویا تھا اور قلادہ گردن میں پڑا تھا حضرتؐ نے دستہائے مبارک اپنے پھیلا دیئے اور آگے بڑھ کر ان کو پکڑا اور سینۂ اقدس سے لگایا اور پیار کیا۔ پھر فرمایا یہ پسر میرا سید و سردار اس اُمت کا ہے۔ شاید حق تعالےٰ اس کی برکت سے اس اُمت کے دو گروہوں کے درمیان اصلاح کرے۔

دیگر۔ نیز ابن عباس راوی ہیں کہ حضرت رسالت پناہؐ نے فرمایا کہ شب معراج میں نے در بہشت پر لکھا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ علی حبیب خدا ہیں اور حسنؑ حسینؑ دو برگزیدہ خدا فاطمہؑ زہرا کنیز خدا پسندیدہ خدا۔ ان کے دشمنوں پر لعنت خدا ہو۔

براءت از آتش جہنم برائے دوستان حسنؑ و حسینؑ

کتب معتبرہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز میں خدمت میں حضرت رسول خداؐ کی حاضر تھا اور امیر المومنینؑ و سیدۂ نساء العالمین و دو سردار جوانان بہشت آنحضرتؐ کے پاس تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور ایک سیب آپ کے لیے لائے حضرتؐ نے اسکو لے کے اسکی بو کو استشمام کیا پھر حضرت امیر المومنینؑ کو دیا۔ اُنھوں نے قدرے سونگھ کر جناب فاطمہؑ کو اور اُنھوں نے حسنؑ کو اُنھوں نے حسینؑ کو دیا جب دست بدست پھر کر حضرتؐ کو واپس دینے لگے۔ تو وہ دست مبارک حسینؑ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا اور دو ٹکڑے ہو گئے۔ پس ایک نور اس سے ساطع ہوا کہ آسمان اوّل تک پہنچا اور یہ عبارت اس میں لکھی دکھائی دی تھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ یہ ایک ہدیہ و تحیہ ہے حق تعالےٰ کی طرف سے بجانب محمد مصطفےٰؐ و علی مرتضےٰؑ و فاطمہ زہراؑ و حسنؑ و حسینؑ نواسہ ہائے رسولِ خدا کے و حرز و امان ہے دوستان حسنؑ و حسینؑ کے لئے آتش جہنم سے بروز قیامت۔

انکی رکابداری کی سعادت

ابن شہر آشوب روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حسنینؑ علیہما السلام سوار ہوتے تھے عبد اللہ بن عباس نے ان کی رکاب پکڑ کر سوار کیا۔ ایک شخص یہ کیفیت دیکھ کر بولا اے ابن عباس تم سن و سال میں ان سے

بڑے ہو ان کی رکاب تھامتے ہو۔ انھوں نے کہا اے احمق تو نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں یہ دو پسر و فرزند رسول خدا ہیں زہے خوش نصیبی میری کہ ان کی رکابداری کی سعادت پائی۔

امام حسنؑ شبیہ رسول خدا تھے

کشف الغمہ میں معالم العترۃ الطاہرہ وجنابذی سے نقل ہوا ہے کہ حضرت رسول خدا راہ میں جا رہے تھے ابوبکر آپ کے ساتھ تھے دیکھا کہ امام حسنؑ ایک جگہ کھیل رہے ہیں ان کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر بٹھا لیا اور فرمایا فدا ہوں میرے ماں باپ یہ رسول اللہؐ کے مشابہ ہیں اور علی علیہ السلام تبسم کرتے تھے۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ قول ابوبکر کا رسول اللہ کے بعد کا ہے۔ ان کی زندگی کے وقت کا نہیں جنابذی نے دوسرے مقام پر اس کا ذکر کیا ہے اور راویوں نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے کہ حسنؑ بن علی سب سے زیادہ رسول اللہ کے مشابہ تھے۔

دیگر اسمٰعیل بن ابی خالد نے کہا کہ میں نے ابی جحیفہ سے پوچھا آیا تو نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے کہا ہاں دیکھا ہے۔ حسنؑ بن علی آنحضرتؐ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک حسنین علیہما السلام رسول اللہ کے نور نظر و لخت جگر ہیں اور اوصاف باطنی اور شکل و شمائل ظاہری میں دونوں حضرتؐ کے مثیل و نظیر تھے۔ مگر اہل سنت نے یہ تکلف کیا کہ امام حسنؑ کو سر سے سینہ تک شبیہ رسولؐ اور امام حسینؑ کو سینہ سے قدموں تک آپ کا شبیہ بتلاتے ہیں سو اس میں بھی محل سخن نہیں یونہی سہی مولانا مفتی میر عباس بنیاد اعتقاد میں فرماتے ہیں۔ ؎

یہ دونوں تھے شبیہ نبیؐ سر سے تا قدم	لیکن کیا ہے اہل تسنن نے یوں رقم
تھے سر سے تا بہ سینہ حسنؑ مثل مصطفےٰ	شبیر ہم شبیہ تھے از سینہ تا بپا

محبت رسول خدا با حسنین علیہما السلام

اس بارے میں احادیث بطرق خاصہ و عامہ بکثرت وارد ہیں۔ مگر ہم مشتے نمونہ از خروارے اندک از بسیار یہاں نقل کرتے ہیں۔ بحار میں ہے کہ ترمذی نے اپنی جامع میں اور سمعانی نے فضائل میں اور دیگر علماء نے اپنی مولفات میں براء بن عازب۔ اسامہ بن زید ابوہریرہ و ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت

رسولخدا نے حسنؑ و حسینؑ کی نسبت فرمایا اِنّی اُحِبُّهُمَا وَ اُحِبُّ مَنْ اَحَبَّهُمَا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں اور جو ان کو دوست رکھے اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا پروردگارا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور دوست رکھ اسے جو ان کو دوست رکھے۔ اور کتب معتبرہ و مشہورہ سُنیاں میں مثل مسند احمد بن حنبل و مسند ابو یعلی موصلی و سنن ابن ماجہ و ابانۃ ابن بطۃ و شرف النبی ابو سعید۔ فضائل الصحابہ سمعانی وغیرہ میں ابو حازم و ابو ہریرہ وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخداؐ نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ جس نے حسنؑ و حسینؑ سے دوستی کی مجھ سے دوستی کی جس نے دونوں سے دشمنی کی مجھ سے دشمنی کی اور جامع ترمذی میں باسناد خود انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی اہل بیت سے آپ کے نزدیک کون محبوب تر ہے۔ فرمایا حسنؑ و حسینؑ جو ان کا دوست ہے میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جس کو میں دوست رکھتا ہوں خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور دوست خدا کا کبھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

دیگر جامع ترمذی۔ فضائل احمد۔ شرف المصطفےٰ۔ فضائل سمعانی۔ امالی ابن سریح ابانۃ ابن بطہ میں روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا جو کوئی ان کو اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ اور ابو الحسن نے کتاب نظم الاخبار میں اس حدیث کو رشتہ نظم میں اس طرح کھینچا ہے۔ ؎

اَخَذَ النَّبِیُّ یَدَ الْحُسَیْنِ وَ صِنْوِهٖ ۔۔۔ یَوْمًا وَ قَالَ وَ صَحْبُهٗ فِیْ مَجْمَعٖ
مَنْ وَدَّنِیْ یَا قَوْمِ اَوْ هٰذَیْنِ اَوْ ۔۔۔ اَبَوَیْهِمَا فَالْخُلْدُ مَسْکَنُهٗ مَعِیْ

حضرت رسول خدا نے ایک روز حسینؑ اور ان کے عدیل و مثیل حسنؑ، کا ہاتھ پکڑا اور درحالیکہ مجمع اصحاب طیاب اس وقت آنحضرتؐ کے گرد و پیش جمع تھا۔ کہا کہ اے قوم جو مجھ کو اور ان دونوں بھائیوں اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے تو وہ فردا، قیامت بہشت بریں میں ہمیشہ کو میرے ساتھ ساکن ہوگا۔

دیگر جامع ترمذی ابانۃ عسکری و کتاب سمعانی میں بسندہائے خود اسامہ بن زید سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا مجھ کو ایک رات بضرورت حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہونیکا اتفاق

ا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ باہر تشریف لائے حالانکہ زیر بارچہ کوئی چیز پوشید آپ کے پاس تھی۔ اپنی حاجت براری کے بعد مینے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے پاس یہ کیا شے ہے فرمایا یہ میرے دو پسر اور میری دختر کے نور نظر ہیں پروردگارا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انھیں دوست رکھ اور دوست رکھ اسے جو انھیں دوست رکھے۔

دیگر علی بن صالح نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حسنؑ و حسینؑ راہنمائے رسول خدا پر تھے اس وقت آپ نے فرمایا من أحبني فليحب هذين جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے چاہئے کہ ان دونوں کو دوست رکھے۔ اور ارشاد میں اس قدر اس میں اور زیادہ کیا ہے وہ دونوں خدا تھے اس کے نبی کے لئے روز مباہلہ اور حجت خدا ہیں اپنے باپ امیر المومنینؑ کی وفات کے بعد امت رسولؐ اللہ کے لئے اس دین حق پر فالحمد للہ۔

دیگر ابو صالح و ابو حازم نے ابن مسعود و ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ بیت الشرف برآمد ہوئے تو حسنؑ و حسینؑ ان کے ساتھ تھے ایک ان کے اس شانے پر دوسرا دوسرے پر کبھی آپ اس کو بوسہ دیتے تھے کبھی اس کو ہمارے قریب پہنچے تو ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ ان کو بہت دوست رکھتے ہیں فرمایا من أحبهما فقد أحبني ومن أبغضهما فقد أبغضني جو ان کو دوست رکھے اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی۔

روایت ابو ہریرہ

آپ نے کہا میں حسنؑ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں کیونکہ ایک روز حضرت رسول خدا دولتخانہ سے باہر تشریف لائے تو مجھے مسجد میں پاکر میرا ہاتھ پکڑا اور سہارا دیتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے تا اینکہ چلتے چلتے بازار بنی قینقاع میں پہنچے مجھ سے کوئی بات نکی ادھر ادھر دیکھتے اور نظر کرتے پھرتے تھے۔ واپس تشریف لائے تب بھی میں ہمراہ تھا مسجد میں پہنچ کر ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا حسنؑ کو بلاؤ وہ دوڑتے ہوئے آئے اور آکر حضرتؐ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنے ننھے سے ہاتھ ریش مبارک رسولؐ اللہ میں پھیرنے لگے۔ اس وقت دیکھا آپ دہن مبارک امام حسنؑ کو کھولتے ہیں اور منہ اپنا منہ میں دیکر پیار کرتے ہیں اور فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُحِبُّهُمَا وَاُحِبُّ مَنْ یُحِبُّهُمَا پروردگارا میں انکو دوست رکھتا ہوں اور اس کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار کیا۔

محبت حسنینؑ مومن منافق دونوں کے دلوں میں القا کی گئی

معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ محبت علی بن ابی طالب کی مومنین کے دلوں میں ڈالی گئی ہے جو مومن ہوگا ان کو دوست رکھے گا جو منافق ہوگا ان سے عداوت رکھیگا اور محبت حسنینؑ مومنوں منافقوں اور کافروں کے دلوں میں ڈالی گئی۔ کوئی ان کی مذمت کرنے والا نہیں حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ارشاد آنحضرت کا کہ حسنینؑ کی محبت مومن و منافق کافر تمام کے دلوں میں ڈالی گئی ظاہرا مراد اس سے اسی وقت کا بیان حال مقصود ہوگا کہ امیر المومنینؑ کو بوجہ جنگ و جہاد و قتل قمع اہل عناد غیر مومن دشمن رکھتے تھے حسنینؑ کو معصوم بچے جا کر ان کے ساتھ کسی کو عداوت نہ تھی ورنہ ثانی الحال اس امت غدار نے حسنینؑ کے ساتھ اظہار عداوت میں کونسی کمی کی سبط اکبر حسنؑ مجتبےٰ کو بضربت شمشیر زخمی کیا ان کے گھر کا اسباب لوٹ لیا۔ آخر ان کو زہر جفا شہید کرکے دل ٹھنڈا کیا حسینؑ سے یزید و ابن زیاد و عمر سعد وغیرہ اشقیائے کوفہ و شام جسطرح پیش آئے اظہر من الشمس انکے ساتھ دشمنی کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی عراق جانے سے منع کرتا تو فرماتے لو دخلت فی جحر ضب لاستخرجونی اگر میں ان سے بچنے کو سوراخ سوسمار میں بھی پناہ گزیں ہونگا تو مجھ کو وہاں سے نکال کر قتل کریں گے۔ اس صورت میں کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی محبت ڈالی گئی تھی حافظ شیراز کہتے ہیں ؎

ہیچ اُمت با پیمبرزادہ ہرگز نکرد — آنچہ بدکیشان باشبیرؑ و شبرؑ کردہ اند
کوری این کلمہ گویان بین کہ از بغض و حسد — خون اولاد نبیؐ را شیر مادر کردہ اند

منشی میر عباس صاحب ثراہ کا ارشاد ہے ؎

ان دونوں شاہزادوں پہ جو ستم ہوئے — ایسے کسی پہ ظلم زمانے میں کم ہوئے
جسم حسنؑ میں زہر کا ایسا اثر ہوا — چہرہ تو سبز ہوگیا ٹکڑے جگر ہوا
چھیدے کلیجہ سم سے تراشا امام کا — تیروں کا تودہ پھر کیا لاشہ امام کا
حال حسینؑ تشنہ دہن گر رقم کروں — لازم ہے لاکھ جلد کا دفتر رقم کروں

گل کر دیا نبیؐ کا چراغ مزار حیف — لوٹا چمن علیؑ ولی کا ہزار حیف
گردن جو بوسہ گاہ رسالت پناہ تھی — نیچے عدو کی تیغ کے وہ بوسہ گاہ تھی
بے اذن جاتے تھے نہ ملک جس مقام میں — آئے شریر آگ لگی اس مقام میں
وہ سر کہ جس سے تاج خلافت کو تھا شرف — نیزے پہ کربلا سے گیا شام کی طرف
نیچے شقی نے تخت کے رکھوا دیا اُسے — دروازہ خراب پہ لٹکا دیا اُسے

غرض یہ امر کہ اُمّت بعد رحلت رسالت پناہؐ بموجب ان کی وصیت کے ان کے اہلبیت کی محبت پر قایم نہیں رہی بہت ظاہر ہے اس میں طول فضول ہے خود آنحضرتؐ کی حدیث جو نیچے نقل ہوئی ہے باوضح وجوہ اس پر دلالت رکھتی ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے مجالس میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ میرے دو پسر ہیں جن کو میں نے بچپن میں پالا۔ بڑے ہو کر ان کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں۔ میں نے تین امر حق تعالےٰ سے ان کے لئے مسئلت کئے دو ان سے قبول ہوئے ایک نا منظور ہوا۔ اول سوال کیا کہ یہ طاہر و مطہر رجس و گناہ سے پاک ہوں اللہ جل شانہ نے یہ درخواست میری قبول کی دوم چاہا کہ وہ اور ان کی ذریت اور ان کے دوست و شیعہ آتش جہنم سے محفوظ رہیں یہ بھی منظور ہوئی تیسرے درخواست کی کہ یہ اُمّت ان کی محبت پر اتفاق کرے یعنی سب ان کو دوست رکھیں۔ ارشاد جناب باری عز اسمہ ہوا کہ اے محمدؐ علم الٰہی میں گزر چکا ہے تقدیر جاری ہو چکی کہ ایک گروہ اس اُمّت کا یہود نصاریٰ و مجوس کے معاہدوں کو وفا کریگا۔ مگر اس ذمہ داری کا جو تم نے اپنی اولاد کے حق کی باندھا اور عہد کی ذرا سا لحاظ نہ رکھیگا۔ لاجرم میں نے بھی واجب کیا ہے کہ ہرگز ان کو اپنے محل کرامت میں جگہ نہ دونگا یعنی عنایت انکی جانب نظر نہ کروں گا اور وہ بروز قیامت میری جنت کی بو سونگھنے نہ پائینگے

محبت اہلبیتؑ مسلمانوں پر فرض ہے اور انکی عداوت حرام ہے

نور الابصار شبلنجی میں کشاف زمخشری سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا اَلَا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْاِيمَانِ اَلَا وَمَنْ مَاتَ

علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ ثم منکر و نکیر الا و من مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجھا الا و من مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ الا و من مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملائکۃ الرحمۃ الا و من مات علی حب محمد و آل محمد مات علی السنۃ و الجماعۃ الا و من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوبا بین عینیہ آئس من رحمۃ اللہ الا و من مات علی بغض آل محمد مات کافرا الا و من مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ یعنی جو شخص محبت آل محمد پر فوت ہو شہید مریگا۔ نیز جو شخص انکی محبت پر مرے نجات یافتہ گناہ بخشیدہ مریگا نیز جو کوئی ان کی محبت پر مرے تائب مریگا نیز جو کوئی محبت آل محمد پر مرے مومن کامل الایمان مریگا آگاہ رہو کہ جو کوئی ان کی محبت پر مرے اس کو پہلے ملک الموت جنت کی بشارت دیگا پھر منکر نکیر اسکو بشارت دینگے۔ نیز جو انکی محبت کے ساتھ مرے وہ جنت کی طرف ایسا خوش خوش جائیگا جیسے کہ عروس اپنے شوہر کے گھر کو خوش خوش جاتی ہے۔ نیز جو ان کی محبت پر مریگا اس کی قبر میں دو دروازہ جنت کی طرف کھولے جائیں گے۔ نیز جو ان کی محبت پر مرے اسکی قبر زیارتگاہ ملائکہ رحمت بنے گی۔ نیز جو کوئی انکی محبت پر مریگا سنت و جماعت پر مریگا۔ آگاہ رہو کہ جو کوئی بغض آل محمد پر مریگا روز قیامت میدان حشر میں آئیگا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ رحمت خدا سے مایوس ہے۔ نیز جو ان کی بغض و عداوت پر مریگا وہ کافر مریگا۔ نیز جو ان کی عداوت پر مرے بوئے جنت نہ سونگھ سکے گا۔ صاحب نور الابصار اسکے بعد کہتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ محبت اہلبیت کی واجب ہے اور بغض ان کا تحریم غلیظ حرام ہے۔ تصریح کی ہے اسکی بیہقی و بغوی نے بلکہ نص کی ہے اس کے اوپر امام شافعی نے اپنے اس قول میں ؎

یا آل بیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم الفخر انکم	من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

(ترجمہ) اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ کی طرف سے قرآن میں واجب کیگئی ہے جس کو خدا نے (ہدایت خلائق کے واسطے) نازل کیا ہے۔ تم کو عظیم فخر ہے اسیقدر کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور احمد بن حنبل و ترمذی نے نقل کیا ہے کہ علی نے کہا کہ جو کوئی محبت کرے مجھ سے اور ان دونوں یعنی حسن و حسین سے اور انکی پدر و مادر گرامی

وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔

ثواب محبت حسنینؑ بروایت دیگر

بحار میں ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا کو دیکھا کہ حسن و حسینؑ کو پیار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص ان کی اور ان کی ذریت کے ساتھ خلوص و محبت رکھے گا آتش دوزخ اس کے چہرہ کو مس نہ کرے گی ہر چند اس کے گناہ بقدر ریگ بیابان عالج ہوں۔ الا ایسا گناہ کرے کہ اس کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دے۔

بچوں سے محبت کرنا علامت ایمان ہے

مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت رسول خدا کی حسینؑ سے گرویدگی اور انکے پیار کرنے کو مشاہدہ کیا تو کہنے لگا ہم تو اپنے بچوں کے ساتھ اسقدر محبت نہیں رکھتے جسقدر آپ رکھتے ہیں فرمایا اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہوتے تو اپنے بچوں سے ویسی ہی الفت رکھتے جسقدر ہم رکھتے ہیں۔ یہودی نے آنحضرت کا باوجود اس رتبہ عالی کے یہ لطف و کرم دیکھا تو ایمان لے آیا اور کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ نیز مروی ہے کہ اقرع بن عابس طائی نے حضرت رسالت پناہ کے حسینؑ کے ساتھ شدت محبت اور بار بار پیار کرنے کو دیکھا تو بولا میرے دس لڑکے ہیں ان میں سے ایک کو بھی نہیں چومتا اور پیار کرتا ارشاد کیا مَن لَا یَرحَم لَا یُرحَم جو کسی پر نہیں پسیجتا اور رحم نہیں کرتا سزاوار ہے کہ اس پر بھی کوئی رحم نہ کرے۔ بروایتے آپ کو غصہ آیا بلکہ رنگ مبارک یہ سنکر سرخ ہوگیا اور فرمایا اگر حق تعالٰے نے خصلت رحمت تجھ سے سلب کرلی ہو تو اس کا کیا علاج ہمارے نزدیک تو جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ بڑوں کی عزت نہ کرے مسلمان نہیں۔

معافی جرم کبیر بوجہ حسن و حسین علیہما السلام

مناقب میں مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب سرور کائنات میں گناہ عظیم کا ارتکاب کیا بلکہ وہ بھی

سلہ عالج صحرائے عرب میں ایک قریہ کا نام ہے ۱۲ منہ

بخوفِ سزا روپوش ہوگیا۔ ایک دن خالی راستہ میں جا رہا تھا حسینؑ کو وہاں تنہا پاکر اٹھالیا اور شانوں پر بٹھا کر رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں بتعلق الحسنین کی پناہوں پناہ گیر ہوا ہوں حضرت انکو اپنے دو لختِ جگر کو شانوں پر لئے اور یہ فقرہ زبان سے کہتے ہوئے متبسم خنداں ہوئے بحدیکہ دستِ مبارک اپنا سنہ پر رکھ لیا اور کہا جا تو آزاد کردہ ہے اور حسینؑ سے فرمایا میرے فرزند میں نے تمہاری شفاعت اس کے حق میں قبول کی بس یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اگر ظلم کریں وہ اپنے نفسوں پر اور آئیں اس وقت وہ تیرے پاس اے نبی ہمارے استغفار کرتے ہوئے خدا سے اور رسول اُن کے لئے استغفار کرے تو البتہ پائیں گے وہ اللہ کو قبول کرنے والا توبہ کا اور رحم کرنے والا۔

وہ افضلِ قریش تھے

لیث بن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرد نے نذر کی تھی۔ ایک شیشہ روغن (خوشبودار) اس شخص کی ٹانگوں کو ملے جو افضلِ قریش ہو۔ مراد پوری ہوئی تو دریافت کیا کہ فاضل ترین قریش کون ہے کسی نے کہا محرمِ انسابِ قریش کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اس سے کہو اگر راضی ہوجائے اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ بوجہ پیری اس کے حواس برجا نہیں اس کا بیٹا موجود اسکے پاس حاضر تھا شیخ نے اپنی ٹانگیں دراز کیں کمان پر مل دو بیٹے نے کہا اے مرد شیخ پیر فرتوت ہوگیا ہے تو حسنینؑ پسرانِ رسول اللہؐ کے پاس جا کہ اس وقت افضل و اکرم قریش میں وہ ہیں۔ وہاں حاضر ہو کر ایفائے نذر بجالا۔

وہ دونوں ریحانہ رسولؐ خدا تھے

صحاح ستّہ سُنیہ مثل بخاری و ترمذی کے اور فردوس دیلمی وغیرہ میں امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا الولد ریحانة والحسن والحسین ریحانتای من الدنیا کہ پسر آدمی کے لئے بمنزلہ ریحانہ (پھول سونگھنے کی شے) ہے اور میرے ریحانے دنیا میں حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے

روایت کیا ہے ابن کوشیعہ مہدی ابن میمون نے محمد بن یعقوب سے بروایتے حضرت نے فرمایا تم دونوں ریحانہ خدا ہو۔ اور زاذان نے کہا کہ میں نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو رحبہ کوفہ میں سنا فرماتے تھے الحسن و الحسین ریحانتی رسول اللہ حسن و حسین دو ریحانہ رسول اللہ ہیں اور عتبہ بن غزوان کی روایت ہے کہ آپ نے دونوں کو اپنی آغوش میں لیا اور پیار کرنے لگے کبھی اسکو چومتے تھے کبھی اسکو کچھ لوگوں نے کہا اَتُحِبُّهُمَا یا رسول اللہ اے رسول خدا کیا ان دونوں کو آپ دوست رکھتے ہیں فرمایا مالی لا احب انھما ریحانتای من الدنیا۔ کیونکر ان سے محبت نہ کروں حالانکہ یہ دونوں میرے ریحانہ ہیں دنیا میں شریف رضی اللہ عنہ اسکے شرح میں فرماتے ہیں کہ ان کو ریحان سے تشبیہ دی کیونکہ پسر کو بھی اسی طرح سونگھتے اور اپنے سے ملاتے ہیں جیسے کہ پھولوں کو سونگھتے اور بدن سے لگاتے ہیں اور اصل ریحان ماخوذ ہے اس شے سے جس سے تروح حاصل کیا جائے اور کرب و بیچینی کی حالت میں اس سے دم راست کریں۔

حسنینؑ پشت دوش رسول اللہ پر سوار ہوتے تھے

مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ میں ہے کہ ابن لطہ نے اپنی کتاب ابانہ میں چار طریق پر سفیان ثوری ابو الزبیر جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں حاضر خدمت حضرت رسالت پناہ ہوا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ پشت مبارک پر سوار ہیں اور وہ حضرت اپنے دو گھٹنے ٹیک کر جھک رہے ہیں اور فرماتے ہیں کیا ہی اچھا ہے شتر تمہاری سواری کا اور کیسے اچھے تم دونوں سوار ہو۔ اور ابن نجیح سے روایت کی ہے کہ حسنینؑ پشت مبارک رسولخدا پر سوار ہوتے اور کہتے حل حل (یہ ایک کلمہ ہے کہ اہل عرب شتر کے ہنکانے کے وقت اس کا استعمال کرتے ہیں) اور وہ حضرت فرماتے نعم الجمل جملکما۔ اچھا شتر ہے تمہارا شتر۔ اور سمعانی نے کتاب فضائل میں اسلم مولائی عمر خطاب سے اور اس نے عمر مذکور سے روایت کی اُنھوں نے کہا کہ مینے دیکھا کہ حسنینؑ شانہ رسولخدا پر سوار ہیں مینے کہا کیا اچھا تمہارا اسپ ہے فرمایا بلکہ یہ سوار اچھے ہیں۔ اور ابن حماد نے کہا کہ آنحضرتؐ شتر کی طرح چار زانو بیٹھ گئے اور وہ دونوں آمنے سامنے منہ کرکے ان پر سوار ہوئے اس وقت فرمایا نعم الجمل جملکما۔ اور نور الابصار شبلنجی میں ہے کہ آپ کہیں جارہے تھے راہ میں دونوں صاحبزادوں کو

کھیلتے ہوئے دیکھا کھڑے ہو گئے اور گردن مبارک ان کے لئے جھکا دی اور ان کو سوار کر لیا۔ فرمایا کیا اچھی سواری تمہاری سواری ہے اور کیا عمدہ اچھے تم سوار ہو اور خرگوشی نے باسناد خود عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ حضرت تشریف رکھتے تھے حسنؑ و حسینؑ وہاں آئے آپ ان کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو پاس بلایا اور اُٹھا کر شانہائے مبارک پر سوار کیا اور فرمایا اچھی سواری ہے تمہاری اور اچھے سوار ہو تم دونوں اور تمہارے باپ تم سے بہتر ہیں۔

دیگر تفسیر ابو یوسف میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حسن حسینؑ کو پشت مبارک پر اس طرح سوار کیا کہ حسنؑ اضلاع یمین پر حسینؑ یسار پر تھے پھر فرمایا نعم المطی مطیکما و نعم الراکبان انتما وابو کما خیر منکما۔ (ترجمہ اوپر گزرا)

دیگر فتوای کی روایت ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ آپ گھٹنوں اور دست کے بل چلتے ہیں اور حسنینؑ کو پشت مبارک پر سوار کیا ہے اور فرماتے ہیں اچھا شتر ہے تمہارا اور اچھے سوار ہو تم دونوں۔ بنیاد اعتقاد ؎

یہ دونوں بھائی خاصۂ پروردگار ہیں ✦ یہ دونوں گلشن نبوی کی بہار ہیں
یہ دونوں لاڈلے ہیں رسول کریم کے ✦ یہ دونوں گوشوارے ہیں عرش عظیم کے
بوسے لیا کئے ہیں نبیؐ ان کے صبح شام ✦ اُشتر بنے ہیں ان کے لئے سیدالانام
ریحان ہیں یہ دونوں گلستان خلد کے ✦ سردار ہیں یہ دونوں جوانان خلد کے

فرشتے نے بعض صحابہ کے مس سے انکار کیا

مناقب میں کتاب معالم سے نقل ہوا ہے کہ ایک فرشتہ بشکل طائر آسمان سے نازل ہوا اور رسول اللہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر بلقب نبوت آنحضرتؐ پر سلام کیا پھر امیرالمومنینؑ کے ہاتھ پر بیٹھا اور وصایت کے نام سے ان پر سلام کیا۔ بعد ازاں حسنینؑ کے ہاتھوں پر آیا اور خلافت کے پتے سے ان دونوں پر سلام کیا اس وقت حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ تو فلاں کے ہاتھ پر کیوں نہ بیٹھا۔ عرض کی میں اس زمین پر نہیں بیٹھتا جس پر معصیت الٰہی ہوئی ہو تو اس ہاتھ پر کیونکر بیٹھوں جس سے چالیس سال عصیان خدا ہوتا رہا ہو۔

فضیلت مخصوص جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام

مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں ابوہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے کہا ہم لوگ خدمت اقدس حضرت رسالت پناہ میں حاضر تھے کہ امام حسنؑ وہاں آئے حالانکہ سخاب[1] کی ہیکل آپ کے گلوئے مبارک میں پڑی تھی۔ اور آنحضرتؐ کی گود میں لیٹ گئے آپ نے دامن پیراہن اٹھالیا اور ان کے جسم مبارک کو چومتے تھے اور عمر بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو راہ میں دیکھا کہ امام حسنؑ سے کہتے تھے کہ مجھے وہ مقام دکھاؤ جہاں کے رسول خدا بوسے لیتے تھے۔ انھوں نے اپنا شکم مبارک برہنہ کیا ابوہریرہ نے ناف مبارک آنجناب کو تقبیل کیا۔

اعمش نے کہا کہ حسنؑ و حسینؑ دو گرانقدر ماشیاء یعنی جن دانش یا دنیا و آخرت سے دو آفتاب نیم روز ہیں اور دو ماہ کامل شب دیجور اور دو کھف تقوے اور دو قرۃ العین دنیا اور دو شیر جنگ آور دو تلوار شدت اور دو والی نیزوں کے۔ واعظ نے کہا درود و رحمت کاملہ ہو خدا کی اوپر سیدین سندین شہیدین رشیدین محمودین المعصومین مظلومین مقتولین غریبین امامین عالمین عابدین شمسین قمرین درتین فرقدین الاکرمین امام حسنؑ و حسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہما کے

بعضے از مکارم اخلاق و محاسن عادات امامین علیہما السلام

جناب محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ امام حسینؑ از روئے تعظیم امام حسنؑ کے سامنے بات نہ کرتے تھے اور جناب محمد بن حنفیہؓ امام حسینؑ کا ادب کرتے اور ان کے آگے لب کشا نہ ہوتے۔

تعلیم وضو بطرز نیکو

مشہور ہے اور کتب معتبرہ میں مذکور کہ دونوں شاہزادے ایک پیرمرد کے پاس سے گزرے جو بیٹھا وضو کر رہا تھا انھوں نے اس کا وضو کرنا دیکھا ازبسکہ درست وضو نہ کر سکا تو فکر ہوئی کہ کس طرح اس کو

---

[1] سخاب بروزن کتاب گردن بند سے جو گل پوتوں وغیرہ سے گوندھ کر بناتے ہیں یا ایک تاگے میں خرزات یعنی مہرے پرو کر لڑکوں اور لڑکیوں کے گلے میں ڈالتے ہیں ۱۲ منتہی الادب

تعلیم وضوئ صحیح فرمائیں پس ایک جزوی مسئلہ پر اختلاف کرکے بیٹھ گئے اور فرمایا اے شیخ ہم وضو کرتے
ہیں تم ہمارے حکم رہتے اس کو دیکھ کر حکم کر دیکہ ہم سے کس کی وضو صحیح ہے۔ اس نے قبول کیا حسینؑ
وضو کرنے لگے بوڑھا دیکھ رہا تھا فارغ ہو کر پوچھا کس کا وضو صحیح ہے پیر مرد سمجھ گیا۔ بولا صاحبزادو
تم دونوں کا صحیح ہے البتہ اس بوڑھے غلام جاہل ناتمام ہی کا وضو صحیح نہ تھا جس نے آج
تمہاری بدولت اس کی تصحیح کی توفیق پائی اب توبہ کرتا ہوں آئندہ اسی طریق حق پر کاربند ہونگا
اور تمہارا شکر گذار ہونگا کہ بایں طرز لطیف مجھ سے جاہل کو ہدایت کیا۔ جزاکما اللہ خیراً۔ امامین ہمامین
اس نفیس طرز عمل ہے کہ انکے اب وجد کی کسر نفسی وخالص وموثر تعلیم کا نتیجہ ہے اس زمانے کے
تند وتنک مزاج اہل علم اپنے طریق ہدایت کا مقابلہ کریں اور جہاں تک اس میں اصلاح کی ضرورت
پائیں درست فرمائیں۔

ایوبؑ نبی اور حسنینؑ

حضرت ایوبؑ پیغمبر کی مدح میں کہا گیا ہے نعم العبد ایوب کیا ہی اچھا ہے بندۂ خدا
ایوبؑ اور حسنؑ وحسینؑ کے لئے کہا نعم المطیۃ مطیتکما ونعم الراکبان انتما
کیا ہی اچھی سواری ہے تمہاری اور کیسے اچھے سوار ہو تم دونوں۔ اور آنحضرتؐ نے امت سے
کہا تھا ان لم تؤمنوا بی فاعتزلون اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے اپنے سے جدا کر دو۔ علیٰ ہذا
حسینؑ نے اشقیائے کوفہ کو کہا میرے قول کی تصدیق نہیں کرتے تو مجھے ایک طرف پڑا رہنے دو
میرے قتل سے باز آؤ۔

پاجامہ کا بھیگ کر خراب ہونا دین کے خراب ہونے سے بہتر ہے

کافی میں ابو سعید تمیمی سے روایت ہے اس نے کہا میں نے حسنؑ حسینؑ کو فرات میں پاجاموں سمیت نہاتے
دیکھا عرض کی اے فرزندان رسولؐ آپ نے پاجاموں کو خراب کر لیا۔ فرمایا اے ابو سعید پاجاموں
کا خراب ہونا دین کے خراب ہونے سے بہتر ہے پانی میں بھی ویسے ہی مکان و باشندے ہیں جیسے
زمین کے اور بعض سکنائے آب سے ویسا ہی پردہ لازم ہے جیسا زمین والوں سے۔ پھر فرمایا تو نے کہاں کا
ارادہ کیا عرض کی اس دریا کو دیکھ شور کی جانب ہوں تاکہ اس کا شور وتلخ پانی نوش کروں برائے علاج

اس مرض کے کہ مجھ کو عارض ہے امید وار ہوں کہ میرا شکم اس پانی سے اصلاح پذیر ہو۔ فرمایا ہم کو تو اس پانی سے جسے اللہ تعالےٰ نے ملعون کیا کسی کے لئے امید شفا نہیں تحقیق کہ طوفان نوح میں حق تعالیٰ نے آسمان کا پانی زمین پر برسایا تو بعض چشمہائے زمین سے اس میں تصب کیا اور نہ لیا حق تعالےٰ نے اسے تلخ و شور کر دیا اور لعنت کی اس سے پرہیز کرو اسے فرمایا اے ابو سعید تو اس پانی کی طرف جاتا ہے جسنے ہماری ولایت سے انکار کیا۔ تحقیق حق تعالےٰ نے ہماری ولایت کو تمام اقسام آب پر عرض کیا جسنے اس کو قبول کیا شیریں و طیب ہوا جس نے انکار کیا شور و تلخ ہو گیا۔

خیرات لینا تین حالت میں روا ہے

نیز کافی میں ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک بار حسنینؑ کوہ صفا پر بیٹھے تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ فرمایا خیرات لینا تین صورتوں کے بغیر حلال نہیں۔ دَیْنٌ مُوجِعٌ اَوْ غُرْمٌ مُقطِعٌ اَوْ فَقْرٌ مُدْقِعٌ قرضہ جو باعث درد و ایذا ہو یا نقصان عظیم جو بیچین کرے یا افلاس و فقیری کہ ذلیل و رسوا کرے بتا ان تین صورتوں سے کوئی صورت عارض ہے۔ عرض کی ہاں ہے۔ دونوں بزرگواروں نے کچھ کچھ دیا۔ سائل اس سے پہلے عبد اللہ بن عمرؓ و عبد الرحمن بن ابی بکرؓ سے سوال کر چکا تھا انھوں نے بھی اسے کچھ دیا تھا۔ مگر یہ سوال مذکور اس سے نہیں کیا تھا اب اس نے ان کے پاس واپس جا کر کہا کیا بات ہے کہ تم نے بوقت عطا یہ باتیں مجھے تعلیم نہ کیں جو حسنینؑ علیہما السلام نے بتائیں انھوں نے کہا انھما غُذیا بالعلم غذاءً وہ علم کامل سے بہرہ یاب ہوئے ہیں۔

حسنؑ و حسینؑ بجا ہی لے کہ مال چھوڑتے قرضدار فوت ہوئے

پھر کافی میں آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ امام حسنؑ نے دنیا سے رحلت کی تو قرضدار تھے۔ امام حسینؑ شہید ہوئے تو قرضدار تھے۔ اور ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے ابو جعفر محمد باقرؑ سے روایت کی کہ امام حسینؑ نے شہادت پائی تو ان کے اوپر اس قدر قرض تھا کہ امام زین العابدینؑ نے ایک جائداد دین اللہ میں فروخت کر کے قرضہ ادا کیا اور وعدے وفا ہائے وانا قول رسول اللہ نے بھی اپنے بعد کوئی مال جائداد

نہیں چھوڑی اور امیر المومنینؑ سے بوقت شہادت کل سات سَو درہم باقی رہے تھے جو آپ نے خادم کی خرید کے لئے رکھے تھے۔

محاسنِ اوصافِ مخصوصۂ حسنِ مجتبیٰؑ

فصیح لکھنوی غنوی نان و نمک میں فرماتے ہیں ؎

اے قلم تحریر کر مدحِ حسنؑ — شہرۂ آفاق ہے خلقِ حسنؑ
ہے وہ سردارِ جوانانِ بہشت — سروِ سرسبزِ گلستانِ بہشت
جد پیمبرؐ باپ سلطانِ عرب — اللہ اللہ کیا حسب ہے کیا نسب
فاطمہؑ زہرا کے دامن میں پلا — منہ سے منہ نانا پیمبرؐ نے ملا
مسندِ عز و شرف کا صدر ہے — آسمانِ سروری کا بدر ہے
نائبِ حیدرؑ امامِ مجتبیٰؑ — زبدۃ الاخیار سبطِ مصطفیٰؐ
خُلق اس کا خلق میں مشہور ہے — اور یونہی اخبار میں مذکور ہے

بعضے از سیر پسندیدۂ آنحضرتؑ از زبانِ امام زین العابدینؑ

کتاب امالی میں مفضل بن عمر سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے باپ نے اپنے پدر عالیقدر امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا حسنؑ اپنے زمانہ میں عابد ترین مرد تھے اور سب سے زیادہ زاہد اور تمام سے علم و فضل میں بڑھے ہوئے تھے۔ حج کو جاتے تو پیادہ پا تشریف لے جاتے اور بیشتر اوقات برہنہ پا ہوتے۔ موت کو یاد کرتے تو روتے۔ قبر کو یاد کرکے گریاں ہوتے۔ بعث و نشور و مرور بر پل صراط کا خیال کرکے بیقرار ہو جاتے نیز عرضِ اعمال پیشِ حق جل و علیٰ کا ذکر کرکے ایسی چیخ مارتے کہ بیہوش ہو جاتے۔ نماز کو کھڑے ہوتے تو بند بند بدن اقدس کا خوفِ خدائے عز و جل سے لرزجاتا تھا۔ بہشت و دوزخ کو یاد کرکے بیتاب ہو جاتے جنت کا خدا سے سوال کرتے اور آتش جہنم سے پناہ مانگتے۔ تلاوت قرآن میں جب پڑھتے یا ایھا الذین امنوا تو فرماتے لبیک اللّٰھم لبیک ہاں حاضر ہوں اے پروردگار میرے حاضر ہوں

کسی حالت میں یادِ خدا سے غافل نہ رہتے۔ کلام کرنے میں تمام آدمیوں سے بڑھ کر صادق اللہجہ تھے اور سب سے زیادہ فصیح گویا۔ ایک مرتبہ معاویہ سے کہا گیا اگر حسنؑ سے مجمع عام میں خطبہ پڑھواؤ تو ان کا کندزبانی کا عیب سامعین پر آشکارا ہو جائے۔ اس نے حضرت سے عرض کیا کہ منبر پر جا کر کچھ وعظ و پند کرو۔ آپ نے ایسی فصاحت و بلاغت سے خطبہ کہا کہ معاویہ کو خوف ہوا کہ مبادا لوگ مفتون ہو کر فتنہ و فساد نہ پیدا ہو جائے بولا اے ابو محمدؑ اتر آؤ جسقدر کہہ چکے ہیں کافی ہے۔ یہ خطبہ و دیگر کلمات و کلام آنحضرتؑ آئندہ ابواب میں ذکر ہونگے۔ مجملاً آپ کے فضائل بے انتہا ہیں اور محاسن اوصاف لاتعد ولاتحصے۔ قلم کی طاقت نہیں کہ حیزِ تحریر میں لائے اور زبان گویا ان کے بیان سے عاجز ہے۔ آپ بے شبہ اپنے زمانے میں بے عدیل و نظیر تھے اگر آپ کا نظیر و مثیل تھا تو فقط سبط اصغر ابو عبداللہ الحسینؑ تھے۔ صاحب روضۃ الصفا نے ترجمہ مستقصی سے یہ اشعار یہاں نقل کئے ہیں

اگر عمرے بیارائم سخن را * نشاید گفتن نعتِ حسنؑ را
سخن گیرم کہ از حد در گذشت است * سزائے وصفِ اخلاقِ حسنؑ نیست
سخن گر بگذرد از چرخِ اخضر * ہنوز از قدر او باشد فروتر
سخن را گر بعلیین رسانم * رسانیدن بقدرش کے توانم
کمالش گرچہ نزد ماست ظاہر * زبان ماز وصفِ اوست قاصر
دو گیتی را وجودش زیب و زین است * نظیر او اگر گوئی حسینؑ است

یہاں سے علیحدہ علیحدہ کرائم اخلاق و شرائف عادات کا ذکر ہوتا ہے۔

سخاوت

فیاضی و سیرچشمی آنحضرتؑ کی معروف و مشہور ہے کسی کو اس میں جائے کلام و شبہ کا مقام نہیں آپ بیشک سخی ابن سخی تھے۔ کوئی سو دو سو ہزار پانسو دیتا ہوگا آپ نے تمام اساس البیت نقد و جنس ایک مرتبہ نہیں بارہا سائلوں کو بخشدیا۔ گھر سے گھر والوں سمیت نکل آتے اور اجازت عام ہو جاتی کہ جسکا جس شے کو جی چاہے لیجائے۔ افواہ عام میں آج تک مذکور ہوتا ہے۔ خرج من مالہ مرتین وقاسم اللہ ثلث مرات۔ دو مرتبہ سارے مال و اسباب کو چھوڑ کر علیحدہ

ہو گئے۔ اور حق تعالے کے ساتھ تین مرتبہ اپنے مال و اسباب کا مقاسمہ یعنی نصفا نصفت کیا بجد یکہ نعلین مبارک سے ایک پوائی رکھ لیتے دوسری راہ خدا میں دیڈالتے وبعض خُفّا دیسات خُفا دو موزوں میں سے ایک موزہ دیتے ایک رکھ لیتے۔

پچاس ہزار درہم پانچسو دینار کا عطیہ

آپ کی بے نظیر سخاوت سے ہے کہ کسی نے سوال کیا۔ حضرت نے اس کو پچاس ہزار درہم اور پانچسو دینار عطا فرمائے اور فرمایا حمال لاکر مال لوالیجا و حمال آیا تو طیلسان یعنی چادر خاصہ اس عطیہ پر مزید کی کہ یہ اس کی حمالی میں دینا۔ اور کشف الغمہ میں یہ روایت اس سے مبسوط تریوں وارد ہوئی ہے کہ سائل نے سوال کیا تو ارشاد فرمایا اے شخص تیرے سوال کا حق میرے نزدیک عظیم ہے۔ پس جسقدر دینا تجھ کو ضرور جانتا ہوں اور تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں اسکو میرے پاس کا موجودہ مال کفایت نہیں کرتا پس اگر تو یہ تھوڑا ہی قبول کرے اور زیادہ کے لئے زحمت نکرے تو بہتر ہے۔ اس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں تھوڑا ہی قبول کرونگا۔ اور حضرت کی عطا و بخشش کا شکر گزار ہونگا۔ اور بہر حال حضرت کو معذور رکھونگا۔ تب آپ نے اپنے وکیل کو بلاکر اس کے اخراجات کا حساب لیا حتی کہ کوڑی کوڑی خرچ کی جوڑلی اس وقت فرمایا بتلاؤ تین لاکھ درہم میں کیا باقی رہا عرض کی پچاس ہزار فرمایا اور وہ پانچسو دینار کہاں گئے عرض کی وہ علیحدہ میرے پاس خزانہ میں فرمایا سب کو لے آؤ اس نے تمام زر سرخ و سفید حاضر کیا سائل کو فرمایا کہ تمام کو اٹھالیجاؤ اور حمالوں کی اُجرت کے لئے چادر اپنے اوڑھنے کی اور عطا کی گھر کے لوگوں اور آزاد کردوں نے کہا ہمارے پاس خرچ کو ایک درہم بھی باقی نہیں فرمایا لیکن میں اللہ تعالے سے اجر عظیم کا امیدوار ہوں۔

علی ہذا ایک اعرابی نے سوال کیا فرمایا جو کچھ خزانے میں ہے اسے دیدو۔ بیس ہزار دینار وہاں پائے گئے تمام اعرابی کو بخشدئے۔ اعرابی بولا اے مولا میرے اب ضرورت نہیں رہی کہ میں کسی کی مدح و ثنا میں اطراء و مبالغہ کرکے اس کے آگے دست سوال دراز کروں۔ اس پر آپ نے یہ اشعار بلیغ پڑھے۔

نحن اناس نوالنا خضل | يرتع فيها الرجاء والامل
تجود قبل السوال انفسنا | خوفاً على ماء وجه من يسل
لو علم البحر فضل نائلنا | لغاص من بعد فيضه خجل

یعنی ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری عطاو بخشش ایک مرغزار ہے۔ جہاں امید و رجاچر کر بھی شکم پری کرتے ہیں ہمارے طبائع سوال کرنے سے پہلے جود و بخشش کرتے ہیں تاکہ سائل کو اپنی آبروریزی کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر بحر اعظم کو ہمارے بذل و سخاوت کی زیادتی کا حال معلوم ہو تو باوجود اپنے فیض عام کے خجالت و شرم سے خشک ہو جائے۔

انصاف مظلوم از خصم ظلوم وغشوم

بحار میں ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس سرو چمن جناب امام حسن میں عرض کی کہ اے پسر امیرالمومنین میں تم کو اپنی خدائے وحدہ لاشریک کی قسم دیتا ہوں جسنے محض از روئے انعام نہ کسی شفیع و سفارشی کے کہنے سے یہ نعمت عطا کی ہے۔ یعنی ایسا جاہ و جلال و عزت و اقبال بخشا ہے کہ آپ میرے دشمن سے میرا انصاف کریں کہ وہ ایسا ظالم و غاشم ہے کہ نہ شیخ کبیر کا ادب کرتا ہے نہ طفل صغیر پر رحم کھاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت تکیہ لگائے بیٹھے تھے درست ہو بیٹھے اور فرمایا من خصمك حتی انتصف لك منه اے شخص وہ تیرا ایسا کون دشمن ہے جس سے تیرا انصاف کروں عرض کی وہ فقیری و تہیدستی ہے۔ یہ سنکر تھوڑی دیر سر جھکائے سوچتے رہے۔ پھر سر اُٹھا کر خادم کو آواز دی حاضر ہوا تو فرمایا جو روپیہ پیسہ تیرے پاس موجود ہے سب لے آ اُس نے پانچہزار درہم حاضر کیے فرمایا اس شخص کو دیدو۔ پھر فرمایا تجھے دی وسیع دو جن قسم جو تونے مجھے دی دیکر کہتا ہوں کہ جب تیرا وہ ظالم غاشم دشمن تجھے آکر ستائے تو تو ہمارے پاس اس کی دادخواہی کو چلے آئیو پھر ہم تیرا انصاف کرینگے

ایکدستہ ریحان نذر کرنے پر آزادی کنیز

انس بن مالک نے کہا ایک کنیز مملوکہ حضرت نے ایک بار دستہ پھولوں کا آپ کی نذر کیا حضرت نے اسے یہ انعام دیا کہ قید غلامی سے ہمیشہ کے لئے آزاد فرما دیا انس نے کہا میں نے اس مقدمے میں کلام کیا تو فرمایا حق تعالے نے ہمکو یہی تعلیم کیا ہے وہ سبحانہ فرماتا ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منها الخ

جب تمکو کوئی تحفہ دے یا درود و سلام پہنچائے تو اس سے بہتر تحفہ اسے دو۔ اور اسکے تحفہ یعنی گذشتہ سے بہتر اسکے لئے آزادی سے بہتر کوئی تحفہ نہ تھا۔ آپکا ارشاد ہے ؎

ان السخاء علی العباد فریضۃ ۔۔۔ للہ یقراء فی کتاب محکم
وعد العباد الاسخیاء جنانہ ۔۔۔ واعد للبخلاء نار جہنم
من کان لاتبدی یداہ بنائل ۔۔۔ للراغبین فلیس فی الاسلم

(ترجمہ) بے شک سخاوت کرنا فرائض بندگان سے ہے خدا کی طرف سے محکم قرآن میں پڑھا جاتا ہے اللہ نے بندگان سخاوت پیشہ کے لئے باغہائے بہشت کا وعدہ کیا ہے اور بخیلوں کے واسطے آتش جہنم مہیا کی ہے جسکے ہاتھ خواستگاران بود و بخشش پر بخشائش نہیں کرتے وہ مسلمان نہیں۔ نیز آنحضرتؑ کا ارشاد ہے ؎

خلقت الخلائق من قدرۃ ۔۔۔ فمنھم سخی ومنھم بخیل
واما السخی ففی راحۃ ۔۔۔ واما البخیل فحزن طویل

تمام خلقت قدرت خالق بیچوں سے مخلوق ہوئی ہے بعض ان میں سخی ہیں بعض بخیل۔ اور لیکن اسخیا راحت و آرام میں ہیں۔ اور لیکن بخلا کے لئے غم و حزن طولانی مہیا ہے

سخاوت میں معاویہ سے مقابلہ

آپ کی ہمت عالی سے تھا کہ معاویہ ایک بار مدینہ آیا اور اپنی سیر چشمی و فیاضی کا اہل حجاز پر سکہ جمانا چاہا۔ درہم و دینار کی تھیلیاں آگے رکھکر بیٹھ گیا شرفا و بزرگان شہر سے جو کوئی آتا پانچہزار درہم لیکر ایک لاکھ تک دیتا آخر میں امام حسنؑ بھی اس سے ملنے گئے بولا اے ابو محمد تم اس لئے دیر کر کے آئے کہ کچھ باقی نہ رہے اور مجھ کو قریش کے آگے بخیل و کنجوس بناؤ پس مال کے خرچ ہو جانے کا انتظار کرتے رہے۔ اے غلام حسنؑ کو اسقدر دو جتنا کہ آج تمام اہل مدینہ پر بٹنے قسمت کیا ہے اور یہ کہا کہ میں پسر ہند ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا لا واللہ مجکو اس کی احتیاج نہیں اور تمام عطیہ تجھ کو ہبہ کرتا ہوں وانا ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ معاویہ سے ایسی عادو دہش ظاہر ہو تو بعید نہیں ایک بڑے حصہ روئے زمین کا مالک تھا کروڑوں اربوں کے روزانہ وارے نیارے ہوتے تھے۔ مگر یہاں سلطنت

نہ مال آپ کا خزانہ فقط توکل بخدا رذوالجلال تھا۔ سچ ہے تونگری بدل است نہ بمال نیز آپ کی عمر یادلی سے تھا کہ ایک مرتبہ شام میں وارد تھے پسر ہند نے ایک فرد اشیاء وامتعۂ والبسۂ نفیسہ کی نکال کر سامنے رکھدی کہ یہ اشیا تمہاری نذر ہیں۔ وہاں سے اُٹھنے لگے تو ایک خادم نے کفش مبارک جھاڑ سنوار کر آگے رکھی آپ نے وہ فہرست اس خادم کے حوالے کی کہ یہ جملہ اشیاء وصول کرلے تیرا مال ہے۔

اشتر سواری کی بخشش

مبرّد نے کامل میں نقل کیا ہے کہ مروان حکم نے کہا میں امام حسنؑ کی سواری کے ایک خچر پہ مفتون تھا چاہتا تھا کہ کسی طرح اس کو حاصل کروں بن عتیق نے یہ معلوم کرکے کہا اگر مجھے یہ اشتر دلوا دو تو میری فلاں فلاں حاجتیں تم سے متعلق ہیں ان کو روا کردینا۔ کہا میں ضرور تیری حاجت روائی کرونگا (غالباً مروان اس وقت معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا) کہا تو جب سب لوگ جمع ہوں تو میں محامد مفاخر قریش بیان کروں گا اور امام حسنؑ کے ذکر سے عمداً سکوت کرونگا تو میرے تئیں ملامت کرنا لوگ اکھٹے ہوئے اور اس نے مناقب قریش ذکر کرنے شروع کئے مروان نے جیسا مقرر ہوچکا تھا تو کہا کہ تم قریش کے فضائل کہتے ہو۔ اور ابو محمدؑ کا ذکر زبان پر نہیں لاتے آجکل جو رتبہ قوم میں انکو حاصل ہے دوسرے کو نہیں ابن عتیق نے کہا یہاں ذکر شرفا کا ہے۔ انبیاء کا مذکور ہوتا تو پہلے ان کا ذکر کرتا اسکے بعد حسنؑ اُٹھے اور باہر آکر سوار ہوئے تو ابن عتیق پیچھے پیچھے ساتھ آیا آپ نے اسے دیکھا تو تبسم کناں فرمایا الک حاجۃ کیا تم کو کوئی حاجت ہے عرض کی ہاں اس خچر پر سوار ہونیکی تمنا رکھتا ہوں حضرتؑ نے سُنا تو اس سے اُترے اور خچر اسکے حوالے کیا۔ درست کہا ہے کہنے والے نے الکریم اذا خادعتہ انخدع کریم کو جب دھوکا دینا چاہو تو وہ دھوکہ میں آجاتا ہے تخفیفی تمام ہوئی روایت میری حقیر مولف عرض کرتا ہے۔ ابن عتیق کا یہ خیال کہ دھوکہ دیکر میں نے خچر حاصل کیا اور راوی کا یہ گمان کہ آپ نے بمقتضائے مثل مذکورہ دھوکہ کھا کر اشتر ابن عتیق کو عنایت کیا دونوں باتیں باطل ہیں اور آیہ شریفہ ان بعض الظن اثم کی مصداق بات اتنی ہے کہ ایک شخص نے آپ کے آگے اسکی خواہش ظاہر کی آپ نے بموجب اپنی سخاوت جبلی اور فیاضی کے اس سے اُتر کر باگ اسکے ہاتھ میں دیدی۔ بھبے گگروں کو راہ خدا میں آئے دن لٹانے والے لاکھوں کے خیرات کرنے والے کے نزدیک خچر چیز ہی کیا تھی مع

قریشی کی غلطی ہے جو یہ سمجھا کہ میں نے حضرت کو تمیوں والا فقرہ کہکر دھوکا دیا اور اشرحال کیا استغفر اللہ
ولنعم قال الشاعر المتنبی ے

ویعظم فی عین الصغیر صغارہا   وتصغر فی عین العظیم العظائم

چشمہائے مردمان کوچک میں اُن کی چھوٹی اور ادنےٰ باتیں بڑی معلوم ہوتی ہیں اور بڑے آدمیوں
کی نگاہ میں ان کے عظیم کاربار ادنےٰ و حقیر سمجھے جاتے ہیں۔

دیگر عطیات وہبات آں دریائے سخاوکانِ جود و عطا

صحیح بخاری سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص نے حسن ابن علی سے ایک دیت (خونبہا) کا جو اس پر واجب
تھا سوال کیا آپ نے اس کو دیدیا۔ ایک اور مرد نے سوال کیا آپ نے چار سو درہم کا اس کے لئے
حکم دیا بجائے درہم کے چار سو دینار رقم ہو گئے اس سے کہا گیا لیکن اس نے پرواہ نہ کی اور چار سو
درہم کے بجائے چار سو دینار لے لئے اور کہا ہذا من سخائہ یہ ان کی سخاوت ہے کہ چار سو درہم کہیں
اور چار سو دینار لکھدیں حضرت نے یہ سُنا تو چار ہزار کا اور اس کی نسبت حکم دیا۔

دیگر مسجد الحرام مکہ میں کسی کو سُنا کہ پردہ ہائے خانۂ کعبہ سے لپٹا خدائے تعالیٰ سے دس ہزار
درہم مانگ رہا ہے گھر آ کر دس ہزار درہم بھیج دیئے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ کھانا نوش فرما
رہے تھے۔ سلام کر کے بیٹھ گئے فرمایا علٰیحدہ کیوں بیٹھے۔ ہمارے پاس آؤ اور کھانے میں شریک ہو کھانا تو
کھانے ہی کے لئے ہے۔

دیگر ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی میں نے رسول خدا کی نافرمانی کی کہا تو نے
بُرا کام کیا۔ کیا نافرمانی کی۔ کہا حضرت کا ارشاد ہے لا یفلح قوم ملکت علیھم امرأۃ وہ قوم
فلاح نہ پائیگی جو عورت کو اپنے اوپر فرمانروا بنائے میں نے اپنی زوجہ کو اپنا صاحب امر و حکومت
بنا لیا اس نے مجھے ایک غلام کے خریدنے پر مامور کیا چنانچہ میں نے اس کی خاطر خرید لیا۔ مگر وہ میرے
پاس سے فرار ہو گیا اب اس کا تقاضا ہے اور غلام اسکو خرید کر دوں۔ فرمایا ہماری تین باتوں سے
ایک بات قبول کر چاہے تو میں غلام کی قیمت تجھے دیتا ہوں وہ لے اس قدر سنکر اس شخص کو
تعجب نہ رہی لیتا صبر نہ ہو سکا حضرت دو باقی باتیں کہہ لیں تو بولوں بے اختیار بول اُٹھا بس یہی ٹھیک ہے

آگے وہ بڑھیے میں نے پہلی ہی صورت مان لی۔ حضرتؑ نے غلام کی قیمت اُسے عطا کی اور وہ لیکر چلتا ہوا

جوازِ سوال کی شرائط

بحار میں خصال ابن بابویہؒ سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان خلیفۂ ثالث سنیاں کے پاس آیا جبکہ وہ دروازہ مسجد پر بیٹھے تھے اور سوال کیا آپ نے پانچ درہم اس کو دیئے عوض کی کسی اور سخی داتا کا نشان دیجیے؟ انھوں نے چند جوانوں کی طرف جو گوشہ مسجد میں بیٹھے تھے اشارہ کیا راوی کہتا ہے کہ وہ تین کس امام حسنؑ و حسینؑ و عبداللہ ابن جعفر تھے۔ اس شخص نے جا کر ان کو سلام کیا۔ اور خواہانِ مال ہوا حسنؑ مجتبیٰ نے کہا سوال کرنا تین حال سے ایک میں روا ہے ورنہ حلال نہیں دمِ مضجع اور دینِ مقرح اور فقر مدقع کسی خون بہا کی ذمہ داری جو کام سے بٹھا دے۔ یا قرضہ کا فکر جو دل کو مفروح و مجروح رکھے یا فقر و درویشی جو کہ ذلیل و رسوا کرے۔ تجکو ان سے کون سی صورت پیش آئی جو سوال کرتا ہے۔ عرض کی انہی تین باتوں سے ایک میرے سوال کرنے کی باعث ہوئی ہے امام حسنؑ نے پچاس دینار کا اس کے لئے حکم دیا۔ حسینؑ نے انچاس کا اور عبداللہ بن جعفر نے اڑتالیس دینار کا۔ وہ مرد یہ گرانبہا عطیات لیکر چلا تو دوبارہ عثمان کے پاس سے گذرا۔ پوچھا کیا پایا۔ کہا تم نے جو دیا تھا دیا الا تحقیق نہ کیا کہ کیا ضرورت آکے پڑی۔ صاحب وفرہ[1] نے مجھے ہدایت کی کہ سوال کرنا تین صورتوں سے ایک کے بدوں حلال نہیں جب ان میں سے ایک کا اظہار کیا تو ایک نے پچاس دوسرے نے انچاس تیسرے نے اڑتالیس دینار عطا کئے۔ یعنی اُنھوں نے اعطاء اموال کے ساتھ ایک مسئلہ ضروری بھی سوال کرنے کے متعلق تعلیم کیا جو تم نے نہیں کیا تھا خلیفہ صاحب نے کہا ان کی برابر کون ہو سکتا ہے انھوں نے پورے طور سے خطم علم کیا ہے اور جمل حکمت و بذل و سخا کے صاحب ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ شرح کلمہ فطموا العلم فطماً میں فرماتے ہیں ای قطعوہ من الغیر قطعاً وجمعوہ لا نفسهم جمعاً یعنی علم و سخا کو اوروں سے جدا کیا ہے اور اپنے لئے دونوں کو خاص کر لیا ہے۔

---

[1] وفرہ وفور سے مشتق ہے بمعنی زیادتی کے یہاں مقصود بالوں کی زیادتی ہے جو امام حسنؑ کے زیرِ گوش تک چھچھے ہوئے تھے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

ردِ سوال سے آپکو حیا مانع تھی

شیلنجی مصری نور الابصار میں کہتے ہیں کہ امام حسنؑ سے کہا گیا کہ آپ سائل کو خالی جانے نہیں
دیتے گو آپ کے اوپر اس وقت فاقہ ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خود درگاہ کبریا کا گدا
ہوں شرم آتی ہے کہ آپ گدا ہو کر کسی گدا کو نا کام اپنے پاس سے رد کروں۔ نیز حق تعالیٰ کی
عادت ہے کہ ہمیشہ مجھ پر فیضان عطاء کرتا رہتا ہے اور میں نے عادت کی ہے کہ اس سبحانہ کی عطا و
نعمات کو اسکے بندوں پر قسمت کرتا ہوں پس ڈرتا ہوں کہ میں اپنی عادت کو اسکے بندوں کے
ساتھ ترک کردوں وہ اپنی عادت میرے ساتھ ترک کردے۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جسکا حاصل مطلب
یہ تھا کہ مرد کے لئے بہترین اوقات وہ ہے جبکہ اس سے سوال کیا جائے۔ لہٰذا میرے پاس سائل
آتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں اور مرحبا کہکر اسے نزدیک بلاتا ہوں۔ فی الواقع آنحضرتؑ کو ہرگز گوارا
نہ تھا کہ سائل ان کے در سے محروم پھرے۔ نزول ہل اتیٰ کے موقع پر خیال کیجئے کہ تین روز متواتر
افطار کے وقت سائل آتے رہے چھوٹے بڑے برابر متفق ہو گئے کہ اپنا آذوقہ اٹھا کر ان کو دیتے
اور روزے پر روزہ رکھتے۔ حضرت امیر المومنینؑ کے بارے میں خوب کہا ہے۔

گوارا بر ور ردّ سائل نبود ، ولے ردّ خورشید مشکل نہ بود

ایک نرالے ڈھنگ سے سائل کی حاجت براری

نیز نور الابصار میں ہے کہ ایک روز جناب حسنؑ تشریف رکھتے تھے ایک سائل آکر خواستگار عطا ہوا
اس وقت قلیل و کثیر سے کچھ حاضر نہ تھا اور حیا مانع تھی کہ سائل کو خالی ہاتھ جانے دیں بحال دلسوزی
فرمایا اے شخص میں تجھے ایک تدبیر بتلاتا ہوں اس سے امید ہے کہ کافی نفع تجھ کو ہو جائے خلیفہ
کے پاس جا اس کی بھتیجی بیٹی مر گئی ہے جس کے غم میں تمام کاروبار چھوڑ بیٹھا ہے تو جا کر بدیں عبارت
جو کہ تجھ کو بتلاتا ہوں تعزیت کر چونکہ پہلے کسی نے اس طرح تعزیت نہیں کی وہ ضرور تجھے جائزہ
بخشے گا۔ عرض کی کیا عبارت ہے ارشاد ہو۔ فرمایا اس سے کہنا الحمد للہ الذی سترھا بجلوسہا
علیٰ قبرھا ولا ھتکھا بجلوسھا علیٰ قبرہا۔ خدا کا شکر ہے جس نے اس کی پردہ پوشی کی اس

کہ تو اس کی قبر پر بیٹھا اور اسکی پردہ دری نہ کی اس سے کہ وہ تیری قبر پر بیٹھتی۔ وہ مرد خلیفہ (غالباً معاویہ) کے پاس گیا اور بعبارت مسطورہ اس کی تعزیت کی۔ اس پر اس کا اثر ہوا اور غم والم اس کا دور ہوا اور اسکے لئے معقول انعام کا حکم دیا۔ پھر کہا تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں راست کہنا کیا یہ کلام تیرا ہے۔ کہا نہیں فلاں نے تعلیم کیا ہے۔ کہا سچ کہتا ہے اس فصاحت وہی گھرانہ معدن ہے۔ یہ کہکر مزید جائزہ کا حکم دیا کذا فی کنز المدفون راقم الحروف کہتا کہ یہاں تک پہنچکر ہم صرف ایک حکایت معروف آپ کے بذل وبخشش کی اور نقل کرتے در بحث سخاوت آنجناب کو ختم کرتے ہیں۔

حکایت پیرہ زن بدویّہ

کشف الغمہ میں ابوجعفر مدائنی سے حدیث طولانی میں ذکر ہوا ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفرؓ حج کو جارہے تھے اثنائے راہ میں اپنے سامان سفر و ملازمان سے جدا ہوگئے۔ گرمی کا موسم تھا بھوک پیاس نے غلبہ کیا۔ شعب جبل پر ایک خیمہ دکھائی دیا وہاں گئے تو پیرزن بدویہ اسمیں اس سے پانی طلب کیا۔ ایک بکری کی طرف کہ گوشۂ خیمہ میں کھڑی تھی اشارہ کرکے بولی اسکو اور جو کچھ دودھ ہو اس سے دوہ لو۔ انھوں نے دودھ کر جو قدر قلیل تھا نوش کیا۔ پھر کھانے اخواہش ظاہر کی عجوزہ نے کہا یہی بکری میری کائنات ہے اس کو ذبح کرو میں طعام تیار کردوں گی انھوں نے بکری کو ذبح کیا بڑھیا اس کا گوشت کباب کردیتی تھی وہ کھاتے تھے تا آنکہ سیر ہوکر قیلولے کے لئے لیٹ گئے۔ دن ڈھلے ٹھنڈا وقت ہونے پر اٹھے اور سوار ہوگئے چلتے ہوئے کہا ہم قبیلہ قریش سے ہیں حج کو جارہے ہیں خیریت سے وطن میں واپس آئیں تو تم ہمارے مدینہ میں آنا تمہارے ساتھ سلوک ہونگے اتنا کہکر چلے گئے شام کو عورت کا شوہر آیا اور ذبح ہونے کی کیفیت سنکر بہت جھنجلایا۔ بروایتے بوڑھی عورت کو زدوکوب کیا کہ ایک ہی بکری پاس تھی اس کو ایسے اشخاص کی خاطر ذبح کرڈالا جن کو جانتی بھی نہیں کہ کون تھے۔ پھر کہتی کہ کچھ لوگ قریش سے تھے۔ اس موقع کے بعد کچھ عرصہ گزرنے پر بدوی مفلس ہوگیا تو وہ دونوں مدینہ جانے پر مجبور ہوئے وہاں جاکر محنت و مزدوری کرنے لگے اور اس سے پیٹ پالتے دن کو صحرا

جاتے اور سرگین شتران چن کر جمع کرتے اور شام کو بستی میں لاکر اُسے فروخت کرتے ایک قدر حسن مجتبیٰ
دولت خانہ میں تشریف رکھتے تھے عورت آپ کے سامنے سے گزری آپ نے اسے پہچانا عورت
آپ کو نہ پہچانتی تھی لہٰذا آگے بڑھ گئی حضرتؑ نے آدمی بھیجکر اسے بلوایا۔ حاضر ہوئی تو فرمایا اے
امت خدا مجھ کو پہچانتی ہو کہا نہیں فرمایا میں وہی ہوں کہ راہ حج میں فلاں مقام پر معہ دو دیگر
سواروں کے تمہارا مہمان ہوا تھا۔ بڑھیا بولی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اب میں بھی حضرتؑ نے
حکم دیا کہ ایک ہزار بکری باموال صدقہ سے خرید کر اسے دیجائیں اور ایک ہزار دینار اسے نقد عطا کئے
اور اپنے غلام کے ہمراہ اپنے بھائی امام حسینؑ کے پاس بھیجا حضرت ابو عبداللہ نے دریافت کیا کہ ابو محمد
ہمارے بھائی نے تم سے کیا سلوک کیا عرض کی ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار عنایت کئے۔ فرمایا
اسی قدر ہماری طرف سے بھی اس کو دیا جائے اور اپنا آدمی ساتھ کر کے عبداللہ بن جعفر طیار کے
پاس بھیجا انھوں نے پوچھا حسنین علیہما السلام نے کیا جائزہ و انعام بخشا عرض کی دو ہزار بکری و دو
ہزار دینار عبداللہؓ نے فرمایا تو دو ہزار بھیڑ بکری اور دو ہزار دینار ہماری طرف سے دیئے جائیں
اور کہا تو پہلے میرے پاس آتی تو ان کی پیروی نہ کرتا بلکہ زیادہ دیتا غرض زن مہ دیہ چار ہزار دینار
اور چار ہزار بھیڑ بکری کا عظیم الشان عطیہ لیکر اپنے شوہر کے پاس گئی اور زن و شوہر ہمیشہ کے لئے غنی
ہو گئے۔ صاحب کشف الغمہ اس کی نقل کے بعد کہتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور ہے اور دفاتر مناقب
آنحضرتؑ میں مسطور اور آپکے مآثر میں ماثور ہے میں نے پیشتر اس کو ایک اور روایت سے نقل کیا تھا۔ اسمیں
یہ تفاوت ہے کہ تینوں حضرات کے ساتھ اس سفر میں اہل مدینہ سے ایک اور شخص بھی شامل تھا اور یہ
کہ وہ عجوزہ اول عبداللہؓ جعفر کے پاس آئی انھوں نے کہا پہلے ہمارے دو سید و سردار امام حسن و حسین
کے پاس جاؤ تو وہ حسنؑ زکی کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے ایک سو شتر اسے عطا کئے پھر ابو عبداللہ
الحسینؑ کے نزدیک گئی انھوں نے ایک ہزار بکری مرحمت فرمائی۔ پھر عبداللہؓ جعفر کے پاس آئی تو
انھوں نے عطائے حسنینؑ سے خبر پاکر کہا میرے آقاؤں نے شتر بھیڑ بکری سے تجھے فارغ البال
کر دیا ہے میرا کام باقی ہے یہ کہکر ایک لاکھ درم نقد عطا کئے بعد ازاں وہ اس مدنی کے گھر گئی
جو ان بزرگواروں کا ہمسفر تھا اس نے کہا میں ان بہرہائے سپہر سخاوت و شرافت کا کیا مقابلہ کر سکتا
ہوں ان کے جائزے کا عشر عشیر بھی نہیں دے سکتا خیر اپنی بساط کے موافق میں بھی کچھ دونگا

پس کچھ آرد گندم و جو کسیقدر زبیب انگور خشک یعنی کشمش عطا کئے بوڑھی بندی عورت یہ اموال اشغال و دواب و مواشی لیکر اپنے گھر گئی۔

ایک نئی قسم کی خرید و فروخت

عمرو عاص نے کچھ اشعار جن کی تعداد آٹھ تھی اور جو کتب مناقب میں نقل کئے گئے ہیں مدح و منقبت اہل بیتؑ اطہار و حیدر کرار غیر فرار میں کہے تھے۔ نیز جنگ صفین کے دنوں میں ایک روز شام ہو کر لڑائی ملتوی ہوئی اور فریقین اپنے مقر و مقام کو آرام کرنے کو گئے تو معاویہ نے علی علیہ السلام کی شجاعت کا بیان بہت شد و مد سے کیا عمرو عاص حاضر تھا بولا ۔

ومناقب شهد العدو بفضلها   والفضل ما شهدت به الاعداء

یہ شعر اور انھیں مزید ہو کر نو ہو گئے اور تین شعر اور دریافت ہوا کہ آج اس بارے میں کہے چونکہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مدح و منقبت اہلبیتؑ میں ایک بیت کہے گا اس کے لئے ایک بیت دگھر جنت میں بنے گا۔ عمرو عاص کو بہشت جانا نہ تھا۔ ایک روز امام حسنؑ نے اس سے کہا اے پسر عاص یہ بارہ شعر بیچتا ہے کہا مضائقہ نہیں پس حضرتؑ نے بارہ ہزار درہم دیکر وہ بارہ شعر اس سے خرید لئے۔

بر رُخے از عبادات حسن مجتبیٰؑ

نماز آنحضرتؑ۔ مناقب ابن شہر آشوب میں کتاب روضۃ الواعظین سے نقل کیا ہے کہ حسن بن علی جب وضو کرتے تو ان کے جوڑ بند کانپ جاتے اور رنگ مبارک زرد ہو جاتا کسی نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا کہ یا ابن رسول اللہ یہ کیا حالت آپ کی ہو جاتی ہے۔ فرمایا جو کوئی پروردگار عالم مالک لوح و قلم کے سامنے کھڑا ہو۔ حق ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اعضاء و مفاصل پر لرزہ چھا جائے مروی ہے کہ جب مسجد کے دروازے پر پہنچتے تو سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فرماتے الٰهی ضيفك ببابك يا محسن قد اتاك المسيئ فتجاوز عن قبيح ما عندي بجميل ما عندك يا کریم۔ خداوندا تیرا مہمان تیرے دروازے پر حاضر ہے اے احسان کنندے بدکار گنہگار تیرے پاس آیا ہے پس میری قبیح باتوں سے بوجہ اپنے جمیل و نیک خصائل کے در گزر کر اے صاحب لطف و کرم

اور کتاب فائق سے نقل کیا ہے کہ وہ حضرتؑ نماز فجر سے فارغ ہوتے تو طلوع آفتاب تک کسی کے ساتھ کلام نہ کرتے۔ ہر چند لوگ چاہتے کہ اپنی ضرورات کی بابت حضرتؑ سے بات کریں۔

دیگر کمال الدین ابن طلحہ اپنی کتاب فصول المہمہ میں لکھتے ہیں کہ عبادت تین قسموں پر منقسم ہے بدنیہ و مالیہ اور مرکب ان دونوں سے عبادت بدنیہ جیسے صوم و صلوٰۃ و تلاوت قرآن کریم و دیگر اوراد و اذکار اور مالیہ مثل زکوٰۃ، خیرات، مبرات و دیگر صلات اور مرکب دونوں سے مانند حج و جہاد و عمرہ کے پس اس میں شک نہیں کہ حضرت امام حسنؑ ان تینوں قسموں میں حظ وافر و بہرۂ کامل رکھتے تھے لیکن نماز و روزہ و اذکار و اوراد آنحضرتؑ کے پس معروف و مشہور ہیں اور السنہ ثقات پر مذکور اور صدقات و صلات میں حافظ ابو نعیم نے وثوق و صحت کے ساتھ اپنے معتبر راوی سے باسناد معتبر خود حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے کہ آنحضرتؑ نے دو بار اپنے جملہ مملوکات سے دست بردار ہو کر راہ خدا میں خیرات کیا تین بار خدائے تعالےٰ کے ساتھ اپنے اموال و اسباب میں مقاسمہ فرمایا یعنی آدھا ان سے رہنے دیا نصف باقی راہ خدا میں تصدق فرمایا حتی انہ کان یعطی نعلاً۔ یہاں تک کہ جفت پاپوش سے ایک جوتی رکھ لیتے دوسری خیرات کرتے۔ لیکن عبادات مرکبہ دو قسمین پس حافظ مذکور نے بسند خود حلیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے مجھ کو پروردگار عالم سے شرم آتی ہے کہ اس کی ملاقات کیلئے مکان پر جاؤں اور سوار ہو کر جاؤں پس بیس مرتبہ مدینے سے مکہ تک حج و عمرہ کو پیادہ پا جاتے۔ کونسا زہد و تقویٰ و خوف خدا اس سے زیادہ ہوگا۔ صاحب کشف الغمہ نقل عبارت مذکورہ بالا فصول المہمہ کے بعد کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کے فضائل و فواضل اور ان کے مکارم و نوافل و زہد و عبادت و تقوےٰ و طہارت جن پر آپ کی عادت جاری تھی و سیرت و سریرت میں داخل ہو چکے تھے مشہور و معروف ہیں۔ دشمنوں نے ان کے اخفاء و استتار میں کیا کیا نہ کوششیں کیں فھل یخفی النہار لذی عینین کہیں روشنئ روز روشن مرد بینا دونوں آنکھوں والے سے چھپی رہتی ہے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ آپ کے پیادہ پائی کے حجات کی تعداد باختلاف ذکر ہوئی ہے حلیۃ الاولیاء میں جیسا اوپر گزرا بیس حج بتلائے گئے مگر مناقب ابن شہر آشوب کی روایت میں جو حضرت صادق علیہ السلام سے بصحت نقل کی گئی پچیس ۲۵ کہے گئے بعض روایات میں پندرہ تک بھی ذکر ہوئے۔ درست تعداد کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ آپ ادب خداوندی اسی میں جانتے تھے

اس کے بیت معظم کی زیارت کو پیادہ پا جائیں بلکہ بموجب بعض روایات بعض اوقات بر
تے تھے۔ نجائب شتران ہمراہ ہوتے مگر آپ ان پر سواری نفرماتے بعض اسفار میں قافلہ حجاج کے
راہ اتفاق سفر ہوا اور پیادہ رواں ہوئے تو بوجہ اپنی علوشان وسمو مکان جس کے پاس سے گز
ادی سے اُتر کر پیادہ ہو جاتا۔ حتیٰ کہ سعد وقاص امیر قافلہ کہ مرد مسن تھا اور پیادہ روی اس پر سخت
چلنے پر مجبور ہوا تو حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوا کہ حجاج میں ضعفا و کمزور اشخاص کثر
اور کسی کو یارا نہیں کہ آپ پیادہ پا چلیں اور وہ سوار ہوں اس لئے ملتمس ہوں کہ حضور سوار ہو
فرمایا ہم نے نذر کی ہے کہ پیادہ پا حج کریں اس لئے سوار نہیں ہو سکتے یہ کہکر قافلہ سے جدا ہو کر دو
رے ہو لئے۔ مگر سوار نہ ہوئے۔

پا ہائے مبارک اِس سفر میں ورم کر جاتے مگر سوار نہ ہوتے

ایک بار حج سے فراغت پا کر مدینہ کو واپس آ رہے تھے کہ چلتے چلتے پا ہائے مبارک ورم کر گئے بعبعت
دہ پائی کے علاوہ اسوقت برہنہ پا بھی ہوں۔ غلام سے کہا منزل پر پہنچو تو ایک مرد ملیگا جسے
ملیگا اس سے روغن خرید لینا۔ اس سے تیل لیکر پاؤں پر مالش کی اس وقت چلنے کی توانا
ائی۔ یہ روایت خرائج الجرائح میں اس سے مبسوط تر نقل ہوئی ہے اور یہ آئندہ باب معجزات میں مذکور
اس سے ظاہر ہے کہ نہ تھا کہ جانے ہی میں پیادہ روی کا التزام نہ تھا واپسی میں بھی سوار نہ ہوئے تھے
اور ہرچند پے در پے رفتار روز مرہ کے سفر سے پاہائے مبارک ورم کر جاتے تب بھی سوار نہ ہوتے
اور بجائے سواری معالجہ کرتے اور افاقہ پا کر پیروں سے چلنا شروع کر دیتے۔ فصلواۃ اللہ علیہ وعلی
جدہ وابیہ وامہ واخیہ صلواۃ دائما ابداً۔

تاسف معاویہ بر حرمان از حج پیادہ پائی

حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر سے اور انھوں نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے
ام حسنؑ کا انتقال ہوا تو معاویہ نے کہا مجھکو کسی امر پر اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا اس پر ہوا کہ کبھی مجھے
پیادہ پا حج کرنے کی توفیق نہ ہوئی حالانکہ حسنؑ نے پچیس ۲۵ حج پیدل کئے۔ اشتران خوب سواری کے

آپ کے ہمراہ چلتے گروہ سوار نہ ہوتے اور پیادہ پا جاتے انتہٰی۔ معاویہ پیادہ پا کیونکر حج کرتے جبکہ
بددعائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ اَللّٰھُمَّ لَاتُشبِعہ پر وہ دو گلہاں کو سیر نکرنا اس کی جوع البقر بقدر
بڑھ گئی تھی کہ برابر کھائے جاتے تھے اور اسکی وجہ سے شکم اتنا عظیم ہو گیا تھا کہ کھڑے نہ ہو سکتے بیٹھے
بیٹھے خطبہ کہتے کھڑے ہوتے تو بے اختیار گوز صادر ہو جاتا جس کے اوپر ایک مرتبہ صعصعہ بن صوحان
عبدی نے ان کی خبر لی تھی تو ایسا شخص پیادہ پا کیونکر حج کر سکتا ہے اور اس تمنا کا اظہار بھی محض نگی
ریا وحسد جبلی کا مقتضا تھا نہیں تو آپ صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ کی اصلاً پروا کرنے والے تھے۔

برخے از حلم وبردباری آں سرورؑ

مروان لعین سے آپ کو بار بار ایذائیں پہنچیں جنکو بحلم وسکون برداشت فرماتے۔ راویان ثقات
کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اس مردود نے رو در رو حضرتؑ کو سب وشتم کیا۔ فارغ ہوا تو فرمایا اگر جو کچھ
تو نے کہا راست و درست ہے تو خدا اس صداقت کی جزائے خیر دے۔ دروغ وکذب ہے تو اُن کا
کی طرف سے اس جھوٹ کا بدلہ پائیگا۔ اور قسم خدا کی کہ انتقام خدا میرے انتقام سے بدرجہا شدید تر
ہے۔ دیگر تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ حسنؑ ومروان کے درمیان کچھ کلام تھا اس کی دوران
میں وہ مردود سخت وسست باتیں آپ کو کہنے لگا حضرتؑ خاموش سنتے رہے کہ اس کی ناک سے
رطوبت آئی بائیں ہاتھ سے ناک پکڑ کر اسے صاف کرنے لگا۔ حضرتؑ نے فرمایا وہجلت تجھے معلوم نہیں
کہ داہنا ہاتھ منہ کے لئے ہے بایاں اعضائے اسفل کے لئے اُف لک۔ مروان خاموش ہو گیا۔ بروایتے
فرمایا واللہ لا امحو عنک شیئاً خدا کی قسم میں ذرا تجھ سے در گذر کرنے والا نہیں الا تجھ کو حوالے
بخدا کرتا ہوں کہ وہ سبحانہ تجھ سے تیرا انتقام لیگا۔

دیگر مناقب میں ہے کہ ایک دن اس ملعون نے خطبہ کہا اور اس میں حضرت امیر المومنینؑ کا ذکر
کر کے آنحضرتؑ کی مذمت کی حضرتؑ وہاں حاضر تھے کچھ نہ بولے۔ امام حسینؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکے
مکان پر گئے اور کہا یا ابن الزرقاء تو علیؑ کی مذمت کرے اور اس کو ناگوار باتیں سنائیں پھر حضرتؑ
کی خدمت میں آ کر کہا تمہارے سامنے باپ کی مذمت ہوئی تم چپ رہے اور چپکے سنا کئے فرمایا وہ مردود
صاحب تسلط وحکومت ہے جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے میں کیا کہہ سکتا تھا۔ باوجودیکہ زندگی میں

آنحضرت کو وہ ملعون برابر ایذا دیتا تھا۔ مگر تشییع جنازہ میں شریک تھا۔ مدائنی نے جویریہ بن
اسماء سے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ نے وفات پائی اور جنازۂ آنحضرتؑ کا دفن کو لیچلے تو مروان حمل جنازے
میں شریک تھا (غالباً یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ روضۂ رسول اللہؐ سے دفن کئے بغیر جنت البقیع کو
لے چلے تھے کیونکہ روضۂ جد امجد آنجناب پر جنازہ لیجانے کے وقت جو مروان لعین نے اسکی مخالفت
کیا وہ معروف ہے اور آئندہ بحث دفن آنحضرتؑ میں مذکور ہو گا) کسی نے کہا اس وقت تو ان کا
جنازہ اٹھاتا ہے اور کل زندگی میں حضرت تیرے ہاتھوں غم و غصہ کے گھونٹ پیتے رہے ہیں تو
کہنے لگا میں وہ باتیں اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو ازن جملہ الجبال جسکا حلم پہاڑوں کے ہم وزن
تھا یعنی وہ کوہ حلم و وقار تھے۔

حکایت شامی بیباک دریدہ دہن

مبرد نے کامل میں نقل کیا ہے۔ نیز ابن عائشہ سے روایت ہوا ہے کہ امام زمن جناب حسنؑ ایک
روز سوار جا رہے تھے ایک شامی آپ کو با ایں شکوہ و شان دیکھکر کھڑا ہو گیا اور حسد و عداوت سے
آپ کی مذمت کرنے اور (معاذ اللہ) لعن کرنے لگا۔ آپ اس کا کلام ملالت انجام سنتے رہے۔ جب وہ
سرائی سے فارغ ہوا تو بروئے خنداں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سلام کیا اس کے اوپر اور فرمایا
اے شیخ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس شہر میں پردیسی نو وارد ہے اور شائد میری شناخت بھی تجھ پر مشتبہ
رہی۔ مال کی حاجت رکھتا ہے تو تجھ کو مال دوں دینی ہدایت کا خواہاں ہے تو راہ دین بتلا دوں
سواری کی ضرورت ہو تو شتر اسب استر حاضر ہے۔ کپڑا چاہئے کپڑا موجود ہے غرض جس قسم کی
اعانت درکار ہو عمل میں لاؤں تاکہ تو غنی ہو جائے۔ بہتر ہے کہ اپنا سامان اٹھوا لائے اور ہمارے
مہمانخانے میں چلا آئے جس وقت تک یہاں ٹھہرنا چاہے ہمارا مہمان رہے کیونکہ ہمارا مکان فراخ
اور جملہ اسباب آرام و آسائش وہاں موجود ہیں مال کثیر و ذریعہ عظیم مہیا ہے۔ شامی یہ کلام عطوفت
انضمام آنحضرتؑ کا سنکر رو دیا۔ اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم خلیفۂ خدا ہو زمین پر اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ
یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت و پیغامبری قرار دے۔ آج تک تم
اور تمہارے باپ میرے نزدیک دشمن ترین خلائق تھے اس وقت سے احب خلق ہو گئے۔ یہ کہہ کر

آپ کے دولتخانے پر چلا آیا اور جب تک مدینہ میں رہا حضرتؑ کا مہمان رہا اور آپؑ کا دوست شیعہ ہوگیا۔

کلام میمنت انجام آنحضرتؑ

آپ کا دل آویز کلام تسخیر قلوب کا کام دیتا تھا زبیر بن بکار و ابن عونؒ نے عمیر بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں نے کسی کلام کرنیوالے کا کلام نہیں سُنا کہ حسنؑ بن علیؑ کے کلام سے محبوب تر ہو جب وہ حضرت بات کرتے تو گویا منہ سے پھول جھڑتے اور بے اختیار دل یہ چاہتا تھا کہ آپ بولتے جائیں اور میں مُستفید ہوں۔ نیز میں نے کبھی ان کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ فحش کا نہیں سُنا الا ایک مرتبہ کہ عمر بن عثمان اور آنحضرتؑ کے درمیان ایک قطعہ زمین پر خصومت تھی امام حسینؑ نے ایک صورت مصالحت پیش کی عمرو اس پر رضامند نہ ہوا اُس وقت آپ نے کہا الیس لعمرو عندنا الا مارغم انفہ ہمارے پاس عمرو کے لئے کچھ نہیں مگر وہ امر جس سے اسکی ناک رگڑی جائے۔ یہ شدید ترین کلمہ فحش کا تھا جو آنحضرتؑ سے میرے سننے میں آیا۔ اللہ اکبر۔ آپ کے حالات و معاملات کو زندگی بھر کے جانچنے والے جنہوں نے ہر غیظ و غضب کے وقت کا لحاظ رکھا یہ کہتے ہیں کہ بڑے سے بڑا فحش کا کلمہ کہ ایک پشتینی دشمن کے مقابلے میں غصہ کے وقت زبان مبارک سے نکلا تو رغم انف تھا جو فقط ایک لفظ تہدید ہے فحش ہو نہیں سکتا۔ پس تہذیب کلام یہاں پر حد کو پہنچ گئی۔

حسنِ معاشرت

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک شخص حضرتؑ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ حالانکہ باہر جانے کو تیار تھے فرمایا اے شخص تو اس وقت ہمارے پاس آیا جبکہ ہم اُٹھکر کہیں جانے والے تھے۔ اب تو کہے تو جائیں ورنہ نہیں سبحان اللہ اس وسعت اخلاق کو دیکھا جائے ایک عام آدمی کے ساتھ یہ سلوک کر باہر جانے کی اجازت مانگی جاتی ہے۔

عفت و پاکدامنی

منقول ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر قافلے کے ایک جانب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بادیہ

ایک عورت حسین و جمیل آکر سامنے کھڑی ہو گئی۔ نماز کو باختصار تمام کیا اور اس سے پوچھا کوئی حاجت رکھتی ہے۔ کہا آرزوئے وصال آں فرخندہ خصال میں بے چین ہوں ! اٹھو اور کام دل مجھ سے حاصل کرو کیونکہ اس تمنا میں مسافت بعید طے کرکے یہاں پہنچی ہوں اور قید احصان سے آزاد ہوں فرمایا دور ہو میرے سامنے سے چاہتی ہے کہ بروز قیامت تیرے ساتھ میں بھی جہنم میں جھونکدیا جاؤں مگر عورت اسی طرح اظہار شغف و فریفتگی کئے جاتی تھی۔ تا اینکہ حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا عیاذ ایلیک حق داشتے ہو مجھ پر میرے پاس سے دور ہو۔ بدویہ آپ کو گریاں دیکھکر خود بھی رونے لگی۔ امام حسینؑ ادہر آئے اور دونوں کو مشغول بکا دیکھکر وہ بھی گریاں ہوئے۔ پھر تو یہ تار بندھا کہ جو کوئی آتا رونے میں ان کا شریک ہو جاتا۔ یہاں تک آواز گریہ و بکا اس مجمع سے بلند ہوئی اور لطف یہ کہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس گریہ کا باعث کیا ہے پس زن بدویہ اٹھکر ایک طرف کو چلتی ہوئی اور اور لوگ بھی متفرق ہو گئے۔ اس صحبت کو عرصہ گذر گیا حضرت امام حسینؑ ابو عبد اللہ از روئے اجلال و تعظیم برادر معظم اصلاً اس کی بابت پوچھ نہ سکے کہ کیا معاملہ تھا۔ راوی کہتا ہے کہ بہت دنوں کے بعد ایک شب جبکہ حسن مجتبیٰ سو رہے تھے یکبیک گریاں بیدار ہوئے امام حسینؑ موجود تھے پوچھا کیا بات ہے کیوں آپ روئے۔ فرمایا ایک خواب دیکھا عرض کی کیا خواب ہے ارشاد فرمایئے حضرتؑ نے کہا کسی کے آگے اس کا ذکر نہ کرنا جبتک کہ میں زندہ ہوں کہا بہتر۔ فرمایا میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اوروں کی طرح ان پر نظر کرنیکو آگے بڑھا تو ان کا جمال بے مثال دیکھکر رونے لگا۔ میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے برادر میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم کیوں روئے۔ کہا مجھکو تمہارا زن عزیز کی مصیبت میں مبتلا ہونا اور زندان میں جاکر قید کی مشقت اٹھانا اور تمہارے باپ یعقوبؑ کی تمہاری جدائی میں بیقراری و گریہ و زاری یاد آئی اس لئے گریاں ہوا۔ فرمایا تم کو زن بدویہ کے واقعہ پر کہ مقام ابوا میں پیش آیا تعجب نہ ہوا یعنی زن بدویہ سے تمہارا ابتلا میرے زن عزیز کے ابتلا سے کم نہ تھا بڑھکر تھا کیونکہ وہ بقول خود شوہر دار تھی بدویہ اس سے آزاد تھی

تواضع و انکسار

مناقب میں ہے کہ ایک روز کسی راہ سے جا رہے تھے ایک مقام پر کچھ فقیر بیٹھے ہوئے منہ میں روٹی کے ٹکڑے رکھتے جاتے تھے روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے آپ کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا ابن رسول اللہ تشریف لایئے اور ہمارا

کھانا کھا رہے ہیں ہمارے ساتھ شرکت فرمائیے یہ استدعا انکی سنکر سواری سے اتر پڑے اور فرمایا ان اللہ لا یحب المستکبرین غرور کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا پس ان کے ساتھ جھک کر کھانے لگے سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا ببرکت شرکت آنحضرتؑ بحال خود باقی تھا۔ بعد ازاں آپ نے ان کو مدعو کیا حاضر ہوئے تو کھانا کھلایا اور تمام کو پارچائے پوشیدنی اپنے پاس سے مرحمت کرکے رخصت فرمایا فصیح لکھنوی نے باختلاف یسیر اس روایت کو اس طرح نظم کیا ہے۔ ؎

ایک دن اسوار جاتے تھے حسنؑ — کرتے تھے جھک جھک کے مجرا مرد و زن
اک جگہ پر جمع کچھ مجذوم تھے — اکل میں مشغول وہ مغموم تھے
دیکھ کر شہ کو کیا سب نے سلام — اور کہا کچھ نوش کیجے یا امام
اتفاقاً صوم سے تھے شاہ دیں — ہنس کے فرمایا کہ اے یا مومنیں
تم کو خالق دے زیادہ نوش جاں — صوم سے ہوں ورنہ ہوتا میہماں
ساتھ انکے دل میں گزرا یہ خیال — دل شکستہ ہیں انھیں ہوگا ملال
یعنی ہم سے انکو ہے اجتناب — نوش اس باعث نہیں کرتے جناب
آہ جو دم دل میں گزرا یہ خیال — رحم آیا ان پہ حضرتؑ کو کمال
شرم کے مارے خمیدہ ہو گئے — گڑ گئے اور آبدیدہ ہو گئے
سر اٹھا کر پھر کہا اے دوستاں — شام کو ہو تم ہمارے میہماں
الغرض شب کو انھیں مہماں کیا — ساتھ کھانا ان کے نوش جاں کیا
کچھ نہ حضرتؑ نے کیا پاس مرض — جبر کسر قلب تھا شہ کو غرض

روایت مناقب میں فقط فقرا مذکور ہیں ان کے جذامی ہونیکا ذکر نہیں نیز وہاں صوم کا عذر اور اس کی وجہ سے کھانے سے امتناع و انکار ہے۔ بیاں بے تکلف شریک طعام ہونے اور کھانا باقی رہنے کا معجزہ نیز مناقب میں ضیافت طعام کے ساتھ عطائے لباس ملبوس مزید ہے فصیح کا بیان اس سے خالی ہے۔ بہر کیف روایت مناقب پر سوال وارد ہوتا ہے کہ صدقہ آنحضرت پر حرام ہے۔ خاصکر امام حسنؑ کے دہن مبارک سے ان کے جد امجد رسول اللہ نے خرما صدقہ نکلوا کر پھنکوا دیئے تھے۔ تو پھر آپ نے خیراتی شدہ فقراء کے ساتھ جھک کر کیونکر نوش کئے جواب اس کا یہ ہے کہ صدقہ درحقیقت آنحضرتؑ

حرام ہے۔ الا صدقہ اسی وقت تک صدقہ ہے کہ کوئی کسی کو خیرات میں دے۔ مگر جب وہ شخص جس کو خیرات دیجائے وہ مال اپنی طرف سے کسی کام کی اُجرت میں دے یا بطور ہدیہ دوسرے کے آگے پیش کرے تو وہ اس کے لئے صدقہ نہیں رہتا۔ ہدیہ یا مزدوری ہو جاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بریرہ کنیز آزاد کردہ عائشہ نے کچھ گوشت خام ان کو ہدیہ کیا۔ مگر عائشہ نے اسے اسی خیال سے نہ پکایا کہ صدقہ ہے رسول اللہ کو اس سے اجتناب ہے لیکن حضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا تو فرمایا اِنَّمَا لَھَا صَدَقَۃ وَلَنَا ھَدِیَّۃ بریرہ کے لئے وہ گوشت صدقہ تھا ہمارے واسطے ہدیہ ہے۔ بنا بریں ریزہ ہائے نان بھی کہ درویش کھا رہے تھے ان کے حق میں صدقہ تھے نہ کہ امام حسنؑ کے لئے۔ ان کے واسطے ہدیہ ہو گئے چنانچہ روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے کہ عام پیشہ ور کہ فقراء کے کام بناتے ہیں اُجرت میں وہی انکا خیراتی مال لیتے ہیں حالانکہ ان کو خیرات کر کے وہ مال دیا جائے تو کبھی قبول نہ کریں۔ اور مستطرف میں یہ روایت اس طرح پر وارد ہوئی ہے کہ جماعت فقراء نے جو آپ کو ان روٹی کے ٹکڑوں پر دعوت دی تو حضرتؑ اُتر کر ان کے پاس بیٹھ گئے اور کھانے سے صاف انکار کیا اور فرمایا لَوْلَا اَنَّہٗ صَدَقَۃ لَاکَلْتُ معلوم یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں البتہ تمہارے ساتھ کھا لیتا۔ پھر فرمایا ہمارے ساتھ ہمارے مکان پر چلو وہ حضرتؑ کے ساتھ گئے فَاَطْعَمَھُمْ وَکَسَاھُمْ وَاَمَرَ لَھُمْ بِدَرَاھِمْ حضرتؑ نے ان کو کھانا کھلایا اور پارچہائے پوشیدنی عطا کئے اور درہموں کا انکے لئے حکم دیا۔ لیکن مجذوموں کے ساتھ طعام میں شریک ہونا جیسا کہ مرزا فصیح کی روایت میں ہے۔ حالانکہ ان سے اجتناب کا حکم ہے فِرَّ عَنْھُمْ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ کہ ان سے اسی طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ اس مرض کے تعدی کے اندیشہ سے ہے حضرات آئمہ علیہم السلام چونکہ ایسے امراض سے کہ باعث تنفر خلائق ہیں قدرتاً محفوظ ہیں لہذا ان کو یہ اندیشہ نہ تھا تو پھر ساتھ کھانے سے پرہیز کیا۔

رقتِ قلب

بحار میں بعض کتب معتبرہ مناقب سے نقل ہوا ہے کہ نجیح نے کہا میں نے دیکھا کہ امام حسنؑ کھانا تناول فرما رہے ہیں اور ایک کتا آپ کے آگے کھڑا ہے ایک لقمہ آپ کھاتے ہیں تو دوسرا ویسا ہی کتے کو ڈالتے ہیں عرض کی کیوں اس کتے کو اپنے سامنے سے دور نہیں کرا دیتے۔ آپ طعام نوش فرماتے رہے یہ سامنے کھڑا ہوا گھور رہا ہے دو تحقیق کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ایک ذی روح میرے سامنے کھڑا ہو میں کھائے جاؤں

اور اسے نہ دوں یا دھتکار دوں۔

عفو و بخشش

ایک غلام جرم شدید کا مرتکب جو کر سزا کا مستوجب ہوا حکم دیا کہ تعزیر کیا جائے اس نے نالے کئے
زبکار اے مولا میرے میری ایک گذارش سن لیجئے حق تعالٰے قرآن میں فرماتا ہے والعافین عن الناس
یعنی آدمیوں کے گناہ معاف کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے ارشاد کیا عفوت عنک یعنی تیرا گناہ بخشا
کیا عرض کی اس کے بعد ارشاد ہے واللہ یحب المحسنین یعنی اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں
کو۔ فرمایا انت حرٌ لوجہ اللہ۔ ولکَ ضِعفَ ما کنت أعطیک تو آزاد شدہ راہ خدا ہے
اور جو کچھ حالت رقیت میں تجھ کو ملتا تھا اب اس سے دگنا ملا کریگا۔

انقطاع بر خدا و اعراض از غیر او

شبلنجی مصری نے نور الابصار میں روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کو معاویہ کے پاس سے ایک لاکھ
درہم ہر سال آتا تھا۔ ایک بار اس میں دیر ہوئی تو تنگ دستی کا احساس کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قلم دوات
منگایا کہ اس کو رقعہ لکھکر یاد دہانی کروں مگر کچھ سوچکر خاموش رہے۔ اسی رات حضرت رسولخداؐ کو خواب
میں دیکھا۔ فرماتے ہیں اے حسنؑ کیا حال ہے عرض کی اچھا ہوں اے پدر یہ کہکر مال کے آنے میں توقف
کی شکایت کی۔ فرمایا تم نے قلم دوات منگایا تھا کہ رقعہ لکھکر ایک مخلوق کے آگے اپنی حاجتمندی کا ذکر
کرو۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں نے ایسا قصد کیا تھا فرمایا اس دعا کو پڑھا کرو اللھم اقذف فی
قلبی رجاءک واقطع رجائی عمن سواک حتی لا ارجو احداً غیرک اللھم ما ضعفت عنہ
قوتی واقصر عنہ عملی ولم تنتہ الیہ رغبتی ولم تبلغہ مسألتی ولم یجر علی لسانی مما
أعطیت احداً من الاولین والآخرین من الیقین فخصنی بہ یا ارحم الراحمین فرماتے
ہیں کہ یہ دعا ایک ہفتہ میں نے پڑھی تھی کہ ۱۵ لاکھ کی رقم شام سے میرے لئے آگئی میں شکر خدا بجالایا اور
جانا کہ جو اس بجانہ کو یاد رکھتا ہے وہ اسے نہیں بھولتا اور جو اس سے مانگتا ہے اسکو خائب و خاسر
نہیں پھیرتا۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ اے حسنؑ اب کیا

حال ہے عرض کی بخیریت ہوں اور اپنی کیفیت بیان کی فرمایا اے فرزند یہی حال ہے اس شخص کا جو خلائق کی درگاہ کا امیدوار ہو اور مخلوق سے قطع امید کرے شبلنجی کہتے ہیں کہ جوہری نے بحدیث مشارق الانوار میں روایت کی ہے۔

جرأت وجلادت

بحار الانوار میں مروی ہے کہ بروز جمل امیر المومنینؑ نے ایک نیزہ اپنے فرزند ارجمند محمد بن حنفیہ کو دیا اور فرمایا کہ لشکر مخالف میں جا کر اس کو شتر عائشہ پر لگا دو۔ محمد وہاں پہنچے تو بنی ضبہ کہ اونٹ کے گرد تھے سدراہ ہوئے ہر چند سعی کی کہ وہاں تک پہنچیں فائدہ نہ ہوا رسائی نہ ہو سکی ناچار بے نیل مرام واپس آئے۔ امام حسنؑ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو وہ سنان محمد کے ہاتھ سے لے لیا اور اس طرف کا ارادہ کیا صف اعدا کو چیرتے دلیرانہ شتر عائشہ کے پاس جا پہنچے اور نیزہ اس کے جسم میں لگا کر حسب خواہش اپنے پدر عالیقدر نیزہ اس کے خون میں ڈبو کر واپس آئے اس سے آثار انفعال و رنج و ملال ناصیہ حال محمد پر مشاہدہ ہوئے جناب امیر نے اپنے فرزند دلبند کو سینہ سے لگایا اور فرمایا اے فرزند دلگیر نہ ہو کہ تو پسر علی ہے اور حسن پسر رسولؐ خدا ان کے اور تمہارے درمیان بڑا فرق ہے۔

عظمت پدر عالیقدر منظر انور آنجنابؑ

منقول ہے کہ ایک بار طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھے کہ کسی نے کہا ھذا ابن فاطمۃ الزہرا یہ فاطمہ زہرا دختر رسول خدا کے بیٹے ہیں حضرتؑ نے یہ کلام اس کا سنا تو فرمایا کس لئے تو نے پسر علی ابن ابی طالبؑ نہ کہا یعنی بجائے باپ کے ماں سے کس لئے منسوب کیا۔ فابی خیر من امی میرے باپ میری ماں سے کمتر نہیں بلکہ ان سے بہتر ہیں۔

دیگر منقول ہے کہ ایام جنگ صفین میں ایک روز چھوٹا بیٹا عمر خطاب کا عبیداللہ بن عمر کہ تیغ سطوت امیر المومنینؑ سے ڈر کر معاویہ سے جا ملا تھا، امام حسنؑ سے ملا اور بولا اے حسن میں تم کو نصیحت کرتا ہوں مانو تو اس امت پر بڑا احسان کرو یہ سارے جھگڑے قضیئے کھپ جائیں تمہارے باپ علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھ سے جو روز سیاہ عرب نے دیکھا ہے تم اس سے ناواقف نہیں انکی

تیغ براں سے ایک عالم خستہ و ناتوان ہے۔ وہ معاملات و محاربات کسی کو بھولے نہیں۔ مزید براں سب لوگ عثمان کا قاتل بھی انہی کو جانتے ہیں۔ بس اس صورت میں ناممکن ہے کہ امر خلافت ان پر راست آوے اور رعیت تہ دل سے ان کی اطاعت قبول کرے۔ تم اس طرف چلے آؤ تو ہم سب تمہارے ساتھ بیعت کر کے تم کو خلیفہ بنالیں چونکہ تم فرزند رسول خدا ہو عرب سے تمہارے مقدمہ میں کوئی اختلاف نہ کرے گا۔ اور یہ آتش فتنہ و فساد کہ مشتعل ہو رہی ہے بجھ جائے گی حضرت نے یہ طول طویل بیان اس کا سنکر فرمایا۔ اے پسر عمر کیسی باتیں بناتا ہے۔ چاہتا ہے کہ میں دین اسلام سے نکل جاؤں اور وصی برحق و خلیفہ مطلق رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو چھوڑ کر کفر صریح اپنے لئے اختیار کروں تحقیق کہ ابلیس لعین نے تجھے اغوا کیا اور نفس امارہ کے فریب میں آگیا کہ معاویہ اور اس کے کنبے قبیلہ کی دشمنی رسول اللہ کے ساتھ تو نے بھلا دی کہ بمقابلہ امیر المومنین نفس رسول رب العالمین انکی حمایت کرتا ہے۔ دور ہو میرے سامنے سے کہ میں دیکھتا ہوں کہ بہت روز نہیں گزریں گے کہ تو اپنے خون میں رنگین ہو گا اور تہ زمین تیرا مسکن و ماویٰ بنے گا۔ مکار گمراہ احمق عبید اللہ یہ سنکر ہنسنے لگا اور معاویہ کے پاس کر کہنے لگا۔ میں نے چند باتیں بنائیں تھیں کہ حسنؑ کو فریب دوں اور ان کے باپ سے جدا کر کے یہاں لے آؤں معاویہ نے کہا اے عبید اللہ حسنؑ تجھ جیسوں کے فریب میں کیوں آنے لگے انہ ابن علی وہ تحقیق پسر علی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس گفتگو کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ عبید اللہ لشکریان امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے اسی معرکہ صفین میں مارا گیا جیسا کہ یہ حقیر اس سے پہلے تہذیب المتین میں اس کا بیان مفصل لکھ چکا ہے

جو مال کہ حفظ عرض آبرو میں خرچ ہو منزلہ خیرات ہے

ایک شاعر نے جناب حسنؑ زکی کی مدح کی آپ نے کچھ مال سے عطا کیا تو اسے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ شاعر کو کہ بہتان اٹھاتا اور نافرمانی خدا کرتا ہے۔ یہ عطیہ زیادہ ہے فرمایا اے بندہ خدا سب سے اچھا مال وہ ہے جسے آدمی اپنے عرض آبرو کی حفاظت میں خرچ کرے تحقیق کہ اپنے تئیں شر سے بچانا ابتغاء خیر کی ایک قسم ہے

—•>(※)<•—

غیبت کرنا اور سننا دونوں برابر ہیں

ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا ابن رسول اللہ فلاں شخص آپ کو بہ بدی یاد کرتا تھا۔ یہ کلام اس کا ناگوار خاطر عاطر ہوا۔ فرمایا اے بندۂ خدا تو نے مجھکو تعب و تکلیف میں ڈالا اب حق تعالےٰ سے اسکے اور اپنے دونوں کے لئے استغفار کروں گا۔ اس کے لئے تو اس سبب سے کہ غیبت کا مرتکب ہوا اور اپنے واسطے اس سے کہ اسکی برائی کو سنا حدیث میں وارد ہے السامع احد المغتابین سننے والا غیبت کا دو غیبت کرنیوالوں سے ایک ہے۔

شان و شکوہ آنحضرتؑ

مناقب میں اریح محمد بن سخاق موسخ سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ کے بعد کسی کو وہ فخر نصیب نہیں ہوا جو حسن بن علیؑ کو حاصل تھا دولت سرا کے دروازہ پر مسند ڈالی جاتی اگر آپ بیٹھ جاتے تو راہ گیروں کو حوصلہ نہ ہوتا کہ آگے سے گذر جائیں۔ رعب جلال حضرتؑ راستہ بند ہو جاتا۔ آپ کو یہ حال معلوم ہوتا تو اٹھکر گھر میں چلے جاتے اس وقت آمد و رفت خلائق جاری ہوتی۔ مکہ کو پیادہ جاتے کبھی قافلہ کا ساتھ ہوتا تو جو کوئی حضرتؑ کو دیکھتا سواری سے اتر جاتا حتیٰ کہ سعد و قاص کو بھی اکثر تبہ پیادہ ہونا پڑتا تھا۔ واصل بن عطا کا قول ہے کہ حسن بن علیؑ میں سیما انبیاء و بہار ملوک جھلکتے تھے۔

مروی ہے کہ کسی نے کہا ان فیک عظمۃ یا ابن رسول اللہ حضرتؑ میں بزرگی و عظمت ہے فرمایا عظمت نہیں مجھ میں عزت ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ عزت صرف خدا کے لئے ہے اور اس کے رسولؐ کے اور مومنین کے لئے۔

رعب و تاثیر در دل اعدا

جنگ جمل فتح ہوئی اور ام المومنین عائشہ مع دیگر بندیان معرکہ قتال نظر بند ہو کر بصرہ میں عبد بن خلف خزاعی کے مکان میں ٹھہرائی گئیں تو امیر المومنینؑ نے عبد اللہ بن عباس اپنے برادر ابن

آپ کے پاس بھیجکر پیغام دیا کہ تہیہ سفر کرکے جلد روانہ مدینہ سکینہ ہو۔ اور جس مکان میں رسول خدا چھوڑ گئے ہیں اور حق تعالٰے نے اپنے قول وقرن فی بیوتکن میں وہاں ٹھہرنے اور اس سے باہر نہ نکلنے کی تاکید فرمائی قیام کرے مگر عائشہ جانے پر راضی نہ ہوئی تھی ناچار ابن عباس نے بے نیل و مرام واپس آکر کیفیت بیان کی امیرالمومنینؑ نے بنفس نفیس ان کے پاس جاکر فہمائش کی۔ سود مند نہ ہوئی۔ آخرش حضرتؑ نے گل گلزار امامت وسرو جویبار عظمت وطہارت جگر بند رسولخدا جناب حسن مجتبیٰ کو اس کے پاس بھیجا سید سردار جوانان بہشت نے جاکر پیغام پہنچایا۔ صاحب روضۃ الاحباب جمال الدین بن عطاء اللہ محدث نے ان الفاظ میں یہ پیغام رسانی ادا فرمائی ہے۔ "حسنؑ آمد وگفت امیرالمومنینؑ میفرماید بداں خدائیکہ شگافت دانہ را وبیافرید آدم فرزانہ را کہ اگر دو زمان تجہیز سفر مدینہ نہ پردازی پیغامی بتو فرستم و تمانیہ کنم برامرے کہ کیفیت آنرا تو نیک دانی انتہٰی۔ راوی کہتا ہے کہ عائشہ اس وقت اپنے سر میں کنگھی کررہی تھیں نصف سر جانب یمین میں شانہ کرچکی تھیں نصف یسار باقی تھا کہ امام حسنؑ نے پیغام مذکور اسکو پہنچایا۔ نصف سر کو شانہ کئے بغیر چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوگئیں۔ اور کنیزوں اور خواصوں کو حکم دیا کہ کارسازی سفر میں مشغول ہوں اور اسباب سامان کو شتران باربرداری پر بار کرو۔ کہ کوئی صورت اب مدینہ جانے کے سوا باقی نہیں۔ اور کمال اضطراب وقلق وپیچ وتاب ان کے چہرہ سے عیاں تھا۔ رؤسائے بصرہ کی ایک عورت نے کہا اے ام المومنین عبداللہ ابن عباس تمہارے پاس پیغام لائے تم نے زور زوران سے گفتگو کی جو ہم سب نے سُنی اس کے بعد باپ اس جوان کا خود امیرالمومنینؑ آئے اور ہم کلام کیا تم نے ان کا کہنا بھی نہ مانا۔ اب کیا پیش آیا کہ اس پسر کی بات پر اتنا اضطراب ہے۔ عائشہ نے جواب میں کہا "این جوان سبط رسولؐ وفرزند بتولؑ ونور دیدہ قبول است ہر کسے کہ دوست دارد کہ نظر بر دو چشم حانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیاندازد باید کہ نظر بچشمان این فرزند او کند بتحقیق کہ من دیدم کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم اورا مے بوسید ومے بوئید وبسینہ اطہر خود حق میگرداند پدرش بدست او پیغامے فرستادہ ومرا برامرے اطلاع دادہ کہ بجز طریق سلوک بمدینہ دوائے دیگر ندارم ۔

حالیا مصلحت وقت دراں مے بینم   کہ کشم رخت بآں گوشہ خوش بنشینم

غرض عورت نے اس امر کی بابت استفسار کیا تو بی بی عائشہ نے اس کا یوں بیان فرمایا کہ ایک روز مال غنیمت رسول اللہ کے پاس آیا تھا حضرتؐ اس کو تقسیم فرما رہے تھے ہم گروہ ازواج ایک مقدار معین

بیں مال کی طلب کرتے تھے اور اصرار و مبالغہ حد سے بڑہاتے تھے۔ علی بن ابی طالبؑ اس پر انکو ملامت
نے لگے یعنے کلمات سخت و درشت ان کے مقابلہ میں کہے۔ انھوں نے آیہ شریفہ عسی ان طلقکن
ن یبدلہ ازواجاً خیراً منکن یعنی اگر رسولؐ اللہ تمکو طلاق دیوے تو شاید خدا اس کے
تم سے بہتر ازواج ان کو مرحمت کرے تلاوت کیا اسکو سنکر ہماری آتش غیظ اور بھڑکی۔ اور
آنحضرتؐ کے ساتھ کلام تشدد والتیام کئے رسولخداؐ اس پر غضبناک ہوئے اور علیؑ سے خطاب کرکے
مایا یا علیؑ میںنے ان کا طلاق تمہارے قبضۂ قدرت کے حوالے کیا۔ میری زندگی میں یا وفات کے
بعد اختیار ہے جب چاہو ان میں سے جسے چاہو طلاق دے سکتے ہو جسکو طلاق دو گے اس کا نام
فہرست نساء النبی سے محو کر دیا جائیگا۔ عائشہ نے کہا تو اب مجکو اندیشہ ہے کہ مبادا علیؑ کے منہ سے کو
نکلجائے جسکا تدارک نہ ہو سکے۔ اور میں عالم آخرت میں آنحضرتؐ کے دولت ملاقات و سعادت خد
محروم رہوں سے (روضۃ الاحباب)

برخاستن از جان چنان مشکل نیست — مشکل ز سر کوے تو برخاستن است

راضی برضاء خدا کی دعا مستجاب ہوتی ہے

کافی میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہے کہ حسنؑ بن علیؑ نے عبداللہ جعفر رضی اللہ
بہ وقت ملاقات فرمایا اے عبداللہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو قسمت خدا پر اپنے حق میں راضی
نہو۔ اور اسکو حقیر جانے حالانکہ حکم دینے والا اس بارے میں خدا ہے اور اگر ہر امر میں تابع رضائے
الٰہی رہے تو میں ضامن ہوتا ہوں کہ جو دعا اس سبحانہ سے کریگا البتہ قبول ہوگی۔

جواب تعزیت نامۂ دختر از جانب حسنؑ مجتبیٰ

امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں نقل ہوا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب اطیا
میں سے کسی نے آنحضرتؐ کو آپ کی ایک لڑکی کے فوت ہونے پر خط تعزیت لکھا تھا اس کے جواب
ذیل تحریر فرمائے۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے تمہارا خط متضمن بر تعزیت میری فلاں دختر کے پہنچا میں اس
مصیبت کا اجر خدا کے نزدیک حساب کرتا ہوں و اونکا لیکن قضائے ربانی کا ... کنندہ اور اس کی

لاپر صبر کرنے والا ہوں تحقیق کہ ہم کو مصائب نے دردمند کیا اور نوائب نے اندوہگیں فرمایا جو
مفارقت دوستان مالوف کے کہ ہم پر مہربان تھے اور اخوان معروف کہ انھیں دیکھکر مسرور و شادماں
ہوتے اور آنکھیں ان کے دیدار سے مسرت پاتی تھیں اب ان کا یہ حال ہے کہ زمانے نے ان کو معدوم
اور موت نے نیست و نابود کر دیا۔ کچھ پس ماندے اپنے پیچھے چھوڑ کر خود رہگرائے ملک عدم ہوئے اور
لشکر مردگان میں جا پڑے ان لوگوں کے مجاورین جو خود لائق مجاورت نہیں ان کی فنا بین ملاقات
ہوئی نہ دیکھ بحال قرب و جوار معز طرک باوجود باہم گر میل جول نہیں رکھتے۔ انکے اجسام اپنے اہل
جدا اپنی ارواح سے خالی ہیں ہمسائیوں نے ان سے ابدی جدائی اختیار کر لی ہے۔ ان کے گھروں کے
مانند کوئی گھر انکو نہیں ملا۔ ان کی قرار گاہوں کے مثل کوئی قرار گاہ نظر نہیں آتی۔ وحشتناک مکانوں
میں بستے ہیں اور راحتی خواب میں پڑے سوتے ہیں۔ دیار موحشہ کی طرف کوچ کیا اور دید ہونے سے کنارہ
کر گئے جس کو نہ کسی بغض و عداوت سے ترک کیا نہ فرسودہ ہونے سے وداع فرمایا ہے۔ یہ مرحوم دیری
شکی ایک کنیز مملوک خدا تھی اس راہ میں وہ سوار ہوئی ہے جو جاری و مسلوک ہے۔ آگے گروہ گروہ
ہیں سے گذر گئے جو باقی ہیں عنقریب اس سے گزرنے والے ہیں والسلام۔

اصلاح محاورہ عرب

تہنیت مولود۔ ابو ہریرہ اسلمی ناقل ہے کہ امام حسنؑ کے بچہ پیدا ہوا بعض قریش مبارکباد کو
آئے اور کہا تھنئك الفارس کہ مبارک ہو تم کو یہ طفل سوار یعنی بطور فال نیک کہا کہ مولود جلد سوار ہونے
سے ہو۔ فرمایا یہ بھی کوئی کلام ہے۔ بروایتے فرمایا تجھ کو کیا علم ہے کہ بچہ فارس سوار ہوگا یا راجل (پیادہ) عرض
کی فدا ہوں حضرتؑ پر پھر کس طرح مبارکباد کہوں تو آپ نے یہ عبارت اس کو تعلیم کی کہ کہہ شکرت
الواهب وبورك لك في الموهوب وبلغ الله اشده ورزقك بره یعنی خداوند واہب کا شکر
کرو وہ سبحانہ مولود میں برکت دے اور اسکو پروان چڑھائے اور تمہیں اسکی نیکی سے منتفع و متمتع کرے

تہنیت غسل

ابو مریم انصاری سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ حمام سے غسل کر کے برآمد ہوئے کسی نے کہا طاب

استحمامت [1] تمہارا حمام کرنا یعنی حمام میں نہانا خوب ہوا۔ آپ نے فرمایا اے بیوقوف یہاں است کا کیا مصرف ہے مدعا یہ کہ استحمام کو اغتسال کے معنوں میں استعمال کرنا لغت غیر فصیح ہے۔ اس نے عرض کی پھر کیا کہوں۔ فرمایا کہو طاب مطعمک تم بخوبی طاہر ہو گئے۔

فصاحتِ بیان و طلاقتِ لسان

بحار میں ہے کہ بعض اشرار کوفہ نے شہرت دی کہ حسن بن علیؑ فن گویائی و طلاقت زبان آوری میں عاجز ہیں۔ رفتہ رفتہ اسکی خبر امیر المومنینؑ تک پہنچی آپ نے اپنے لختِ جگر کو طلب کیا اور فرمایا فرزند کوفیوں نے تمہارے مقدمہ میں ایک کلمہ کہا ہے جس کو میں مکروہ جانتا ہوں۔ عرض کی کیا کہتے ہیں فرمایا کہتے ہیں کہ حسنؑ گنگ زبان ہیں۔ معاملات میں دلیل و حجت قائم نہیں کر سکتے بس منبر پر جاؤ اور خطبہ کہو عرض کی یا امیر المومنینؑ میں حضرتؑ کے حضور میں کلام نہیں کر سکتا۔ فرمایا میں علیحدہ ہو جاؤں گا پس منادی ہو گئی کہ الصلوٰۃ جامعۃ نماز جماعت قایم ہوتی ہے آ جاؤ۔ مسلمان جمع ہو گئے بعد نماز حسن مجتبیٰ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک مختصر سی حمد و صلوٰۃ اس فصاحت سے ادا فرمائی کہ لوگ چیخ اٹھے اور صدائے گریہ و بکا چار سمت سے بلند ہوئی پھر فرمایا۔

ایھا الناس اعقلوا عن ربکم ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم فنحن الذریۃ من آدم والاسرۃ من نوح والصفوۃ من ابراھیم والسلالۃ من اسمٰعیل و آل محمد نحن فیکم کالسماء المرفوعۃ والارض

لوگوں سنو اور سمجھو حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ کیا آدم و نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو عالم والوں پر یہ ایک دوسرے کی ذریت ہیں۔ اور اللہ سمیع و دانا ہے۔ پس ہم ذریت ہیں آدم کی اور قرابت دار ہیں نوح اور چیدہ ہیں ابراہیم کے اور برگزیدہ اسمٰعیل ہیں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں

[1] لفظ است جیسے باب استفعال کا شروع اور اسکی علامت ہے اسی طرح ایک علیحدہ لفظ بمعنی حلقۂ دبر بھی ہے آپ نے آگاہ کیا کہ حمام پر است لگا کر استحمام بنانا اور اسکو غسل کے معنوں میں استعمال کرنا فصیح لغت نہیں۔ نیز کہنے کے مزاح بھی اس کے ساتھ کی کہ یا لکع اے بیوقوف ما تفعل بالاست سمجھنا چاہاں است کو لیکر کیا بناؤ گا ۱۲ منہ عفی عنہ

المدحوة والشمس الضاحية ولا الشجرة
الزيتونة لا شرقية ولا غربية اللتي
بورك زيتها اصلها النبي وعلى
فرعها ونحن والله ثمرة تلك الشجرة
فمن تعلق بغصن من اغصانها نجى ومن
تخلف عنها فالى النار هوى انتهى

ہم تمہارے درمیان مثل آسمان بلندی یافتہ اور مثل زمین بچھی ہوئی کے
اور آفتاب نصف النہار کے ہیں ہم وہ شجر زیتون کہ شرقی و غربی
ہونے کی قید سے باہر ہے اور اسکا روغن برکت دیا گیا ہے اصل
اسکی نبی اور شاخ علی ہیں اور ہم قسم خدا کی اس درخت کے پھل ہیں جو
اس درخت کی شاخوں سے ایک شاخ سے متعلق ہوگیا اسنے نجات
پائی اور جس نے تخلف کیا وہ آتش جہنم میں گر گیا۔

امیرالمومنین کہ منبر سے فاصلہ پر آدمیوں کے درمیان ملے جلے بیٹھے تھے یہ خطبہ فصیح سنکر اٹھے اور بجائے خوشی میں دامن ردا آپ کے پیچھے گھسٹتا آتا تھا تشریف لائے اور منبر پر جاکر بہر سر و چشم اپنے نور دیدہ کو بوسہ دیا اور فرمایا اے فرزند رسول ثبتت على القوم حجتك واوجبت عليهم طاعتك فويل لمن خالفك تم نے ان لوگوں پر اپنی حجت امامت ثابت کردی اور اپنی طاعت کو ان پر واجب کردیا پس ویل عذاب ہے اسکے لئے جو تمہاری مخالفت کرے۔

دیگر منہال بن عمر سے نقل ہے کہ ایک بار معاویہ نے کہا اے ابو محمد منبر پر جاؤ اور خطبہ کہو جس میں اپنا حسب و نسب ذکر کرو حضرت اسکے کہنے کی موجب منبر پر گئے اور حمد و ثنائے الٰہی اور درود بر رسالت پناہی کے بعد فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے جانتا ہے جو نہیں جانتا میں اسکو اپنے تئیں پہچنواتا ہوں۔ میرا شہر مکہ و مدینہ ہے اور میں منسوب بصفا و مروہ ہوں اور پسر ہوں نبی المصطفٰی اور پسر اس کا جس نے جبال راسیات پر صعود کیا اور پسر اس کا جسکے محاسن کو جلباب حیا نے ڈھانک لیا میں ہوں پسر فاطمہ زہرا سیدۃ النساء کا میری جدات قليلة العيوب ونقية الجيوب یعنی پاکدامن تھیں سلسلہ کلام یہانتک پہنچا تھا کہ موذن نے آواز دی کہ اشهد ان محمدا رسول الله حضرت نے کہا اے معاویہ تو بتا کہ محمد میرے باپ ہیں یا تیرے۔ اگر کہا میرے باپ نہیں تو بوجہ انکار ایک امر ضروری الاسلام کے کافر ہوگیا۔ ہاں کہا تو یہ اعتراف ہے میری فضیلت کا۔ پھر فرمایا قریش باقی عرب پر فخر کرتے ہیں کہ محمد ہم سے ہیں اور عرب عجم پر مفتخر ہیں کہ وہ حضرت عرب ہیں۔ اور عجم عرب والوں کی فوقیت کے قائل ہیں کہ فی الحقیقۃ حضرت انکے ہیں۔ پس یہ لوگ ہماری وجہ سے حقدار بنتے ہیں اور ہمارا حق نہیں دیتے۔ مؤلف کہتا ہے کہ یہ ذکر زمانہ خلافت معاویہ کا ہے کہ اسکے ساتھ صلح ہوکر بیعت ہوچکی تھی

دیگر خطبے و روایات دیگر اس عہد کے آئندہ باب خلافت میں مذکور ہونگے۔

اور ابن عبدربہ نے کتاب عقد الفرید میں روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم لوگ اگر شرق و غرب تک تلاش کرو گے تو سوائے میرے بھائی حسینؑ کے سوا پسر رسولؐ خدا میسر دنیا میں نہ پاؤ گے جس وقت معاویہ نے سلسلہ کلام قطع کرنے اور آپ کو خجل و شرمسار (معاذ اللہ) بنانے کے لئے کہا اے محمدؐ ذرا رطب یعنی خرمائے تازہ کی تعریف کرو۔ فرمایا ہاں باد شمال اس کو حاصل کرتی ہے۔ اور ہوائے جنوب بڑھاتی ہے۔ دھوپ پکاتی ہے اور ضوء قمر (چاندنی) لطافت پیدا کرتی ہے۔ اور بروایتی مدائنی فرمایا لریح تنفخہ والحر تنضجہ واللیل یبردہ و تطیبہ ہوا اسکو پھیلاتی ہے گرمی پکاتی ہے اور ٹھنڈا کرتی ہے اور مزہ دار بناتی ہے۔ نیز مدائنی کی روایت ہے کہ عمرو عاص نے اپنی اسی حاسد کے تقاضے سے فرمائش کی کہ بیت الخلا جانیکے مسائل بیان کیجئے۔ فرمایا ہاں اسکے لئے دور تر اور زمین ہموار تلاش کرے اور نظر مردم سے پنہاں ہو۔ اور پشت بہ قبلہ نہ بیٹھے۔ بعد فراغ مقعد کو استخوان و سرگین سے پاک نہ کرے۔ نیز آب راکد میں پیشاب نہ کرے۔

پارہ از دلائل علم و فضیلت آنجناب

تفسیر آیۂ یعلمون ولا یعلمون

مناقب میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قول خدا ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون میں الذین یعلمون یعنی وہ لوگ جو جانتے ہیں اس سے مراد ہم ہیں والذین لا یعلمون یعنی وہ جو علم نہیں رکھتے وہ ہمارے دشمن ہیں اور اس میں جو اولو الالباب مذکور ہے اس سے مقصود ہمارے شیعہ ہیں۔

نیز مناقب میں فضائل ابوالسعادات سے نقل ہوا ہے کہ حسنؑ بن علیؑ سات سال کے سن میں مجلس رسولؐ اللہ میں حاضر ہوتے وحی سنتے اس کو یاد کر لیتے بعد ازاں مادر گرامی کی خدمت میں جا کر اس کو نقل فرماتے جب حضرت امیرالمومنینؑ گھر میں تشریف لاتے تو جناب فاطمہؑ کے پاس علم وحی پاتے اس کی بابت استفسار فرماتے وہ کہتیں کہ یہ تمہارے پسر اکبر حسنؑ شبر کی بدولت ہے اس پر تعجب فرماتے۔ ایک روز جو حسنؑ مجتبیٰ حسب معمول وحی حفظ کرکے دولت سرائے فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے

تو حضرت گوشۂ خانہ میں مخفی ہو گئے تھے۔ آپ نے وہ مضمون بیان کرنا چاہا تو زبان مبارک صاف کلام نہ دیکی الفاظ درست ادا نہ ہو سکے۔ ماں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ عرض کی اماں آپ تعجب نہ کریں میرے بزرگ میرا کلام سن رہے ہیں ان کے استماع کی وجہ سے زبان میں لکنت پڑتی ہے اس وقت علی علیہ السلام پس پردہ سے برآمد ہوئے اور اس شرم وحیا و ادب ولحاظ بزرگان سے اپنے نور دیدہ کی سر اور آنکھیں چوم لیں۔

وفی روایۃ قال یااماہ قل بیانی وکل لسانی لعل سیدًا یرعانی اے مادر گرامی میرے بیان میں قلت ہوئی اور زبان کند ہو گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سید و سردار اس وقت میرے حال کا نگراں ہے۔

کلام آنجناب بحبیب بن مسلمہ

مناقب میں ہے کہ حسن بن علیؑ نے حبیب بن مسلمہ فہری سے کہا رب مسیرلک فی غیر طاعۃ تیری بہت سی آمد ورفت غیر طاعت خدا میں ہے۔ اس نے کہا لیکن میری آمد ورفت تمہارے باپ کے پاس نہیں رہی۔ حضرت نے فرمایا مگر تو نے دنیائے قلیل کے لئے معاویہ کی اطاعت کی۔ اس نے تیری دنیا کو سنوارا تو عاقبت کو بگاڑا۔ اگر بد کام کرتا اور بھلائی سے تائب ہو جاتا تو اس آیہ کا مصداق ہوتا خلطوا عملاً صالحًا وآخر سیئًا انہوں نے نیک وبد کام کو باہم ملا جلا دیا مگر تیرا حال اس آیہ شریفہ کے مطابق ہے بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون بلکہ ان کے دل تیرہ وسیاہ ہو گئے بوجہ ان کاموں کے جو انہوں نے کسب کئے۔

نوشتہ پرہائے ملخ

خرائج میں روایت ہے کہ ایک بار حسن بن علیؑ وعبد اللہ بن عباس ایک دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ایک ٹڈی کھانے پر آ بیٹھی۔ عبد اللہ بن عباس کہنے لگے کہ ملخ کے پر پر کیا تحریر ہے حضرت نے فرمایا اس پر لکھا ہے انا اللہ لا الہ الا انا میں خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ملخ کو بھیجتا ہوں یا اس لئے کہ بھوکے اسکو کھا کر سیر ہوں یہ میری رحمت ہے۔ یا اس لئے کہ کسی قوم پر غضبناک ہوں تو وہاں کے طعام وغذا کو چر جائے۔ یہ عذاب ہے ان کے اوپر۔ عبد اللہ بن عباس یہ سنکر اٹھ کھڑے

ہوئے اور سرِ مبارک امام کو بوسہ دیکر بولے ھذا من مکنون العلم یہ علم پوشیدہ خدا ہے۔

اسلام اعرابی عنید برکت کلام آنحضرت صلعم

بحار میں کتاب عدد سے نقل کیا ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ایک بار حضرت رسولخدا ایک پہاڑ پر (غالباً کوہ حرے) پر تشریف رکھتے تھے اس وقت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی علیہ السلام و دیگر مہاجرین وانصار حاضر خدمت بابرکت تھے۔ امام حسنؑ بسکون و وقار اس طرف متوجہ ہوئے رسولؐ اللہ نے آپ کو آتے دیکھکر کہا جبرئیلؑ ان کے راہبر ہیں۔ میکائیلؑ ان کو سنبھالے لئے آرہے ہیں۔ بتحقیق کہ وہ میرا پسر طیب وطاہر بمنزلہ میرے استخوان وگوشت کے ہے اور باعث خنکی چشم ہے اور میرا سبط اکبر ہے۔ فدا ہوں میرے ماں باپ اس کے اوپر۔ پس رسول خداؐ اٹھکر کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ اُٹھے اس وقت یہ کلمات زبان مبارک پر جاری تھے انت تفاحتی وحبیب قلبی تو میرا منہ۔ دل میرا حبیب و راحت دل وجان ہے و روح رواں ہے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر لائے ہم بھی آنحضرتؐ کے ساتھ آئے حتی کہ وہاں آکر بیٹھ گئے ہم دیکھ رہے تھے کہ آپ کی اپنے نورِ نظر سے علیحدہ نہوتی تھی۔ پس فرمایا آگاہ رہو کہ حسنؑ میرے بعد ہادی و مہدی ہے اور یہ ایک تحفہ و ہدیہ ہے جو خدا کی طرف سے مجھ کو مرحمت ہوا ہے۔ میری خبریں خلقت کو پہنچائے گا میری سُنّت کا احیا کریگا اور میرے کاموں کا کفیل ہوگا۔ رحم کرے خدا اس کو جو اس کا حق پہچانے اور میری خاطر سے اس کا احترام کرے۔ یہی باتیں زبان مبارک پر تھیں کہ ایک اعرابی عصا بدست دور سے اس طرف کو آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت نے فرمایا تمہاری طرف وہ شخص متوجہ ہے جو ایسا سخت و درشت کلام تم سے کریگا کہ اس کو سنکر تمہارے بال بدن کے کھڑے ہو جائیں۔ سخت ناہنجار باتیں کرے گا۔ اعرابی نزدیک پہنچا تو بغیر اس کے کہ سلام کرے بولا تم میں محمدؐ کون ہے۔ ہم نے کہا کیا غرض تیری ہے آپ نے فرمایا آہستہ کلام کر۔ اعرابی نے کہا اے محمدؐ جب تک تم کو نہ دیکھا تھا تم سے بغض رکھتا تھا اب تمہیں دیکھکر عداوت میری زیادہ ہو گئی۔ ہمکو ان باتوں پر غصہ آیا مگر رسولؐ اللہ نے تبسم کناں فرمایا۔ خاموش رہو۔ اعرابی بولا اے محمدؐ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میں نبی ہوں اور نبیوں پر جھوٹ باندھتے ہو حالانکہ کوئی دلیل و برہان اس پر نہیں رکھتے۔ فرمایا اے اعرابی تجھے کیا خبر کہ میں نے دلیل و برہان ہے

دعوے کرتا ہوں کہا تو اپنی دلیل پیش کر۔ فرمایا تو کہے تو تیرے اعضائے بدن سے ایک جز تجھے اسکی خبر دے تو یہ برہان بھی تیرے نزدیک موکد ہوگی کہا کیا عضو بھی کوئی کلام کرتا ہے۔ فرمایا ہاں اے حسن اُٹھو۔ اعرابی نے حقارت سے کہا کہ یہ بچہ سیدھی طرح زمین پر قدم تو رکھ ہی نہیں سکتا کلام کیا کریگا۔ فرمایا تو اس کو عالم بے بدل پائیگا جس بات کا چاہے اس سے سوال کر۔ امام حسنؑ مبادرت کرکے آگے بڑھے اور فرمایا مہلاً یا اعرابی سے

ما غبیاً سئلت وابن غبیّ ۔۔۔ بل فقیھاً اذاً وانت جھولٗ

فان تک قد جھلت فان عندی ۔۔۔ شفاء الجھل ما سئل السئولٗ

وبحرٌ لا تقسمہ الدّوالی ۔۔۔ تراثاً اوّرثہ ابن الرسول

تحقیق کہ تو نے زبان درازی کی اور اپنے طور و اطوار میں حد سے گزر گیا اور تیرے نفس نے تجھ کو دھوکا دیا اب تو یہاں سے نہیں اُٹھے گا تاوقتیکہ ایمان نہ لے آئے انشاءاللہ تعالیٰ یہ کہکر آپ نے اس کے واردات اور راہ کے حالات کا بیان شروع کیا کہ تو اپنی قوم کی مجلس شوریٰ میں داخل تھا جہاں جہالت وحماقت کی باتیں بکتے تھے کہ محمد مہجور و شکور ہیں عرب ایکسرے سے انکا دشمن ہو رہا ہے ان کے خون کا کوئی طلبگار نہیں ہوئیگا۔ تو نے کہا البتہ میں ان کو قتل کرونگا ایک زن مومنہ بھی وہاں موجود تھی تو نیزہ لیکر اس کی طرف جھپٹا کہ پہلے اس کا کام تمام کرونگا مگر راہ تجھ پر دشوار ہوا اور سبقت جانے دینے سے رہ گیا۔ الا تو اپنی ضد پر قایم رہا پس بخوف شہرت مخفی اس طرف کو چل کھڑا ہوا۔ لیکن یہ تیری خوش قسمتی تھی۔ اب میں تجھ کو تیرے اس سفر کے ماجرات سے خبر دیتا ہوں۔ تو گھر سے نکلا تو رات روشن تھی۔ مگر راہ کے درمیان ایک دم اندھیاو آگیا اور چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ عالم تیرہ و تار ہوگیا۔ تو حیران تھا نہ راہ رفتن نہ پائے ماندن کالی گھٹا آفاق پر چھائی۔ ہر طرف اندھیری ابر برسنا ہے ہو کا عالم تھا کسی متنفس کی آواز سنائی نہ دیتی تھی ستارے ابر میں

---

۱ تو کسی غبی جاہل پسر جاہل سے سوال نہیں کر رہا ہے بلکہ ایک فقیہ دانا سے حالانکہ خود تو بڑا جاہل ہے۔ تو جاہل ہے تو ہو۔ میرے پاس مرض جہالت کی شفا موجود ہے۔ جب تک کہ سوال کرنے والے سوال کریں۔ میں ایک دریائے ذخار علم ہوں جس کو چرخ لگا کر کھینچنا قسمت نہیں کر سکتا۔ وہ ایک علم ہے جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث میں ملا ہے ۱۲ منہ

غائب اور علامتیں راہ شناسی کی مفقود ہوگئیں تھیں۔ مگر تو صحرائے پرخار تیرہ و تاریک میں جارہا تھا کبھیں جھاڑیوں میں الجھتا۔ کانٹے چبھنے سے رکتا۔ کبھی پہاڑ وں پتھروں میں ٹکرا کر ملبلاتا۔ ہوا کے جھونکے تھپیڑے پر تھپیڑے لگاتے۔ اور رعد و برق کی ہول تیرے دل کو لرزاتی تھی کہ ناگاہ توفیق الہیٰ شامل حال ہوئی اور تائید ایزدی نے یکبیک دستگیری کی کہ دفعۃً تو نے اپنے آپ کو ہمارے پاس دیکھا۔ جان میں جان آئی آنکھوں نے ٹھنڈک پائی وہ نالہ و فریاد دردنی موقوف ہوئی۔ اعرابی یہ بیان حقیقت عنوان امام دوم وسبط اوّل کا سنکر دریائے حیرت میں غرق ہوگیا۔ پھر اس غوطے سے سر ابھار کر بولا صاحبزادے یہ باتیں کہاں تم نے سنیں کس نے کہیں میرے دل کی مخفیات کو اس طرح ظاہر کرتے ہو گویا میرے پاس حاضر اور ان کیفیات کے شاہد تھے اور بچشم خود وہ حالات دیکھے تھے۔ گویا تم کو علم غیب حاصل ہے بس اب مجھکو دین اسلام تلقین کرو۔ اور دینی ضروریات سے آگاہ فرماؤ میں صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ امام حسنؑ نے فرمایا اللہ اکبر شہادت دے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بزرگ و برتر کے وحدہٗ لاشریک لہٗ و ان محمدؐ اعبدہٗ و رسولہٗ راوی کہتا ہے کہ اعرابی مسلمان ہوگیا اور اچھا مسلمان ہوا رسولخدا نے بنفس نفیس اس کو کسیقدر قرآن تعلیم کیا پس عرض کی یا رسول اللہ حکم ہو تو اپنی قوم کی طرف مراجعت کروں اور انکو یہ مدارج سمجھاؤں اور سکھلاؤں آپ نے اجازت دی وہ واپس گیا کچھ عرصے کے بعد پھر جو حاضر خدمت ہوا تو اس کے قبیلے والوں کا ایک گروہ اسکے ہمراہ تھا جو سب کے سب اسلام لائے اسکے بعد جو کوئی امام حسنؑ کو دیکھتا کہتا لقد اعطا مالم یعطا احدٌ من الناس ان کو وہ علم و فضیلت عطا ہوئے ہیں جو کسی دوسرے کو نہیں عطا ہوئے۔

مجلسِ درس و افادہ آنحضرتؑ

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی اپنی معروف کتاب فصول مہمہ میں لکھتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے جناب امام حسنؑ کو طبع نقاد و ذہن نقاد عطا کیا تھا۔ وہ مشکلات اسلام و معضلات شرائع و احکام کو حل فرماتے اور اپنی فکر صائب سے قواعد دین کو اصلاح کرتے اور اپنے جد و پدر کی مثل ایضاح معانی و اتقان مبانی میں سعی بلیغ بذل فرماتے۔ مسجد رسول اللہ میں جیٹھتے تو لوگ ان کے گرد پیش بہجم غفیر

جمع ہوجاتے پس اس طرح کلام فرماتے کہ سائلوں کی پیاس بجھ جاتی اور حجتبائے مخالفین کو قطع فرماتے

تفسیر شاہد و مشہود

تفسیر وسیط واحدی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے باسناد خود ایک مرد اہل عرب سے نقل کیا ہے کہ میں مسجد مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا ایک مرد احادیث رسول بیان کر رہا ہے۔ اور لوگ اسکے گرد جمع ہیں میں نے اس سے کہا کہ لفظ شاہد و مشہود سے کہ سورۂ بروج میں واقع ہے خبر دو۔ کہا شاہد سے مراد روز جمعہ ہے اور مشہود سے روز عرفہ میں اس سے گذر کر ایک دوسرے حلقہ میں کہ وہاں بھی حدیث کا درس ہو رہا تھا گیا اور صاحب حلقہ سے یہی سوال کیا اس نے کہا شاہد سے روز جمعہ مشہود روز نحر یعنی دہم ذی الحجہ مقصود ہے اس سے تجاوز کر کے آگے بڑھا اور ایک جوان درخشاں سے کہ وہ بھی حدیث رسول اللہ کی درس گوئی میں مصروف تھا یہ سئلہ پوچھا کہ اجیولی عن شاہد و مشہود اس نے کہا نعم۔ لیکن شاہد پس وہ ذات مجمع الصفات محمدؐ ہے اور مشہود سے مراد قیامت ہے۔ مگر تو نے نہیں سنا قول حق سبحانہ تعالیٰ کا یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً جسنے تجکو شاہد کر کے بھیجا ہے۔ نیز وہ سبحانہ فرماتا ہے وذالک یوم مجموع لہ الناس وذالک یوم مشہودٌ وہ ایک دن ہے کہ لوگ اس میں جمع ہوں گے۔ اور وہ روز مشہود ہے۔ میں نے پہلے محدث کی نسبت دریافت کیا کون صاحب ہیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عباس تھے۔ دوسرے کو پوچھا کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر خطاب۔ تیسرے کو تحقیق کیا تو دریافت ہوا حسن بن علی علیہما السلام ہیں۔ بیشک قول تینوں فتووں میں احسن تھا کہ مدلل بدلیل قرآن تھا۔

ایک یہودی کا اعتراض اور آپکا جواب

نیز ابن طلحہ کی روایت ہے کہ ایک روز حسن مجتبیٰ غسل کر کے بلباس جدید دولتخانہ سے برآمد ہوئے یعنی حلہ طاہرہ و ثوب فاخرہ جس سے خوشبوئیں فائح تھیں زیب بدن تھے۔ چہرۂ مبارک حسن ظاہری و باطنی فضل و کمال صوری و معنوی سے آراستہ نشانات عزت و اقبال وجاہ و جلال جبلوہائے مبارک سے عیاں و امارات نضارت و نعم کے اطراف اقدس سے تاباں ایک نفیس و اصیل قاطر پر سوار خدام آپکے

مصاحبان جلیل آگے پیچھے قطار در قطار غرض اس شکوہ و شان آن بان سے کہ عبد مناف بھی دیکھتے
تو فخر کرتے و دیگر اجداد گرامی اپنے تئیں قربان کر ڈالتے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک پیر مرد فرتوت
محتاجان مفلسان یہودی سے پھٹے پرانے کپڑے پہنے گھڑا پانی سے بھرا کندھے پر اٹھائے سامنے آیا
فقر و فاقہ نے اُسے ایسا دبایا اور ضعف و نقاہت پیری نے اسقدر ستایا تھا کہ بدن پر پوست
استخوان کے سوا گوشت کا نشان باقی نہ تھا قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا اور انتہائی لاغری و کمزوری
سے جگہ جگہ پر لڑکھڑاتا تھا۔ اس نے آپ کو بایں شان در فعت مکان و علو شان دیکھا تو راستہ روک کر
کھڑا ہو گیا۔ اور پکار کر کہا یا ابن رسول اللہ میری گذارش سنیئے اور انصاف دیجئے فرمایا کس معاملہ
میں داد خواہ ہے عرض کی آپ کے جد امجد محمد مصطفےٰؐ کا قول مشہور ہے الدنیا سجن المومن
وجنۃ للکافر کہ دنیا مومن کے واسطے بمنزلہ زندان ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ آپ مومن
ہیں اور میں کافر باوصف اس کے آپ انواع و اقسام نعمات دنیا سے متلذذ و متمتع ہیں اور میں
میں پیر ناتوان ہر طرح کے فقر و فاقہ و ایذا و اہانت و درد و مصیبت میں مبتلا پس ان کے قول
کے برخلاف دنیا آپ کے لئے جنت ہے پر از نعمات اور میرے واسطے دوزخ مملو از آفات و بلیات
حضرتؑ نے یہ کلام یہودی کا سنا تو تائید الہٰی کا نور آپ کے گرد و پیش چمکا۔ آپ نے خزانۂ علم و فہم
سے اس کا جواب استخراج کیا اور اس کے زعم باطل و گمان فاسد پر اس طرح اسکو آگاہ فرمایا کہ اے
شیخ اگر تو ان نعمات الہٰی کو جو اس سبحانہٗ جل شانہٗ نے میرے اور جملہ مومنین کے لئے دار آخرت میں
مہیا کئے دیکھے اور وہ عیش و عشرت کہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کان نے سُنے مشاہدہ کرے اور جو
نقمت و عذاب و ذلت و عقاب دوزخ میں تیرے اور دیگر کفار کے لئے مہیا ہیں ان پر نظر کرے
تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ میں باوصف اس وسعت و فسحت کے ضیق و تنگ کے زندان میں قید ہوں
اور تو بمقابلہ اس شکنجہ عذاب کے یہاں نعمت واسعہ و جنت جامعہ میں ہے۔ صاحب فصول المہمہ
اس کے بعد کہتے ہیں کہ نظر کرنے والے نظر کریں اور دیکھیں کہ یہ جواب ناطق بصدق و صواب کہ
کس طرح چشمہائے علم آنحضرتؑ جاری اور فنون فہم آنحضرتؑ عیاں ہیں سبحان اللہ کیا متین و
صائب جواب ہے اور کسقدر روشن و بین یہ خطاب ہے مشکوٰۃ انوار النبوۃ سے مقتبس جواب اور
معالم رسالت سے ورثہ میں ملا ہے۔

جوابِ الہائے شاہِ روم

مناقب میں ہے کہ شاہِ روم نے معاویہ سے تین سوال کرائے اور ان کے جواب منگائے اول وہ کون مکان ہے جو وسط آسمان کی مقدار میں ہے۔ اور کونسا پہلا قطرہ خون ہے جو زمین پر گرا اور کیا مکان ہے جس پر آفتاب ایک مرتبہ چمکا اس سے پہلے اور بعد کو کبھی اسپر دھوپ نہیں پڑی امام حسنؑ سے ان کے جوابات کی التجا کی۔ حضرتؑ نے سوال اول کے جواب میں کہا وہ مکان پشت خانہ کعبہ ہے۔ دوسرے کی نسبت فرمایا وہ قطرہ دم حوا تھا۔ تیسرے میں ارشاد کیا کہ وہ مکان جس پر آفتاب ایک بار چمک کر پھر کبھی نہ چمکا دریائے نیل مصر کا وہ مقام ہے جہاں موسیٰ نے عصا لگایا۔ کہ پانی وہاں کا دور ہو کر زمین خشک ہو گئی تھی۔

نیز آنحضرتؑ نے روم کے بادشاہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس جگہ قبلہ کسی طرف معین نہیں وہ فضائے درون کعبہ ہے۔ کہ وہاں جس طرف چاہو منہ کرکے نماز پڑھ لو۔ اور جس کی کسی سے قرابت نہیں وہ پروردگار عالم ہے۔

سوال از اکل بیضۂ نعام بحالت احرام

اور شرح قاضی نعمان بن عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی نے ابوبکر سے سوال کیا کہ بحالت احرام حج مجھے کچھ بیضۂ شتر مرغ کے ملے بھون کر کھا گیا۔ کیا کفارہ اس کا مجھ کو دینا لازم ہے۔ انھوں نے کہا اے اعرابی تیرا سوال مشکل ہے اور عمر خطاب کے پاس بھیجا کہ وہ جواب دیں گے۔ وہاں گیا تو انھوں نے عبدالرحمن بن عوف کا نشان دیا جب کوئی اس کا جواب نہ دے سکا تو پھر خلیفہ اول کے پاس آیا۔ انھوں نے کہا علی علیہ السلام صاحب پیشانی بے موئے سر یعنی امیرالمومنینؑ کے پاس چلو وہاں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا میرے ان دو لڑکوں حسنؑ و حسینؑ میں جس ایک سے چاہے یہ سوال کر اعرابی امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں عرض کی ہاں ہیں۔ فرمایا بتعداد ان بیضوں کے جو حالت احرام میں کھائے شتران نر کو مادہ پر ڈالو جسقدر بچے ان سے پیدا ہوں انکو مکہ میں بطور ہدی لیجاؤ امیرالمومنینؑ نے یہ فیصلہ سنکے فرمایا اے

مِنَ النوق سلوبٌ ومنها یا زلق یعنی بعض ناقے یعنی اونٹنیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا حمل ساقط ہو جاتا ہے اور بعض ایسی ہوتی ہیں جن کے شکم میں نطفہ قرار نہیں پکڑتا پھسل کر باہر نکل آتا ہے عرض کی درست ہے ایسا ہی بعض بیضے گندے نکل آتے ہیں ان سے بچے پیدا نہیں ہوتے اس وقت ایک آواز منادی غیب سے آئی أَيُّهَا النَّاس اس وقت اس پسر نے یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جیسا کہ اس سے پہلے سلیمانؑ بن داؤدؑ نبی نے اس کا فیصلہ کیا تھا۔

جواب از سوالات ایک مرد شامی

ایک شامی نے امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا کہ حق و باطل میں کتنا فرق ہے فرمایا بقدر چار انگشت بس جو امر آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور جو کانوں سے سنئے وہ اکثر باطل ہوتی ہے۔ عرض کی ایمان اور یقین میں کتنا فصل ہے۔ فرمایا وہی چار انگشت کا۔ ایمان وہ ہے جسے کانوں سے سنے یقین وہ جسے آنکھوں سے دیکھے۔ کہا آسمان اور زمین میں کتنی دوری ہے فرمایا مد البصر جہاں تک نگاہ کام کرے۔ یا دعوۃ المظلوم جہاں تک ستم رسیدہ کی بددعا پہنچے۔ عرض کی مشرق و مغرب کا فاصلہ ارشاد ہو۔ فرمایا مسیرۃ یوم للشمس آفتاب کی دن بھر کی مسافت۔

فیصلہ آنحضرتؑ در مقدمہ زن مساحقہ

کافی میں ہے کہ محمد بن مسلم نے امامین ہمامین ابو جعفر محمد باقرؑ و ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا ایک روز حسنؑ بن علیؑ بجائے اپنے پدر بزرگوار امیر المومنینؑ بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ آئے اور عرض کی اے ابو محمد ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے فرمایا کیا مسئلہ ہے ہمکو بھی اس سے مطلع کرو۔ کہا ایک عورت سے اسکے شوہر نے جماع کیا وہ ویسے ہی گرم گرم اٹھی اور ایک باکرہ پر جا پڑی اور اس کے ساتھ مساحقہ کیا حتی کہ جو نطفہ شوہر سے پایا تھا اس کی فرج میں ڈال دیا جس سے وہ باکرہ حاملہ ہوگئی۔ آپ اس مقدمہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا قضیۃٌ[1] و ابو الحسنؑ لہا یہ ایک قضیہ ہے کہ ابو الحسنؑ اس کے لئے موجود

[1] یہ اشارہ ہے طرف قول مشہور عمر بن خطاب کے کہ انھوں نے کسی مشکل مسئلہ میں کہا تھا قضیۃ و لا لہا ابو الحسن افسوس کہ یہ مشکل ہے جس کے حل کرنے کو حلال مشکلات (امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ) ابو الحسنؑ موجود نہیں اس وقت سے یہ

یعنی میں اس قضیہ کو بخوبی طے کرسکتا ہوں۔ پس فرمایا میں اس میں حکم دیتا ہوں درست ہوا تو حق تعالےٰ
کی طرف سے اور امیر المومنینؑ کی جانب سے ہے۔ خطا کی تو یہ خطا میری اپنی ہے اور امید ہے کہ
خطا نہ ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔ عورت کو ماخوذ کرکے اس سے زن باکرہ کا مہر لیا جائے کیونکہ مولود
اس سے بغیر شگاف مقام مخصوص نہ نکل سکیگا جس سے بکارت اس کی زائل ہو جائیگی۔ پھر وہ عورت
سنگسار کیجائیگی بباعث اس کے کہ وہ محصنہ یعنی شوہر دار ہے۔ اور دختر کے لئے اتنا انتظار کیا جائیگا
کہ وضع حمل ہوئے اس وقت اسپر اجراء حد کیا جائیگا اور مولود اپنے باپ صاحب نطفہ کی طرف
رد کیا جائیگا۔ وہ لوگ یہ حکم محکم جناب امام حسن علیہ السلام سے سنکر واپس چلے تو امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ
سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت کیا تم نے ابو محمدؑ سے کہا اور کیا اس کا جواب سُنا انھوں نے
صورت حال مقدمہ و فتوے و فیصلہ حسنی کا اعادہ کیا آپ نے فرمایا یہ مسئلہ مجھ سے دریافت کیا جاتا
تو میرے پاس اس سے زیادہ نہ تھا جو میرے فرزند ارجمند نے فیصلہ کیا۔

فتوائے دیگر دربارہ ازالہ بکارت از انگشت

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ ایک عورت کی بابت آپ سے استفسار کیا گیا جو اپنے شوہر کے
گھر بعد نکاح اول بار گئی اس کی سوکن۔ ۱۲ نے اسے دبوچ لیا اور اس کی چچازاد بہنوں نے اسے پکڑ رکھا
تو اس نے انگلی ڈالکر ازالہ بکارت کر ڈالا۔ حضرتؑ نے ارشاد کیا کہ ازالہ بکارت کرنیوالی زانیہ ہے
اس کے اوپر اس کا مہر لازم ہے اور سو درّے اس کے لگائے جائیں۔ اور جنھوں نے ۱۲ اسکو تھامے
رکھا افترا پردازین ہیں یعنی ان کا حکم اس مقام پر جھوٹی تہمت لگانیوالوں کا ہے۔ ان کے اسّی اسّی
تازیانے لگائے جائیں۔

بعضے از کلمات وجیزہ پند و نصائح کہ آنحضرتؑ سے صفحہ دہر پر یادگار ہیں

فرمایا آنجنابؑ نے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۔ فقرہ بطور ضرب المثل اس مقام پر استعمال ہونے لگا جہاں کوئی عقدۂ لاینحل آن پڑے اور
کوئی اس مشکل کا حل کرنیوالا موجود نہو۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ یہ قضیہ مشکل ضرور ہے مگر شکر ہے کہ اس کے لئے
ابوالحسنؑ موجود ہے یعنی خود وہ حضرت کہ والد حقیقی باپ سے بیں موجود ہیں ۱۲ منہ

لا أدبَ لمن لا عقل لہٗ۔
جس کو عقل نہیں وہ ادب نہیں رکھتا۔

ولا مروّۃ لمن لا ھمّۃ لہٗ۔
جس میں ہمت نہیں وہ انسانیت نہیں رکھتا۔

ولا حیاءَ لمن لا دین لہ۔
بیحیا آدمی دیندار نہیں ہو سکتا یا جسکو دین نہیں حیا نہیں۔

ورأس العقل معاشرۃ الناس بالجمیل۔
اصل عقل کی یہ ہے کہ لوگوں سے نیکی کے ساتھ معاشرت کرے

وبالعقل تدارک الدّاران جمیعًا۔
اور عقل ہی سے دو جہان یعنی دنیا و آخرت کا تدارک ہو سکتا ہے

ومن حرم من العقل حرمھما جمیعاً
جو عقل سے محروم ہے دونوں جہان کی خیر و خوبی سے محروم ہے

نیز حضرتؑ نے ارشاد کیا۔

عَلِّم الناس علمك وتعلّم علم غیرك فتکون قد اتقنت علمك وعلمت مالم تعلم
لوگوں کو اپنا علم سکھاؤ اور دوسروں کا علم آپ سیکھو اس سے تمہارا علم مستحکم ہوگا اور جو شے نہیں جانتے جان جاؤ گے

اور آپ سے صمت یعنی خموشی کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا۔

ھو ستر العیّ وزین العرض وفاعلہ فی راحۃ وجلیسہ آمنٌ
وہ کند زبانی عاجز الکلامی کا پردہ ہے اور آبرو کی زینت اس کا عمل میں لانے والا راحت میں ہے اور اسکا ہمنشین امن میں ہے

نیز فرمایا ھلاك الناس فی ثلث الکبر والحرص والحسد فالکبر ھلاك الدین وبہ لُعِنَ ابلیس والحرص عدوّ النفس وبہ اخرج آدم من الجنۃ والحسد رائد السوء ومنہ قتل قابیلُ ھابیلَ۔
آدمیوں کی ہلاکت تین چیزوں میں ہے غرور۔ حرص۔ حسد۔ پس غرور سے دین کی ہلاکت ہے اور اسی سے ابلیس پر پھٹکار پڑی اور حرص نفس کی دشمن ہے۔ اور اسی کی وجہ سے حضرت آدم جنت سے نکالے گئے۔ اور حسد بدی کا پیش خیمہ ہے اسی سے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا۔

لا تأت احدًا الّا ان ترجو نوالہ او تخاف یدہ او تستفید من علمہ او ترجو برکۃ دعائہ او تصل رحمًا بینك وبینہ۔
کسی کے پاس نہ جاؤ الا اس کے پاس جس کے جود و بخشش کا امیدوار ہو یا اس کے دست تعدی سے ڈرے۔ یا اسکے علم سے کچھ فائدہ اٹھائے یا اسکی دعائے خیر سے امید رکھے یا کسی رحم و قرابت کو اپنے اور اسکے درمیان وصل کرے

نیز فرمایا آنحضرت نے کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابن ملجم ملعون نے آنحضرت کے ضربت لگائی اور آمادہ سفر آخرت تھے۔ وہ حالت زار آپ کی دیکھکر بیتاب و بیقرار ہوگیا فرمایا تو جزع فزع کرتا ہے۔ عرض کی کیونکر جزع فزع نہ کروں جبکہ حضرت کا یہ حال مشاہدہ کرتا ہوں۔ فرمایا آگاہ رہ چار خصلتیں تجھے تعلیم کرتا ہوں ان کو یاد رکھے گا تو نجات پائیگا۔ ان کو ضائع کریگا تو دو جہاں تجھ سے فوت ہو جائیں گے۔

یا بنی لا غنی اکبر من العقل ولا فقر مثل الجهل ولا وحشة اشد من العجب ولا عیش الذ من حسن الخلق

ای فرزند کوئی توانگری عقل سے بزرگتر نہیں اور کوئی فقیری جہالت کی مانند نہیں اور کوئی وحشت خود پسندی سے شدیدتر اور کوئی عیش حسن خلق سے لذیذتر نہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام حسنؑ کو سنا کہ یہ کلمات اپنے پدر عالیقدر سے روایت کرتے تھے تم کو اختیار ہے خواہ آنحضرتؑ کے مناقب میں یا ان کے باپ کے فضائل میں ان کا ذکر کرو۔

نیز آنحضرتؑ نے فرمایا۔

ما رایت ظالما اشبه بمظلوم من حاسد نیز فرمایا اجعل ما طلبت من الدنیا فلم تظفر به بمنزلة ما لم یخطر ببالك واعلم ان مروة القناعة والرضا اکثر من مروة الاعطاء وتمام الصنیعة خیر من ابتدائها

میں نے حاسد سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں دیکھا کہ مظلوم سے مشابہ ہو جس شے کو تو دنیا سے طلب کرے اور وہ تجھے نہ ملے اسکو ایسی جان کہ گویا تیرے دل میں اس کا خیال بھی نہ آیا تھا اور تو جان لے کہ خود مروت قناعت و رضا میں ہے وہ عطا و بخشش کی مروت سے زیادہ ہے اور احسان کا پورا کرنا اسکی ابتداء سے بہتر ہے۔

آپ سے عقوق والدین سے سوال کیا گیا۔ فرمایا۔

العقوق ان تحرمهما و تهجرهما۔

عقوق یہ ہے کہ تو انکو اپنی خدمات سے محروم کرے اور ان سے قطع تعلق کرے اور ملنا جلنا چھوڑ دے۔

(اور کلام ہدایت التیام میں آنحضرت سے ہے)

یا ابن آدم عف عن محارم الله تکن عابدا وارض بما قسم الله سبحانه

ای پسر آدم اشیاء حرام کردہ خدا سے پاکدامنی اختیار کر عابد ہو جائیگا اور قسمت خدا کے بجانے پر

تکن غنیاً واحسن جوار من جاورک
تکن مسلماً وصاحب الناس بمثل ما
تحب ان یصاحبوک بہ تکن عدلاً انہ
کان بین ایدیکم اقوام یجمعون کثیراً
ویبنون مشیداً ویاملون بعیداً اصبح
جمعھم بوراً وعملھم غروراً ومساکنھم
قبوراً یا ابن ادم انک لم تزل فی ھدم عمرک
منذ سقطت من بطن امک فخذ مما فی
یدک لما بین یدیک فان المومن یتزود
والکافر یتمتع وکان یتلو بعد ھذہ الموعظۃ
تزودوا فان خیر الزاد التقویٰ۔

راضی ہو غنی ہو جائیگا اور جو شخص تیری پناہ میں ہے اسکا
حق جوار بخوبی ادا کر مسلمان ہوگا اور لوگوں کے میل جول
میں اس طرح عملدرآمد کر جیسا کہ چاہتا ہے کہ وہ تیرے ساتھ
عملدرآمد کریں تو تو عادل سمجھا جائیگا۔ تحقیق کہ تمہارے سامنے
سب اشخاص ایسے گزرے ہیں کہ بہت سا جمع کرتے اور مضبوط
عمارتیں بناتے اور دور دراز امیدیں رکھتے تھے ان کا جمع کردہ
تباہ ہوگیا اور ان کا کام دھوکہ و غرور نکلا انکی جائے سکونت
قبریں ہیں اے پسر آدم تیری عمر اس وقت سے گھٹ رہی ہے
جب سے کہ تو شکم مادر سے پیدا ہوا پس جو تیرے پاس ہے
اسکو آگی زندگی کے واسطے اپنے ساتھ لے کیونکہ مومن توشہ
راہ ہمراہ لیتا ہے اور کافر یہیں اس سے متمتع ہوتا ہے

اور عادت تھی اس جناب کی کہ ان مواعظ کے بعد اس آیہ شریفہ کی تلاوت کیا کرتے تھے (ترجمہ)
زاد راہ آخرت مہیا کر و تحقیق کہ بہترین توشہ اس راہ کا تقویٰ و پرہیزگاری خدا ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ فقراء امتی تدخل
الجنۃ قبل الاغنیاء باربعین عاماً کہ میری امت کے غریب لوگ امیروں سے چالیس برس
پہلے جنت میں جائیں گے۔ حضار مجلس سے ایک شخص نے کہا فرمائیے کہ میں اغنیاء سے ہوں یا فقراء سے
فرمایا تو نے آج صبح کا کھانا کھایا عرض کی ہاں کھایا فرمایا تیرے پاس مقدور ہے کہ جب سے شام کا کھانا کھا سکے عرض کی
ہاں ہے فرمایا اذاً انت من الاغنیاء۔ تو تو امیروں سے ہے فقراء سے نہیں۔
مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے باپ علی علیہ السلام نے کہا اے حسن اٹھو اور خطبہ کہو تاکہ میں تمہارا
کلام سنوں حضرت اٹھے اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی من تکلم سمع کلامہ
ومن سکت علم ما فی نفسہ ومن
عاش فعلیہ رزقہ ومن مات

تمام محامد ثابت ہیں اس خدائے بزرگ و برتر
کے لئے جو کوئی کلام کرتا ہے تو وہ اسکا کلام سنتا ہے
اور جو خاموش رہے تو وہ اسکے دل کی بات جانتا ہے

نا الیہ معادہ۔ اما بعد فان القبور محلتنا والقیامۃ موعدنا واللہ عارضنا ان علیاً باب من دخلہ کان مومناً ومن خرج عنہ کان کافراً

جو زندہ رہے اسکا رزق اسکے اوپر ہے جو مر جائے تو اسکے بازگشت اسکی جانب ہے بعد حمد کے تحقیق کہ قبریں ہمارے محلے ہیں اور قیامت ہماری وعدہ گاہ اور اللہ کے سامنے ہم پیش کئے جائیں گے بیشک علی ایک دروازہ ہے جو اس میں داخل ہوا مومن ہے جو اس سے نکل گیا کافر۔ اس وقت علی علیہ السلام نے اٹھکر اپنے لخت جگر کو سینے سے لگالیا اور کہا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں یہ ذریۃ ہے بعض کے بعض سے واللہ سمیع العلیم اور ما اللہ شخصا الا دعا ہے

نیز آپ نے فرمایا:

حسن السؤال نصف العلم ومن بدأ بالکلام قبل السلام فلا تجیبوہ وقیل ان اباذر یقول الفقر احب الی من الغنی والسقم احب الی من الصحۃ فقال رحم اللہ اباذر، اما انا فاقول من اتکل علی حسن اختیار اللہ لم یتمن انہ فی غیر الحالۃ التی اختارھا اللہ لہ۔

سوال کو عمدگی سے کرنا نصف العلم ہے اور جو کوئی سلام سے پہلے کلام شروع کرے اسکا جواب مت دو اور آنحضرت سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں درویشی میرے نزدیک تونگری سے اچھی ہے اور مرض صحت سے بہتر ہے۔ آپنے فرمایا خدا رحم کرے ابوذر پر میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص حسن اختیار خدا پر توکل وبھروسہ کرتا ہے تو وہ تمنا نہیں کرتا کہ وہ اس حالت کے سوا جو خدا نے اسکے لئے مقرر کی ہے کسی اور حالت میں ہو۔

وکان یقول لبنیہ وبنی اخیہ تعلموا العلم فان لم تستطیعوا حفظہ فاکتبوہ فاکتبوہ وضعوہ فی بیوتکم وراٰی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فقال ارید ان اتخذ خاتماً فما اکتب علیہ فقال اکتب علیہ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین فانہ آخر الانجیل۔

اور اپنی اولاد کو اور اپنے بھائی کی اولاد کو کہا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو اور اسے حفظ کرو اور حفظ نہیں کر سکو تو اس کو لکھ لو۔ اسکو لکھکر اپنے گھروں میں رکھ چھوڑو اور آپنے عیسےٰ ابن مریم علیہما السلام کو خواب میں دیکھا ان سے کہا میں انگشتر بنوانا چاہتا ہوں اس پر کیا تحریر کروں فرمایا اس پر لکھو لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ تحقیق یہ کلام آخری کلام انجیل کا ہے

نیز صفت و ثنا، کلام مجید و فرقان حمید میں آنحضرت نے ارشاد کیا۔

ان ھذا القران فیہ مصابیح النور وشفاء الصدور فلیجل جال بضوئہ ولیلجم الصنعۃ قلبہ فان التفکیر حیوۃ القلب البصیر کما یمشی المستنیر فی الظلمات بالنور

تحقیق کہ یہ وہ قرآن ہے کہ چراغہائے نور اس میں روشن ہیں اور سینوں کی شفا ہے پس جلا کا خواہشمند اسکی ضیا اور نور سے نور و جلال حاصل کرے تحقیق کہ فکر کرنا قلب صاحب بصیرت کی زندگی ہے دیسی ہی مثال ہے جیسا کہ جویائے نور اندھیرے میں روشنی لیکر چلتا ہے۔

کسی نے بخل کی بابت آپ سے سوال کیا۔ فرمایا۔

ھو ان یرای الرجل ما انفقہ تلفاء وما امسکہ شرفا۔

بخیلی یہ ہے کہ آدمی اس مال کو جو خرچ کیا مقابلہ اسکے جسکو بچائے اور امساک کرے اسراف فضولی جانے۔

صاحب کشف الغمہ یہاں تک پہنچکر لکھتے ہیں کہ آپ کا کلام اپنے اب جد کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہے۔ پس فصاحت و بلاغت کے اس درجہ پہنچا کہ کسی کا کلام اس کا مثل و مانند نہیں ہو سکتا۔ اور وہ بکثرت ہے کہ استیفا و احاطہ اس کا ممکن نہیں جیسا کہ قطعات کا شمار کرنا دشوار ہے۔ اس لئے اولی یہ ہے کہ ہم قدر مذکورہ پر کفایت کریں اور زیادہ کا ارادہ نہ کریں۔ اور طالب کو دیکھکر مدرکے آثار و انوار سے واقفیت حاصل کریں۔

جواب سوالات امیر المومنین از حسن مجتبیٰ ؑ

کشف الغمہ میں کتاب حلیۃ الاولیا حافظ ابونعیم اصفہانی سے نقل کیا ہے اس نے بسند خود امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی کہ آپنے اپنے فرزند ارجمند حسن مجتبیٰ سے مروت و اخلاق کے بارہ میں چند سوالات کئے جن کے جواب آپنے بہ بداہت بوجہ احسن دیئے از انجملہ فرمایا۔

یا بنی ما السداد قال یا ابتی السداد دفع المنکر بالمعروف قال وما الشرف قال اصطناع العشرۃ وحمل الجریرۃ قال فما المروۃ

اے فرزند سداد و اصلاح کیا چیز ہے عرض کی کہ ہر نیکوکاری سے بدکاری کو دفع کرنا ہے۔ فرمایا شرف کا ہے سے ہے عرض کی کنبہ قبیلہ سے بھلائی کرنا اور ان کے تقرات کو جھیلنا۔ فرمایا مروت و

قَالَ العفاف واصلاح المال قال
فما الرقة قال النظر فی الیسیر و
منع الحقیر۔ قال فما اللوم قال
احراز المرء نفسه وبذله عرسه
قال فما السماح قال البذل
فی العسر والیسر۔ قال فما الشح
قال ان ترئ ما فی یدیک شرفاً وما
انفقته تلفاً۔ قال فما الاخاء
قال المواساة فی الشدة قال
فما الجبن قال الجراة علی الصدیق
والنکول عن العدو۔ قال فما
الغنیمة قال الرغبة فی التقوی
والرخاوة فی الدنیا هی الغنیمة
الباردة۔ قال فما الحلم قال کظم
الغیظ وملک النفس قال فما الغنی
قال رضی النفس بما قسم الله تعالیٰ
لها وان قل فانما الغنی غنی النفس
قال فما الفقر قال شره النفس فی کل
شیء قال فما المنعة قال شدة البأس
ومنازعة اعز الناس قال فما الذل

انسانیت کے معنی بتلاؤ عرض کی دنیا میں پاکدامنی
اور آخرت کی اصلاح۔ فرمایا رقت کیا ہے کہا ادنیٰ اور تھوڑی
باتوں پر نظر رکھنا اور حقیر شے سے دریغ کرنا فرمایا کمینی
کیا ہے فرمایا اپنے نفس سے روکنا اور اپنی عورت کو حوالے
کرنا فرمایا سماح و بلند نظری کے کیا معنی عرض کی تنگی و
فراخی میں یکساں خرچ کرنا اور دینا۔ فرمایا شح و حرص کسے
کہتے ہیں عرض کی آدمی جو کچھ اسکے ہاتھ میں ہے اسے باعث
عزت شرف سمجھے اور جو خرچ کر ڈالے اُسے ضائع شدہ جانے
فرمایا اخاء (بھائی چارہ) کیا ہے کہا غمخواری کرنا شدتِ ضرورت
میں۔ فرمایا جبن (بزدلی) کیا ہے عرض کی دوست کے آگے
جرأت دکھانا اور دشمن سے دب جانا۔ فرمایا غنیمت
کیا شے ہے۔ عرض کی تقویٰ و پرہیزگاری کی رغبت
اور دنیا کی آرام و آسائش یہ غنیمت بارده ہے فرمایا
حلم کیا شے ہے عرض کی غصہ کا پی جانا اور نفس کا قابو
کرنا۔ فرمایا غنی و تونگری کیا شے ہے۔ عرض کی نفس
کا راضی ہونا اس پر جو خدا نے قسمت کیا ہے گو تھوڑا ہی ہو
غنی ہونا صرف دل کا غنی ہونا ہے۔ فرمایا فقیری کیا
شے ہے کہا نفس کا ہر ایک شے کی حرص کرنا۔ فرمایا بلند
ہمتی کیا ہے۔ عرض کی ہیبت و شان کی شدت اور
معزز ترین آدمیوں سے ہمسری کرنا۔ فرمایا ذلت کیا ہے

ل؎ اگر کوئی شخص فن ادب کا ارادہ کرے تو استعمال میں شرف کے مقابلے میں لفظ تلف نہ لائے بجائے اسکے شرف ان
ہیں جو کہتے۔ گو یہ حضرات تکلف و تصنع سے بری ہیں اور فصاحت ہر حال میں ان کے الفاظ سے ٹپکتی ہے یہ معزز علم
جبال وشیران حرب وحب شن زال ہیں ۱۲ کشف الغمہ۔

الفزع عند المصد وقه قال
فما العي قال اللعبث باللحية
وكثرة الرق عند المخاطبة قال
فما الجراءة قال موافقة الاقران
قال فما الكلفة قال كلامك فيما
لا يعنيك قال فما المجد قال تعطي
في الغرم وتعفو عن الجرم قال
فما العقل قال حفظ القلب كلما
استودعته قال فما الخرق قال
اتيان الجميل وترك القبيح قال فما
الحزم قال طول الاناءة والرفق
بالولاة قال فما السفه قال اتباع
الدناة ومصاحبة الغواة قال
فما الغفلة قال تركك المسجد و
طاعتك المفسد قال فما الحرمان
قال تركك حظك وقد عرض عليك
قال فمن السيد قال الاحمق في ماله
المتهاون في عرضه في شتم فلا يجيب
المتهم بامر عشيرته هو السيد۔

کہا نزول بلا کے وقت جزع و فزع کرنا فرمایا
عی یعنی عاجزی کیا ہے۔ فرمایا ڈاڑھی سے کھیلنا اور
بات کرتے وقت منہ سے تھوک کی چھینٹیں اڑنا
فرمایا جرأت کیا شے ہے عرض کی ہمسروں کے مقابلے
میں مقاومت کرنا۔ فرمایا کلفت کیا شے ہے عرض کی
بے فائدہ سخن زنی کرنا۔ فرمایا مجد و بزرگی کیا شے
ہے عرض کی غرم کرکے عطا کرنا اور جرم و خطا کو معاف
کرنا۔ فرمایا عقل کیا شے ہے کہا دل کا تمام ان اشیاء کو یاد
رکھنا جو اسکو ودیعت کیگئی ہیں۔ کہا حماقت کیا ہے عرض کی
وہ امام سے دشمنی کرنا اور اسکے کلام پر اپنی آواز کو بلند
کرنا۔ فرمایا سنا کیا شے ہے کہا نیک کاموں کو عمل میں لانا
اور بری باتوں کو ترک کرنا۔ فرمایا حزم کیا شے ہے
عرض کی درازی نرمی و آہستگی اور والیان امر کے
ساتھ مدارا فرمایا سفاہت کیا ہے عرض کی کمینوں
کا اتباع کرنا اور گمراہوں کی ہمنشینی اختیار کرنا۔ فرمایا
غفلت کیا شے ہے فرمایا ترک کرنا رکوع و سجود کا
اور پیروی کرنا اہل فساد کی فرمایا حرمان کونسی شے
کہا اپنا وہ حصہ چھوڑ دینا جبکہ وہ سامنے پیش کیا
جائے۔ فرمایا سید و سردار کون ہے کہا اپنے مال میں
احمق اور اپنی آبرو کی اہانت کرنیوالا اسے گالیاں
دیں اور جواب نہ دے اپنے قبیلہ کے معاملہ میں تہمت
زدہ ہو وہی سید ہے۔

صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں یہ وہ جوابات ہیں کہ جناب امام حسنؑ سے بے سوچے سمجھے بغیر تامل

بدیہہ حاضرہ و فضیلت وافرہ اور استخراج غوامض پر نکرہ قادرہ سے صادر ہوئے ہیں۔

دنیا آباد و عاقبت خراب

معانی الاخبار شیخ صدوق میں جناب صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ حسن بن علیؑ کا ایک دوست نہایت مبارک تھا۔ ایک مرتبہ کچھ عرصہ تک حضرتؑ کے پاس نہ آیا جب آیا تو حضرت نے پوچھا کیف اصبحت کیا حال تمہارا ہے۔ عرض کی اصبحت یا ابن رسول اللہ بخلاف ما احب و یحب اللہ و یحب الشیطان اے فرزند رسولؐ میں نے صبح کی بخلاف اپنی خواہش کے اور خواہش خدا کے اور برخلاف خواہش شیطان کے حضرتؑ یہ سنکر ہنسنے لگے اور فرمایا یہ کیونکر عرض کی اللہ تعالےٰ نے چاہا ہے کہ میں طاعت خدا بجا لاؤں اور اسکے عصیان و نافرمانی کا مرتکب ہوں۔ میں ایسا نہیں کرتا علیٰ ہذا شیطان کی خواہش یہ ہے کہ بالکل اسکا مطیع ہو جاؤں اور بالمرہ نافرمانی خدا اختیار کروں و لیکن میں ایسا نہیں دریں چاہتا ہوں کہ کبھی نہ مروں اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اس وقت حضار مجلس سے ایک شخص اٹھا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ کیا بات ہے ہم موت سے کیوں نفرت کرتے ہیں فرمایا تم نے دنیا آباد کی اور عاقبت خراب کرلی اس لئے آبادی سے ویرانے کی طرف جانا پسند نہیں کرتے

برخے از کلام نظمیہ آنجناب صلوات اللہ علیہ

کچھ اشعار آنجناب اس سے پہلے باب سخاوت میں اور کسیقدر حکایت اسلام عرابی عیندیں کسیقدر جری صلح معاویہ کے بارہ میں کتاب ہذا میں ذکر ہوئے دیگر مضامین کے منظومات جو نظر قاصر میں آئے یہاں مذکور ہوتے ہیں۔

رازق مطلق خدائے برحق ہے

نور الابصار شبلنجی میں شرح درایہ عبد القادر طبری مالکی سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ؎

اغن عن المخلوق بالخالق تغن عن الکاذب الصادق
واسترزق الرحمان من فضلہ فلیس غیر اللہ بالرازق

من ظن ان الناس تغیونه — فلیس بالرحمان بالواثق

من ظن ان الرزق من کسبه — زلت به النعلان من خالق

(ترجمہ) مخلوق سے اعراض کر کے خالق کے بھروسہ پر غنی ہو جا۔ تو لوگوں کا ذب دراشگو سے بے پرواہ ہو جائیگا۔ حق تعالےٰ کے فضل سے جو رحمان و رحیم ہے رزق طلب کر خدا کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں جس نے گمان کیا کہ آدمی اسکو غنی کر دیں گے۔ وہ خداوند رحمان پر ایمان واثق نہیں رکھتا جس نے خیال کیا کہ رزق اسکے اپنے کسب کی بدولت حاصل ہوتا ہے تو اس کے دونوں قدم راہِ خدا میں ڈگمگا گئے۔

تجربہ کار زمانے کے دھوکے میں نہیں آسکتا

ندی لذ الایام ان صفا نھا — توے بایام السرور الذواھب

وکیف یغتر الدھر من کان بینه — وبین اللیالی محکمات التجارب

زمانہ کی کدورتوں کا خیال نہ کر و بتحقیق کہ اسکی صفائی جانے والے سرور کے ساتھ پست ہو کر چلی گئی زمانہ اس شخص کو کیونکر دھوکا دے کہ اسکے اور شب ہائے آئندہ کے درمیان محکم تجربات موجود ہیں۔

دنیا دار اقامت نہیں اسکو وداع کرو

قل للمقیم بغیر دار اقامتہ — حان الرحیل فودع الاحبابا

ان الذین لقیتهم وصحبتهم — صاروا جمیعًا فی القبور ترابا

تو اس شخص سے جو غیر دار اقامت میں مقیم ہے کہدے کوچ کا وقت آگیا دوستوں کو وداع کرو بتحقیق کہ جن لوگوں سے تو نے ملاقات کی اور صحبت رکھی وہ سب قبروں میں پڑ کر مٹی ہو گئے

دنیا فانی ہے

ناپائداری دنیا کے بارے میں اکثر فرماتے۔

یا اھل لذات دنیا لا بقاء لها — ان المقام بظل زائل حمق

اے دنیا کی لذتوں کے جن کو بقا نہیں دلدادے ڈھلنے والے سائے کے نیچے مقام کر لینا فانی ہے یا زوال پذیر سایہ سے دھوکا کھانا حماقت ہے۔

دنیا سے کفاف پر اکتفا کرنی چاہیئے

الکسرۃ من خسیس الخبز تشبعنی — وشربۃ من قراح الما تکفینی
وطمرۃ من رقیق الثوب تسترنی — حیًا وان مت تکفینی لتکفینی

ادنے روٹی کا ٹکڑا مجھکو سیر کر سکتا ہے اور آب خالص کا ایک گھونٹ میری سیرابی کے لئے بس ہے ایک پُرا جھینا پارچہ زندگی میں میرے بدن کے ڈھانپنے کو بس ہے۔ اور مر جاؤں تو وہی پارچہ میرے کفن کے واسطے کفایت کرتا ہے۔

مذمت دنیا و خطرہ مرگ

وما رست ھذا الدھر خمسین حجۃ — وخمسًا ارجی قابلا بعد قابل
وما انا فی الدنیا بلغت جسیمھا — ولا فی الذی اھوی کدحت بطائل
فقد شرعتنی فی المنایا اکفھا — وایقنت انی رھن موت مُعاجل

مینے دہر دنیا کا پانچ اوپر پچاس سال تجربہ کیا اور سال بسال اُمید کامیابی کی کرتا رہا۔ نہ تو دنیا میں کوئی عظیم مراد پائی جسکی طرف میری خواہش ہے یعنی آخرت کے لئے کوئی نفع حسب مراد حاصل کیا۔ آخر کار موت نے اپنے نیزے میری طرف بلند کر دیئے اور مجھے یقین ہوگیا کہ جلد آنیوالی موت کا گروی شدہ ہوں۔ سن مبارک ہر چند پچپن سال کو نہیں پہنچا۔ مگر تمثیلاً کنایہ درازی مدت تجربہ کی طرف فرماتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ آپ کا اپنا کلام نہ ہو کسی اور شاعر کا کلام شاذاً قرأت فرمایا ہو

معجزات

بصائر الدرجات وغیرہ کتب معتبرہ میں ابو عبد اللہ جعفر صادق ؑ سے نقل ہے انھوں نے امام حسن علیہ السلام سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے دو شہر مشرق و مغرب میں پیدا

جن کی شہر پناہ کی دیواریں فولاد کی بنی ہیں اور ہزارہا دروازے خالص سونے کے ہیں ونختلف زبانیں وہاں بولی جاتی ہیں۔ ہم ان تمام زبانوں سے واقف ہیں ان شہروں پر سوائے میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے تیسرا کوئی حجت خدا نہیں۔ حقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ ان دو شہروں کا ذکر روایات آئمہ معصومین میں مشہور و معروف ہے۔ آنحضرتؐ نے بار بار اشارہ کیا اور بتلایا ہے کہ وہاں ہمارے سوا کوئی کسی کو نہیں جانتا۔ ہم ہر روز بوقت خاص وہاں جاتے اور احکام صادر کرتے ہیں اور فصل خصومات فرماتے ہیں ان کا نام جابلقا و جابرسا بتایا گیا ہے۔ ارشاد معصوم ہے کہ جس طرح ان کے باشندوں کو قرآن تعلیم کیا ہے تلاوت کرتے ہیں کوئی مسئلہ قرآن میں پیش آتا ہے تو ہم سے سوال کرتے ہیں ہم اس کا بیان کرتے ہیں تو ان کے سینہ کشادہ اور نور سے معمور ہو جاتے ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ حق تعالے ان کے لئے ہم کو قایم رکھے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہماری وجہ سے نعمات متکاثرہ ان پر مبذول ہوتی ہیں اس لئے ہماری قدر پہچانتے ہیں۔ وہ ظہور قائم آل محمدؐ پر ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے وغیرہ وغیرہ چونکہ یہ روایات آنحضرت سے نقل ہوئی ہیں اور بذریعہ رواۃ ثقات ہم تک پہنچی ہیں لہذا ان کو قبول کرنا چاہیے اور حیل اور حجت لا کر ان کا انکار نہ کریں اور کہیں کتب جغرافیہ میں ان شہروں کا پتہ نہیں ملتا کیسے تصدیق کریں۔ علم جغرافیہ مروجہ تمام مخلوقات الہٰی کا کفیل نہیں ہو سکتا ہمیشہ نئی نئی معلومات کا اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ براعظم امریکہ ہزاراں ہزار سال تک پرانی دنیا سے مخفی رہا۔ جنت عدن بہشت شداد کا وجود یقینی ہے مگر نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسیطرح جزیرہ خضرا و جابلقا و جابرسا تک جہاز رانوں کے جہاز ہنوز نہ پہنچے ہوں یا پہنچے ہوں مگر مصلحت الٰہی ان کے اخفا ہی میں ہو تو کیا محل استبعاد ہے۔

جواب سوالات بادشاہ روم بروایت دیگر غیر از روایت گزشتہ

بحار میں خرایج سے نقل کیا ہے کہ علی علیہ السلام رحبہ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے ایک مرد اٹھا اور عرض کی میں حضور کی رعیت اور حضور کی قلمرو کا باشندہ ہوں۔ ارشاد کیا نہ تو میری رعایا ہے نہ اس ملک کا رہنے والا ہے ابن الاصفر ملک روم نے کچھ مسائل معاویہ سے دریافت کرائے جنہوں نے اس کو قلق و اضطراب میں ڈالا ہے وہی سوالات مجھکو دیکر بھیجا ہے کہ ہم سے تحقیق کرے۔ عرض کی آپ سے

درست فرمایا واقعی میں معاویہ ہی کا فرستادہ ہوں مجھے خفیہ طور پر بھیجا تھا۔ مگر حضرت اس سے واقف ہو گئے حالانکہ سوائے خدا جل شانہ کے کوئی اس راز سے واقف نہ تھا۔ فرمایا میرے ان دو فرزندان (حسنؑ و حسینؑ) سے کسی ایک کے آگے وہ سوال پیش کر جواب باصواب دینگے۔ پھر خود فرمایا کہ اس ذوالوفرہ (بالوں والے یعنی امام حسنؑ) سے دریافت کر۔ وہ شخص آنحضرتؑ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ نے فرمایا تو یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ کیا فصل ہے درمیان حق و باطل کے اور درمیان زمین و آسمان کے اور درمیان مشرق و مغرب کے۔ اور قوس و قزح کیا شے ہے اور مونث کیا ہے اور وہ دس شے کونسی ہیں جن کا ایک دوسری سے شدید تر ہے۔ کہا ہاں سوالات یہی ہیں۔ ان کے جوابات ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا حق و باطل کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہے یعنی جو کچھ آنکھ سے دیکھے حق ہے کان سے سنی باتیں اکثر باطل ہوتی ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان کا فاصلہ دعائے مظلوم کی مسافت کا ہے یا بقدر درازیٔ بصر اور مشرق و مغرب کی دوری آفتاب کی صبح سے شام تک کی مسافت ہے اور قزح ایک شیطان کا نام ہے الا وہ کمان خدا کی ہے اور علامت خصب (تری و تازگی ضدِ الجدب خشک سالی) کی اور امان ہے اہل زمین کے لئے غرق سے اور لیکن مونث پس وہ مولود ہے جسکی نسبت معلوم نہ ہو کہ ذکر ہے یا انثیٰ پس انتظار کیا جائیگا نر ہوگا تو احتلام ہوگا یا مادہ ہوگی تو حیض آئیگا اور پستان سینہ سے ابھر آئیں گی۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہو تو کہا جائیگا پیشاب کرنے کو اسکا پیشاب آگے دیوار پر پڑے تو مذکر ہے پیچھے ہٹ کر پاشنہ پا تک پہنچے جیسا کہ شتر کا پیشاب پیچھے کو ہٹتا ہے تو مونث۔ اور لیکن وہ دس اشیا جن میں ایک سے دوسری سے شدید تر ہے پس تمام چیزوں سے خلق خدا کی شدید تر پتھر ہے اور اس سے شدید تر آہن ہے جس سے وہ توڑا جاتا ہے اور قطع کیا جاتا ہے اور آہن سے شدید تر آگ ہے کہ اس کو پگھلاتی ہے اور آتش سے شدید آب ہے جس سے آگ بجھ جاتی ہے اور آب سے شدید تر ابر ہے جس سے وہ جدا ہوتا ہے اور ابر سے شدید ہوا ہے کہ اسکو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے شدید تر وہ ملک ہے جس کے زیر فرمان ہوا رواں ہوتی ہے۔ اور اس ملک سے شدید تر ملک الموت ہے جو اسکی روح کا قبض کرنیوالا ہوگا اور ملک الموت سے اشد حکم خدائے واحد و احد ہے۔ جو موت کو دفع کر سکتا ہے۔

نخلِ خشک کا تر اور بار آور ہونا

بصائر الدرجات میں ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار حسن مجتبیٰؑ مکہ کو جا رہے تھے آپ کے ہمراہ ایک مرد اولاد زبیر سے بھی تھا جو آپ کا معتقد اور آپ کی امامت کا قائل تھا ایک منزل میں حسنؑ آپ پر نزول ہوا راوی کہتا ہے کہ وہاں ایک کھجور کا پیڑ تھا۔ جو پانی نہ پانے سے خشک ہوگیا تھا۔ فرش بچھا دیا گیا آپنے اس پر قیام کیلئے زبیر ایک دو درخت خشک کے نیچے آپ کے مقابل فرش ہوا۔ پسر زبیر سر اپنا بلند کر کے کہنے لگا اے کاش اس درخت پر خرما تازہ لگے ہوتے تو ہم تناول کرتے۔ امام حسنؑ یہ کلام حسرت انجام اسکا سنکر فرمایا۔ چاہتا ہے کہ خرما تازہ نوش کرے عرض کی ہاں مولا میرے میرا یہی مقصود ہے پس حضرتؑ نے دست دعا بدرگاہ کبریا بلند کئے اور ایسے لفظوں میں دعا کی کہ زبیری انکو کچھ نہ سمجھا کہ ناگاہ وہ درخت خشک ہرا ہوگیا اور برگ و بار اس میں نکل آئے اور گچھے خرما تازہ کے لٹک پڑے ایک شتربان کھڑا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا بے اختیار بولا معجزہ واللہ خدا کی قسم یہ جادو ہے۔ امام حسنؑ نے کہا ہرگز یہ جادو نہیں بلکہ دعائے پسر نبیؐ ہے کہ مستجاب ہوئی۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ درخت پر چڑھ گئے اور جسقدر خرما پائے چن لئے اور وہ اسقدر تھے کہ تمام قافلہ کے لئے کافی ہوگئے

علم مغیبات

امر پوشیدہ کی اطلاع دینا

معاویہ حسب معاہدہ صلح آنحضرتؑ کے لئے مال بھیجا کرتا تھا ایک بار اسکے آنے میں دیر ہوئی تو گونہ پریشانی و گرانی لاحق حال تھی۔ امام حسنؑ نے امام حسینؑ و عبد اللہ جعفرؓ کو خبر دی کہ معاویہ جائزہ روانہ کرچکا ہے وہ تم کو فلاں روز رویت ہلال پر پہنچیگا پس عین اس وقت اور اس ساعت میں جس کی آپنے خبر دی تھی رویت ہلال پر مال پہنچا امام حسنؑ نے اپنا قرضہ ادا کیا باقی اہل خانہ و غلامان آزاد کردہ پر قسمت فرمایا۔ علیٰ ہذا امام حسینؑ نے ادائے قرض کے بعد باقی عیال و اہلبیت و موالی پر تقسیم فرمایا۔ عبد اللہ نے قرض ادا کیا بقیہ قاصد معاویہ کو جو مال لیکر آیا تھا مرحمت فرمایا۔ اس لئے

واپس جاکر معاویہ سے کیفیت بیان کی اس نے اور مال زائد انکے لئے روانہ کیا۔

رحم کے اندر کے حال سے وقفیت

بحار میں کتاب الدلائل ابوجعفر رستم طبری سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ حسنؑ کی نے ایک گائے کو دیکھکر کہا یہ حاملہ ہے اس کے شکم میں ایک بچھڑی ہے جس کی پیشانی پر سفید نشان ہے علی ہذا اس کی دم کا سر اسفید ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم قصاب کے جو اس کے ذبح کرنے کو لئے جاتا تھا ساتھ گئے۔ اس نے گائے کو ذبح کیا تو اسی صورت کا بچہ اسکے پیٹ سے نکلا جیسا کہ حضرت نے کہا تھا ہم نے کہا حقتعالے فرماتا ہے ویعلم ما فی الارحام کہ رحم کے اندر کے بچوں کے حال سے وہی واقف ہے کہ نر ہیں یا مادہ اور کس رنگ و وضع کے ہیں پھر کس طرح آپ کو بچھڑی کے حال سے اطلاع ہوئی۔ فرمایا بہت سے علم مخزون و مکنون ایسے ہیں کہ ان سے ملک مقرب اور نبی مرسل تک آگاہ نہیں ہوئے محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے۔

شمار دانہائے خرما پر آگاہی ہونا

حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ کی معاویہ سے صلح ہوئی تو نخیلہ کوفہ میں مقیم تھے۔ معاویہ نے کہا اے ابومحمد میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ درخت خرما کو دیکھکر اس کے پھل کا اندازہ کر لیتے اور اندازہ حضرت کا ٹھیک اُترتا تھا۔ تم کو بھی ایسا علم ہے کیونکہ تمہارے شیعہ کہتے ہیں کہ تم سے زمین و آسمان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ فرمایا رسول اللہ کیل (پیمانہ) سے اندازہ کرتے تھے میں پھل کی تعداد بتا سکتا ہوں۔ معاویہ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے کہا اس میں کتنے خرمے ہوں گے حضرت نے فرمایا چار ہزار چار دانے۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس حدیث کے کچھ جملے باقی رہ گئے جو جوہری نے بروایت ابن عباس پورے کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ معاویہ نے امر کیا اور گچھے خرموں کے جو ہنوز خام تھے توڑ کر انکے دانے شمار کئے جائیں گنا تو چار ہزار تین دانے تھے یعنی ایک دانہ کی کمی نکلی فرمایا ما کذبت ولا کذبت واللہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ کہتا ہوں نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ پس دیکھا تو عبداللہ بن عامر بن

ہر کے ہاتھ میں ایک دانہ تھا۔ شمار پوری ہوگئی تو فرمایا اے معاویہ تو اس کا انکار نہ کرے تو ان آئندہ اعمال سے خبر دوں جو تیرے ہاتھ پر جاری ہونگے۔ مگر تو کہے گا کہ ابن صغر سنی میں اتنی باتیں نہ کر رسولخدا سے سنی قسم خدا کی کہ تو زیاد جد نہاد کو نسب میں اپنے سے ملحق کریگا۔ اور حجر بن عدی قتل کرائیگا۔ اور سرہائے مومنین ان کے بدنوں سے جدا ہو کر شہر بشہر پھرائے اور پھر تیرے پاس لے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ جیسا حضرت نے ارشاد کیا تھا معاویہ نے فی الحقیقۃ زیاد کا الحاق حجر بن عدی کو قتل کرلیا اور عمرو بن الحمق خزاعی کا سر تن سے جدا ہو کر اسکے پاس لایا گیا۔

یہ حضرات آئندہ واقعات قیامت تک سے واقف تھے

خرائج میں ہے کہ دو مرد آپ کے پاس بیٹھے تھے ایک کی نسبت فرمایا کہ شب گذشتہ تو نے فلاں شخص سے یا اور یہ باتیں کیں اس شخص نے کہا یہ امور غائبہ کی خبر دیتے ہیں اور متعجب ہوا حضرت نے فرمایا تجھے اس سے تعجب ہوا تحقیق کہ ہم ان جملہ امور سے واقف ہیں جو شب و روز عالم میں ہوتے رہتے ہیں پھر فرمایا۔ اللہ تعالے نے اپنے نبی کو جملہ حرام و حلال کی تعلیم دی اور تنزیل و تاویل قرآن علم سکھایا اور جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے بتلایا۔ رسولخدا نے وہ تمام علوم علی ابن ابی طالب کو تعلیم کئے اور ان سے ہمکو پہنچے۔

اپنی زہر خورانی کی خبر دینا

یہ مشہور ہے اور اخبارات و احادیث میں ماثور کہ آنحضرتؑ نے اپنی شہادت سے بہت پہلے اطلاع دی کہ مجھ کو زہر دیا جائیگا اور وہی باعث میری وفات کا ہوگا۔ عرض کی کون حضرت کے ساتھ یہ ظلم و ستم روا رکھے گا۔ فرمایا کوئی کنیز میری یا زوجہ ایسا کرے گی۔ پھر کہا کیوں نہیں اس کو گھر سے نکال دیتے فرمایا کیونکر ایسا ہو سکتا ہے جبکہ میری موت اسکے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے۔ نیز فرمایا کہ جرم سے قبل سزا نہیں ہو سکتی۔ پس جیسا حضرتؑ نے خبر دی تھی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے معاویہ سے ساز کر کے حضرتؑ کو زہر فرستادہ معاویہ دیا جو باعث وفات ہوا چنانچہ یہ حکایت اس سے مفصل تر آئندہ باب وفات آنحضرتؑ میں ذکر ہوگی۔

خبر بیعت بخلافت

اپنے پدر عالیقدر حیدر کرار امام ابرار سے قبل اسکے کہ امر خلافت آنحضرتؑ کی طرف رجوع ہو نقل فرمایا۔ اِنّ للعرب جولۃ کہ اہل عرب کی ایک حرکت و جولانی ہے۔ پیروی باطل کی حالت میں ولقد رجعت الیہا عوازب احلامہا حالانکہ ان کی عقلیں کہ ان سے پوشیدہ و دور ہو گئی تھیں ان کی طرف مراجعت کرینگے اور وہ اسپ شتر دوڑاتے تمہارے پاس آئینگے۔ اور ہر چند کہ تم سوراخ کفتار میں پنہاں ہو نکال لینگے اور بیعت کرینگے۔ سوراخ کفتار سے اس لئے تشبیہ دی کہ وہ گہرا سوراخ زمین میں کھودتی ہے یہ کنایہ ہے کہ خواہ تم اتنے کیسے ہی پوشیدہ ہوگے وہ تم کو نکال لینگے اور بیعت کرینگے۔

قصۂ غلام اسود بائع روغن

خرائج میں ہے کہ جناب صادق علیہ السلام نے اپنے آبا طاہرین صلوٰۃ اللہ اجمعین سے نقل کیا کہ امام حسنؑ پیادہ پا مکہ کو جا رہے تھے پاہائے مبارک ورم کر گئے لوگوں نے عرض کی کہ اگر حضور تھوڑے سوار ہو جائیں تو یہ ورم رفع ہو جائے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ منزل پر پہنچکر ہمکو ایک غلام سیاہ روغن فروش ملیگا اس کا روغن اس ورم کو نفع دینے والا ہے۔ وہاں پہنچکر اس سے تیل خرید لو اور قیمت میں حجت و تکرار نکرو ایک نے کہا ہمنے تو اس منزل میں کسی کو تیل بیچتے نہیں دیکھا۔ فرمایا البتہ روغن فروش ملے گا چند میل آگے گئے تھے کہ غلام سیاہ دکھائی دیا آپنے غلام سے کہا یہ لو اسود موجود ہے جو کچھ قیمت دیکر روغن لے لو اسود نے آپ کے آدمی سے کہا کس کے لئے روغن درکار ہے کہا حسن بن علی ابن ابیطالب کے لئے کہا مجھے خدمت آنحضرتؑ میں لیچلو۔ وہاں حاضر ہوا تو عرض کی یا ابن رسول اللہ میں حضور کا آزاد کردہ بندہ ہوں اسکی قیمت ہرگز نہ لونگا۔ بلکہ حضرت دعا کریں خدا سے کہ مجھے ایک لڑکا مستوی الخلقت عطا کرے جو تم اہلبیتؑ کو دوست رکھے۔ میں اپنی زوجہ کو درد زہ میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا اپنے مکان کو جا اللہ تعالٰے نے تجھے ایک پسر سوتی الخلقت عطا کر دیا ہے جا کر دیکھا تو واقعی اس کی اہلیہ کے بطن سے لڑکا اسی صفت و صورت کا پیدا ہو چکا تھا۔ اسود دوبارہ خدمت میں حاضر ہو کر دعائے خیر بجالایا حضرتؑ نے اس روغن

انکا استعمال کیا اپنی جگہ سے اُٹھنے نہ پائے تھے کہ ورم پائے اقدس کا دور ہو گیا۔

امیر المومنینؑ کو بعد وفات زندہ و سلامت دکھانا

بحار میں کتاب العتیق و مولد الاصفیا الشیخ مفید علیہ الرحمہ سے نقل ہوا ہے کہ باسناد خود ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حسن مجتبیٰؑ کے پاس آئے اور کہا ہمکو کوئی عجیب بات دکھاؤ جیسے تمہارے باپ امیر المومنین عجائبات دکھاتے رہے۔ فرمایا اس پر ایمان لاؤ گے عرض کی ہاں لائیں گے فرمایا میرے والد کو پہچانتے ہو کہا خوب پہچانتے ہیں پس پردہ جو حجرہ متصلہ کے دروازہ پر پڑا تھا اس کا سرا اُٹھا کر کہا دیکھو اس مکان میں امیر المومنینؑ تشریف رکھتے ہیں تم نے پہچانا۔ عرض کی ہاں پہچانا لاریب یہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں شہادت دیتے ہیں کہ تم ولی خدا اور امام دوسرا ہو آنحضرت کے بعد تمنے آنحضرت کی ہم کو اسی طرح زیارت کرائی جیسے کہ انھوں نے ابو بکر کو مسجد قبا میں رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد انکی زیارت کرائی تھی حضرت نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں پڑھا نہیں لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہِ اَموَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ ولکن لا تشعرون جو لوگ راہ خدا میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمکو شعور نہیں پس جبکہ ہر ایک مقتول راہ خدا کے لئے یہ بات ہے تو ہمارے بارے میں شک کا کیا موقع ہے۔ اُنھوں نے کہا ہم شک نہیں کرتے آمنا و صدقنا یا ابن رسولؐ اللہ اے فرزند رسولؐ ہم ایمان لائے اور تصدیق کرتے ہیں انتہٰی۔ اور قصہ امیر المومنینؑ کے ابو بکر کو رسولؐ اللہ کی زیارت کرانیکا اسطرح پر مشہور ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے ابو بکر کو کہا تم کو یاد ہے یا بھول گئے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد کیا تھا کہ مجھ پر بلفظ امیر المومنین سلام کرو اور اس کا اعتقاد کرو اور میری متابعت کرو ابو بکر نے کہا اگر کسی دوسرے سے کہلواؤ اور شہادت دلواؤ تو میں قبول کر سکتا ہوں حضرت نے فرمایا خود رسولؐ اللہ تجھے مکرر کہیں تو مانے گا۔ ابو بکر نے کہا رسولؐ اللہ کیونکر کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ وفات پا گئے فرمایا میرے ساتھ مسجد قبا تک آؤ۔ مسجد قبا میں پہنچے تو ابو بکر نے بچشم خود دیکھا کہ سرور کائناتؐ محراب مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اسکو دیکھکر بولے اے ابو بکر میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ علیؑ کی مخالفت نہ کرنا اس کا مطیع رہنا کہا ہاں یا رسول اللہ البتہ آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ میں نے بُرا کیا جو اس کے خلاف کیا اب عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد ان کی مخالفت نہ کروں گا۔ وہاں سے واپس ہوئے تو عمر خطاب راہ میں ملے

ابو بکر نے جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا ان سے بیان کیا۔ عمر بولے تو سحر بنی ہاشم کو بھول گیا جو ایسی باتیں ان سے بعید جانتا ہے اور اس قدر وسوسہ کیا کہ ابو بکر نے وہ دیدہ و شنیدہ سب بھلا دیا اور اپنی سابق چال پر چلا گیا حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا۔

معجزۂ آنجناب در ہنگام طفلی

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ ابو سفیان ایک بار بحالت کفر اس لئے مدینہ آیا حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ سے امان حاصل کرے حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتمس ہوا کہ آنحضرتؐ کے پاس شفاعت خواہ ہوں کہ قریش مکہ کے لئے امان نامہ لکھدیں اور تجدید معاہدہ فرمادیں۔ حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا اے ابو سفیان رسولخدا جو کچھ کہہ چکے ہیں اس سے انحراف نکریں گے جناب فاطمہؑ پس پردہ حجرہ میں تھیں اور امام حسنؑ چودہ مہینے کے سن و سال میں کھیل رہے تھے انہی ایام میں چلنا سیکھا تھا۔ ابو سفیان نے پکار کر کہا اے دختر محمدؐ اس صاحبزادہ کو کہو کہ اپنے جد امجد رسول اللہ خدا محمد مصطفٰےؐ کے پاس میری شفاعت کرے امام حسنؑ یہ سنکر اسکے پاس آئے اور اپنے ننھے ہاتھوں کو اسکی طرف بڑھا کر ایک سے اسکی ناک دوسرے سے ڈاڑھی پکڑی قدرت خدا سے قوت گویائی ان میں پیدا ہو گئی فرمایا کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تاکہ میں تیری شفاعت اپنے جد امجد کے پاس کروں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا اللہ اکبر شکر خدا کرتا ہوں اسپر کہ آل محمدؐ میں نظیر ذکریا پیغمبر وجود میں آیا جسکے حق میں حق تعالےٰ فرماتا ہے وآتیناہ الحکم صبیًّا ہمنے بچپن میں اس کو علم و حکمت بخشا۔

(سزائے دشمنان) زیاد بد نہاد کا فی النار ہونا

ابو حمزہ ثمالی نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا امام حسنؑ بیٹھے تھے ایک شخص نے آکر کہا یا ابن رسول اللہ آپ کا مکان جل گیا فرمایا نہیں ہرگز نہیں جلا پس ایک اور شخص آیا اور عرض کی کہ آگ دوسرے مکان میں جو آپ کے مکان کے پہلو میں تھا لگی ہے حتیٰ کہ ہمکو ذرا شک نہ رہا کہ حضور کا مکان بھی نذر آتش ہو گیا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسکو بچا لیا پس لوگوں نے

زیاد بن ابیہ کی بابت خدمت اقدس میں استغاثہ کیا کہ ہم کو بہت ستاتا ہے اور ایذائیں دیتا ہے
حضرت نے دست دعا بدرگاہ خالق ارض وسما بلند کئے اور فرمایا اللھم خذ لنا و لشیعتنا من
زیاد بن ابیہ وارنا فیہ نکالاً عاجلاً انک علی کل شئ قدیر پروردگارا تو ہمارا اور
ہمارے شیعوں کا بدلا زیاد بد نہاد سے لے اور اس کو دکھا دے کہ وہ عذاب عاجل میں گرفتار ہو گیا
ہے تحقیق کہ تو ہر شے پر قادر و توانا ہے۔ بس اسی قرب زمانے میں زیاد کے وہنے ہاتھ کے انگوٹھے
میں لکلا نکلا جس کو سلعہ کہتے تھے اور اس کی گردن ورم کر گئی تا آنکہ وہ اسی مرض میں اصل جہنم ہوا۔

جھوٹی قسم کی فوری سزا

ایک شخص نے بدروغ آنحضرت پر ایک ہزار دینار قرضہ کا دعویٰ کیا حالانکہ آپ بالکل اس کے
مقروض نہ تھے۔ شریح قاضی کی کچہری میں مدعی و مدعا علیہ دونوں حاضر ہوئے۔ قاضی نے حضرت
سے کہا قسم کھاتے ہو کہ میرے ذمے یہ روپیہ نہیں فرمایا اگر مدعی حلف کرے کہ میرے ذمہ اس کا یہ
قرضہ ہے تو میں ہزار دینار دینے کو تیار ہوں۔ شریح اسے قسم دینے لگا کہ کہہ باللہ الذی لا الٰہ
الا اللہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ قسم ہے اس خدائے برتر کی کہ اس کے سوا کوئی معبود
نہیں جو پنہاں و آشکار سے واقف ہے فرمایا اس کی ضرورت نہیں سادہ قسم کہا ہے کہ خدا شاہد ہے
تمہارے ذمہ میری یہ رقم چاہیئے اور روپیہ لے لے اس مرد نے یہ الفاظ کہے اور دینار اٹھائے۔
وہاں سے چلنے لگا تو زمین پر ٹھوکر کھائی اور گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ شریح
کو معمولی قسم کیوں نہ دینے دی فرمایا اس میں اندیشہ تھا کہ توحید خدا کی برکت سے قسم دروغ
کا گناہ بخشا جائے اور عذاب تاخیر میں پڑ جائے۔

ابتلاء شامی بعذاب دنیا

ایک روز ایک شیعہ نے شیعیانِ امام حسنؑ سے آنحضرت سے کہا آپ کیوں معاویہ سے اس قدر
تحمل زحمات کرتے اور تکالیف برداشت کرتے ہیں کس لئے دعا بد اس کے حق میں نہیں کرتے فرمایا مصلحت
جناب باری کی اطاعت کرتا ہوں ورنہ اس جل شانہ سے طلب کروں اور دعا مانگوں کہ شام کو عراق

اور عراق کو شام کردے اور مرد کو عورت اور عورت کو مرد کردے تو وہ سبحانہ البتہ میری دعا
مستجاب کرے اور وہ وہ فرمائے۔ اس وقت اہل شام سے ایک مرد حاضر مجلس تھا بولا کون ایسے امور
پر قدرت رکھتا ہے۔ حضرت نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ عورت ہو کر مردوں
کے درمیان بیٹھی ہے۔ اس شخص نے جو اپنی حالت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ عورت ہو گیا ہے۔ پس آپ نے
فرمایا اُٹھ کھڑا ہو اور اپنے گھر کو جا کہ تیری عورت مرد ہو گئی ہے وہ تیرے ساتھ جماع کریگی اور تجھ سے
ایک بچہ خنثیٰ پیدا ہوگا۔ جو کچھ حضرتؑ نے خبر دی تھی واقع ہوا بعد ازاں دونوں حاضر خدمت ہوئے اور
توبہ کی اس مرد شامی نے۔ حضرت نے اسکے حق میں دعا کی اور وہ دونوں اپنی اصلی حالت پر عود کر آئے۔

معجزہ مرد کے عورت ہو جانیکا مجلس معاویہ میں

مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ ایک دن عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ امام حسنؑ
(معاذ اللہ) کلام کرنے میں قاصر ہیں منبر پر جا کر ان کے حواس قائم نہ رہیں گے۔ درست کلام نہ کر سکیں
گے ان کو کہو خطبہ کہیں۔ معاویہ نے حضرتؑ سے کہا منبر پر جاؤ اور ہمکو پند و نصیحت کرو حضرت منبر پر گئے
اور حمد و صلوۃ النبی کے بعد ہوا خطبہ شافیہ بیان فرمائے پھر اپنے حسب نسب و جلالت و شان کا قدر
بیان کیا از آنجملہ فرمایا میں ہوں پسر بہترین زنان فاطمہ زہرا صلوۃ اللہ علیہا دختر رسول خدا کا میں ہوں
پسر سراج منیر و بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں رحمۃ للعالمین و پیغمبر انس و جن کا و پسر بہترین خلائق خدا کا
بعد رسول خدا کے۔ بیٹا ہوں صاحب فخر و فضیلت و معجزات و حلال مشکلات کا۔ اور فرزند
امیر المومنان و پیشوائے متقیان کا جس کا حق غصب کیا گیا۔ ایک ہوں دو سردار جوانان بہشت کا پسر
ہوں پیغمبر شفیع و مطاع کا اور فرزند اس شخص کا کہ ملائکہ اس کے ساتھ ہو کر اہل عناد کے ساتھ جنگ و
جہاد کرتے تھے۔ اور پسر ہوں اُس پیشوائے خلق کا جس کے سامنے قریش خاضع ہوئے۔ حضرت
یہاں تک پہنچے تھے کہ معاویہ کو اندیشہ ہوا کہ لوگ آنحضرتؑ پر مفتون و فریفتہ ہو کر مجھ سے نہ بگڑ جائیں
بولا اے ابو محمد جو کچھ تم نے کہا بس ہے۔ اب منبر سے اُتر آؤ حضرت اُترے تو معاویہ غاویہ بولا اے ابو محمد
تمہارا گمان ہے کہ میں خلیفہ و پیشوائے خلائق ہوں حالانکہ اسکے اہل و لایق نہیں حضرتؑ نے فرمایا خلیفہ
وہ ہے کہ کتاب خدا پر عمل کرے سنت رسولؐ کی متابعت بجا لائے۔ خلیفہ وہ نہیں کہ خلائق پر ظلم

کرے دشمنہائے رسول اللہ کو معطل رکھے اور دنیا اور اموال دنیا کو اپنا ماں باپ بنائے اور حسب نخواہ سلطنت و بادشاہی کرے وہ تھوڑے عرصے اس سے متمتع ہو گا۔ جلدی ہی یہ لذات اس سے منقطع ہو جائیں گی اور عذاب ان کا باقی رہجائیگا بس ایک جوان بنی امیہ سے کہ اس مجلس میں حاضر تھا آپ سے متعرض ہوا اور بہت سی ناہموار و ناسزا باتیں آپ کی اور آپ کے پدر بزرگوار عالیمقدر کی شان میں کہیں حسن مجتبیٰ نے فرمایا خداوندا اپنی نعمت کو اس سے متغیر کر اور مرد سے اس کو عورت بنا دے کہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں اس مردود نے جو اپنے حال پر غور کیا تو عورت ہو چکا تھا۔ ڈاڑہی کے بال معدوم ہو گئے اور دیگر علامات مردی دور ہو کر عورتوں کی نشانیاں پیدا ہو گئی بخیش فرمایا۔ اے عورت یہاں سے چلی جا۔ عورت ہو کر مردوں کی مجلس میں بیٹھنا روا نہیں بعد ازاں حضرت اٹھے کہ وہاں سے باہر تشریف لیجائیں عمر عاص بولا ذرا اور بیٹھئے میں چند مسائل آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا جو چاہے دریافت کر۔ اس ملعون نے کہا مجھکو کرم۔ نجدت۔ مروت کے معنی بتلاؤ۔ فرمایا کرم عطائی کرنا ہے بلا توقع عوض اور عطا کرنا قبل از سوال۔ لیکن نجدت وہ دفع کرنا دشمنوں کا اپنے محارم سے اور صبر کرنا ہر امر مکروہ پر۔ اما مروت پس وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دین و نفس کو نجاسات سے نگاہ رکھے اور ادائے حقوق خدا پر آمادہ رہے۔ جسے دیکھے سلام کرے۔ یہ کہکر وہاں سے برآمد ہوئے معاویہ عمر وعاص کو ملامت کرنے لگا کہ تو نے شام کے لوگوں کو بگاڑا اور حسن کے فضائل پر ان کو مطلع کیا۔ عمرو نے کہا ان باتوں کو چھوڑ و شام والے تجھ کو دین و ایمان کے لئے دوست نہیں رکھتے ان کی غرض محض حصول دنیا ہے سو تلوار اور مال دنیا تیرے قبضہ قدرت میں ہے جس سے ان باتوں سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے پس اس جوان اموی کا قصہ آدمیوں میں مشہور ہوا اس کی زوجہ نے خدمت امام میں آکر گریہ وزاری و استغاثہ کیا امام انام کو اس پر رحم آیا اس کے حق میں دعا کی۔ بدستور مرد ہو گیا۔

توہین قبر مبارک کی سزا

نورالابصار شبلنجی میں ہے کہ ایک شقی نے شدت عداوت سے قبر مبارک پر گستاخی بجز بافوراً جنون اس پر طاری ہوا اور کتوں کی طرح بھونکنے لگا حتی کہ اسی حالت میں فی النار ہوا۔ دفن ہوا

تو اسکی قبر سے کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ شبلنجی کہتے ہیں کہ اخراج کیا ہے اس روایت کو حافظ ابونعیم اصفہانی نے اعمش سے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں۔

شمائل شریفہ

انس بن مالک سے بطریق صحیفہ وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے امام حسنؑ تھے۔ اور جناب صادقؑ کا قول ہے کہ حسن مجتبیٰ اخلق و سیرت و سیادت و سرداری میں مشابہ ترین رسولِ خدا تھے خود امام حسنؑ سے نقل ہے کہ آیہ شریفہ فی ای صورۃ ما شاء رکّبک کی تفسیر میں فرمایا علی ابن ابی طالب ہنوز پشت ابو طالب سے جدا نہ ہوئے تھے کہ حق تعالیٰ نے ان کو بصورت و شباہت رسولِ خدا خلق فرمایا پس وہ حضرت مشابہ ترین خلائق تھے رسولخدا کے ساتھ اور امام حسینؑ اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ سے زیادہ مشابہ تھے۔ وکنت انا اشبہ الناس بخدیجۃ الکبریٰ۔ میں اپنی جدہ ماجدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ مرض الموت رسولخدا میں حسنین علیہما السلام کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی ھذان ابناک فورثھما شیئاً کہ یہ دونوں آپ کے پسر لخت جگر ہیں ان کو اپنے خصائل فرخندہ سے کچھ کچھ میراث میں دو فرمایا ہاں حسنؑ کے لئے میرا رعب و داب اور میری سرداری و سالاری ہے اور حسینؑ کو نجدہ یعنی دلیری و مردانگی اور جود و بخشش عطا کی۔ حضرت فاطمہؑ نے عرض کی رضیت یا رسول اللہ میں راضی ہوئی۔ راوی کہتا ہے اسی لئے امام حسنؑ صاحب علم و ہیبت تھے اور حسینؑ صاحب نجدت و جود تھے۔ اور مناقب ابن شہر آشوب میں ارشاد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انسؓ و ابوجحیفہ نے کہا کہ حسینؑ سر سے سینہ تک رسول اللہ کے مشابہ اور حسنؑ سینہ سے پاؤں تک آپ کے شبیہ تھے۔ اور بعضوں نے اس کے خلاف کہا ہے جیسا کہ بیشتر مذکور ہوا۔

شبلنجی مصری کتاب نور الابصار فی مناقب النبی و اہل بیت الاطہار میں لکھتے ہیں۔

کان ابیض مشربا بالحمرۃ ادعج العینین سھل الخدین کث اللحیۃ ذا وفرۃ	وہ حضرت سفید رنگ تھے جس میں سرخی جھلکتی تھی فراخ و سیاہ آنکھیں رخسارۂ مبارک ہموار گھنی بھری ہوئی تھی

كان عنقه ابريق فضة عظيم الكراديس[1] بعيد ما بين المنكبين ربعة ليس بالطويل ولا بالقصير من احسن الناس وجهاً وكان يخضب بالسواد وكان جعد الشعر ذكره الدولابي وغيره۔

ریش مقدس گنجان دو گیسو زیر گوش تک چھوٹے ہوئے گردن مثل صراحی نقرۂ خام مفاصل اعضا مضبوط و گندہ سینہ فراخ قد میانہ نہ بہت طولانی نہ کوتاہ روئے مبارک بہت زیادہ جمیل و حسین سیاہ خضاب کرتے تھے موئے سر مجعد و گھنگریلے تھے ذکر کیا ہے اسے دولابی وغیرہ نے۔

اور جنات الخلود میں ہے کہ رنگ آپ کا سفید۔ لبہائے مبارک سرخ بازاکت مثل برگ گل صفائی میں مثل یاقوت۔ آنکھیں فراخ بکمال سیاہی و شہلائی[2]۔ چہرۂ منور مدور دگول، دندان طبق لعل یا مثل قرص ماہ و محاسن سیاہ اس کے گرد ہالہ مثل ماہ طوق زدہ اور بال مجعد گھنگریلے یا بوئے معطر و معنبر۔ ابرو مرج و مقوس۔ ایک خط باریک بالوں کا درمیان سینہ سے ناف تک کشیدہ محاسن نہ بہت انبوہ نہ زیادہ تنک اور گردن مثل ابریق نقرہ خالص کے اور مفاصل و بندہائے بدن قوی و تنومند دوشانوں کا فصل کشادہ یعنی عریض الصدر قامت رعنا نہ میانہ نہ بہت پست نہ بلند جملہ اعضاء اور تمام ان کی حرکات و سکنات خوش آئندہ و نمکین محبوب ترین خلائق تھے۔ صورت میں اکثر اوقات وسمہ سے خضاب کرتے حضرت امام حسینؑ بھی اکثر ان امور میں آنحضرت سے بہت مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ بہت سی باتوں میں حضرت رسول خداؐ سے مشابہ تھے سوائے اس کے کہ محاسن مبارک سرخ تھی اور ریش مقدس حضرت رسولخداؐ سیاہ تھی نیز حضرت امیرؑ ازرغ تھے یعنی پیش روئے سر کے تھا۔ کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کمر سے اوپر رسولخداؐ سے اور کمر سے نیچے امیر المومنینؑ سے مشابہ تھے اور امام حسینؑ برعکس اس کے کمر سے اوپر امیر المومنین علیہ السلام سے اور نیچے جناب رسولخداؐ سے مشابہ تھے۔ واللہ یعلم۔

---

[1] کرادیس جمع کردوس استخوانہائے مفاصل جو دوگانہ ہیں جیسے دوشانے و گھٹنے وغیرہ ۱۲ منہ

[2] شہلا سیاہی چشمی دیگر آنکہ حدقہ چشم بسرخی زند و خطہائے سرخ بود در آں باشد و آں عبارت است از کمی سیاہی حدقہ کہ مائل بسرخی باشد ۱۲ منتہی الارب۔

نقش خاتم آنجناب

کافی میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ نقش خاتم امام حسنؑ و امام حسینؑ الحمد للہ تھا۔ نیز کلینیؒ نے امام رضاؑ سے روایت کی کہ نقش خاتم امام حسنؑ العزۃ للہ اور نقش خاتم امام حسینؑ ان اللہ بالغ امرہ تھا۔ اور خبات الخلود میں لکھتے ہیں کہ نقش نگین انگشتر سبط اکبر جناب شبرؑ کی یہ عبارت تھی انت ثقتی فاعصمنی من خلقک پروردگار تو ہی میرا محل اعتماد ہے پس مجھکو شر خلائق سے محفوظ رکھ۔ بقولے یہ کلمات تھے اللہ ولی عصمتی من خلقہ حقتعالےٰ ولی و صاحب ہے میری حفاظت کا اپنی خلقت سے۔ مروی ہے کہ نقش کرنا ان کلمات کا نگین میں خاصکر اگر عقیق کا ہو تو باعث ایمنی از بلاہا ہے اور بقولے آپ کا نقش نگیں اللہ ولی الغنیؔ خدائے تعالےٰ تونگری و غنا کا مالک ہے۔ اور نقش کرنا ان کلمات کا دولتمندی و تونگری میں موثر ہے۔ اور ایک قول کے موافق اللہ خالق کل شی و بقولے یا ثقتی من شر خلقک نقش تھا۔ اور مشہور ہے کہ آپ نے خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور ان سے دریافت کیا تھا کہ انگشتری بنوانا چاہتا ہوں۔ اس کے نگین میں کیا عبارت نقش کراؤں فرمایا یہ کلمات لکھو لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین تحقیق کہ یہ انجیل کا آخری فقرہ ہے پس ضرور ہے کہ ایک انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ ہو۔

امامت

حضرت حسن مجتبیٰؑ بعد اپنے پدر عالیقدر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے امام اور امام ہیں حتماً و یقیناً باجماع اُمّت کوئی اس میں مخالف نہیں۔ اور صلح کرلینا آپ کا معاویہ کے ساتھ اصلاً آپ کی امامت میں خلل انداز نہیں ہو سکتا بموجب حدیث رسول اللہ متفقہ فریقین الحسن والحسین امامان قاما او قعدا کہ حسنؑ و حسینؑ دونوں امام ہیں خواہ امر خلافت پر قائم ہوں یا نظر بمصالح اس سے بیٹھ رہیں۔ صاحب کشف الغمہ بتحریر کہ امام حسنؑ کی امامت میں مسلمانوں سے کوئی بھی مخالف نہیں جیسا کہ دیگر آئمہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ جو لوگ رسول اللہ کے بعد اغیار کو خلیفہ جانتے ہیں

وہ بھی امام حسنؑ کی امامت میں ہمارے شریک اعتقاد ہیں اس لئے کہ حدیث رسول اللہ ہے کہ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ[1] سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے یعنی رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی۔ پھر ملکت و بادشاہی ہو جائیگی۔ اور اسلئے کہ علیؑ نے آنحضرتؐ کو علی رؤس الاشہاد اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اور قبائے خلافت جو آنحضرتؐ کے زیب بدن تھی امام حسنؑ کو پہنائی۔ پس امامت امام حسنؑ کی اجماعی و اتفاقی مسلمانان ہے۔

علامہ طبرسی اپنی کتاب اعلام الورٰی میں لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی امامت کئی طور پر ثابت ہو سکتی ہے اول یہ کہ عقلاً ثابت ہے کہ امام ہر زمانے میں موجود ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ امام معصوم و منصوص ہو پس بعد شہادت امیر المومنینؑ تین صورتیں ہیں۔ یا کوئی امام نہ تھا یہ صورت باطل ہے بوجہ اس کے کہ کوئی زمانہ وجود امام سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور یا یہ کہ امام تھا مگر معصوم نہ تھا جیسا کہ معاویہ یہ بھی باطل ہے بوجہ وجوب عصمت امام کے۔ نہیں تو ایک اور امام کی ضرورت ہوگی حتی کہ یہ سلسلہ ایک امام معصوم و مطہر از خطاء و زلل پر جا کر تمام ہوگا۔ تیسری صورت یہ کہ ایک امام معصوم کے وجود کے قائل ہوں۔ پس لازم ہے کہ امام حسنؑ امام معصوم ہوں ورنہ اقوال امامت سے کہ امت میں رائج ہیں خروج لازم آئیگا

دوسرا طریق یہ ہے کہ علماء شیعہ کافۃ خلفاً عن سلف ناقل ہیں کہ امیر المومنینؑ نے بمواجہ شیعیان آنحضرتؐ کو اپنا وصی و جانشین کیا۔ اور نص کی امامت و جلالت آنحضرتؐ پر جو اسکو جھوٹ جانے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات متناہیہ انکار کرنا اور دین اسلام کو ترک کرنا پڑے گا کیونکہ یہ نصوص رسولخدا کے متواترات سے کم متواتر نہیں

تیسرے امیر المومنینؑ نے جو اپنی باقی اولاد اہلبیتؑ کو چھوڑ کر آنحضرتؐ کے حق میں وصیت کی مشہور ہے اور وصیت کرنا ایک امام کا کسی کیطرف بیشک و شبہ موصی الیہ کے حق میں استحقاق امامت

---

[1] مسعودی اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ خلافت حسنؑ سے اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تصحیح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کہ خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی کیونکہ ابوبکر کی خلافت دو سال تین مہینے آٹھ یوم رہی اور خلافت عمر کی دس سال چھ مہینے تیرہ یوم اور عثمان کی گیارہ سال گیارہ مہینے تیرہ یوم اور خلافت علی مرتضےٰ چار سال نو مہینے ایک یوم اور حسنؑ کی آٹھ مہینے دس یوم اور کل تیس سال ہوتے ہیں راقم الحروف کہتا ہے کہ مذکورہ بالا تعداد کا مجموعہ تیس سال سات مہینے بیس یوم ہوتا ہے نہ صرف تیس سال شاید مورخ مذکور نے مجبوری سے اوروں کا خیال کیا ہے مشہور واللہ اعلم کا نہیں ہے مسعودی

کا فائدہ دیتا ہے اور یہی عادت جاری ہے کہ انبیاء علیہم السلام اُسی کو وصیت کرتے ہیں جسے اپنا خلیفہ وجانشین بناتے ہیں۔ خاصکر آلِ محمدؐ میں جو کسی خاص شخص کی طرف وصیت کیا جاتا اسکی امامت وخلافت کی طرف اشارہ ہے اور اس کے فرضِ طاعت کی تنبیہ ہے اور آنحضرتؐ کا ایک امر پر متفق ومجتمع ہونا اس کے لئے حجت ودلیل بلیغ ہے۔ چوتھے اخبار واحادیث کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان سے استدلال ہوتا ہے اور وہ بہت ہیں۔ از انجملہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی کہ جلیل ترین راویان شیعہ اور ان کے ثقات سے ہیں انھوں نے سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ جس وقت امیر المومنینؑ اپنے فرزند دلبند امام حسنؑ کو وصیت کر رہے تھے میں حاضر خدمت تھا آپ نے اس وصایت پر امام حسینؑ اور اپنی باقی اولاد کو و دیگر اہل بیت و رؤساء شیعہ کو شاہد کیا پھر کتب وسلاح وغیرہ تبرکات ان کے سپرد کرکے ارشاد کیا۔ اے فرزند مجھ کو رسول اللہ نے اکثر کہا ہے کہ تم کو اپنا وصی وجانشین کروں اور جس طرح آنحضرتؐ نے یہ کتب سلاح مجھے سپرد کی ہیں تم کو سونپوں۔ نیز آپ نے ارشاد کیا ہے کہ تم کو امر کروں کہ اپنی وفات کے اپنے بھائی حسینؑ کو اپنا وصی کرنا۔ اور یہ تبرکات ان کی سپردگی میں دینا۔ پھر امام حسینؑ سے کہا تمہیں حکم ہے کہ اپنے آخری وقت میں اسی طرح اپنے پسر علی بن الحسینؑ کو اپنا وصی وجانشین کرنا پھر دست مبارک علی بن الحسینؑ کا کہ اس وقت طفل کم سن تھے پکڑ کر فرمایا تجھ کو رسولؐ کا حکم ہے کہ اپنا وصی اپنے پسر محمد باقرؑ کو مقرر کرنا اور میرا اور رسول اللہؐ کا سلام ان کو پہنچانا۔

دیگر ابو جعفر محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے بوقت وفات امام حسنؑ کو فرمایا کہ میرے نزدیک آؤ تاکہ میں تم کو وہ امور پہنچاؤں جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے مجھے پہنچے ہیں اور ان اشیاء کا تمہیں امین کروں جنکا رسول خدا نے مجھے امین کیا ہے۔ پس وہ حضرت حاضر ہوئے۔ اور حضرتؑ نے جو کہا تھا عمل میں لائے۔

دیگر باسناد خود شہر بن حوشب سے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ کوفہ کو جانے لگے تو تمام کتب وتبرکات جناب ام سلمہؓ کے سپرد کئے امام حسنؑ واپس مدینہ آئے تو انھوں نے ان سے واپس لئے۔

پانچویں یہ سب کو معلوم ہے کہ امیر المومنینؑ کی وفات کے بعد آنحضرتؑ نے اپنی امامت وخلافت کیطرف خلقت کو دعوت کیا اور لوگوں نے بدیں اقرار کہ آپ خلیفہ وامام ہیں آپ کے ساتھ بیعت کی

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ جس رات امیر المومنین علیہ السلام نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا
امام حسنؑ نے اسکی صبح کو خطبہ کہا پس حمد و ثنائے الٰہی و درود بر محمد مصطفےٰ کے بعد فرمایا ایہا الناس

خطبہ امام حسنؑ بعد شہادت امیر المومنینؑ

لقدْ قبض فی ھذہ اللیلۃ رجلٌ لم
یسبقہ الاوّلون ولم یدرکہ الآخرون
لقد کان یجاھد مع رسُولُ اللہ تقیہ
بنفسہ وکان رسول اللہ یوجہ برایتہ
فیکتنفہ جبرئیل عن یمینہ ومیکائیل
عن یسارہ فلا یرجع حتی فتح اللہ
علیٰ یدیہ ولقد توفّی فی ھذہ اللیلۃ
التی عُرِجَ فیھا عیسیٰ بن مریم وفیھا
قبض یوشع بن نون وما خلف بیضاء
ولا صفراء الا سبعمائۃ درھم فضلت
عن عطائہ اراد ان یبتاع بھا خادماً
لاھلہ ثم خنقتہ العبرۃ فبکی وبکی
الناس معہ ثم قال انا ابن
البشیر النذیر وانا ابن الداعی
الی اللہ ثم قال باذنہ
ابن البشیر وانا ابن
السراج المنیر انا ابن من اذھب
عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا انا بن
اھل بیتٍ فرض اللہ تم مودتھم و

آج رات اس شخص نے رحلت کی ہے کہ اگلے لوگ
ان پر سبقت نہیں لے گئے اور پچھلے ان کے رتبہ کو نہیں
پہنچے وہ جہاد کرنے کو رسول اللہ کے ساتھ جاتے تھے اور
اپنی جان و روح سے آنحضرتؐ کی حفاظت فرماتے رسول
اللہ اپنا علم لشکر دیکر ان کو جنگ پر بھیجتے تھے تو جبرئیل
میکائیل ان کے داہنے بائیں رہتے تھے پس واپس نہ آتے
تھے تا اینکہ حق تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر وہ لڑائی فتح کرتا
تھا تحقیق کہ انھوں نے اس رات وفات پائی جس میں کہ
عیسیٰ بن مریمؑ نے آسمان کو عروج کیا۔ اور یوشع بن
نونؑ نے اس میں رحلت کی۔ انھوں نے سیم و زر
سے کچھ اپنے پیچھے نہیں چھوڑا۔ الا سات سو درہم کہ
ان کے عطیات سے بچ رہے تھے۔ ان سے اپنے
گھر والوں کے لئے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے
راوی کہتا ہے کہ اس وقت گریہ آنحضرتؑ سے گلوگیر
ہوا رونے لگے اور لوگ آپ کے ساتھ گریاں
ہوئے بعد ازاں فرمایا میں ہوں پسر بشیر و نذیر کا اور
میں ہوں بیٹا دعوت کرنے والے کا طرف خدا کے
اس کے اذن و اجازت سے اور پسر چراغ روشن
کا اور پسر ان لوگوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے

طاعتهم فی کتابه فقال قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ و من یقترف حسنة نزدله فیها حسناً فالحسنة مودتنا اهل البیت ثم جلس

رجس و پلیدی کو اس نے دور کیا اور پاک کیا انکو جو پاک کرنیکا حق تھا میں ان اہلبیت سے ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی محبت اور انکی طاعت کو اپنے کلام مجید میں تمام خلائق پر فرض کیا۔ چنانچہ فرمایا کہہ دے محمد میں سوال نہیں کرتا تم سے کوئی اجر اپنی رسالت کا الا دوست رکھنا اپنے رشتہ داروں کا اور فرمایا جو حاصل کرے ایک نیکی کو زیادہ کریں گے ہم اس کے لئے اس میں اور نیکی کو پس وہ نیکی حسنہ ہم اہلبیت کی محبت ہے۔ یہاں تک پہنچکر حضرت بیٹھ گئے۔ پس عبداللہ بن عباس آپ کے آگے کھڑے ہوئے اور کہا ایها الناس هٰذا ابن نبیکم و وصی امامکم فبایعوا لوگوں یہ تمہارے نبی کے بیٹے اور تمہارے امام کے وصی و جانشین ہیں اٹھو اور ان کے ساتھ بیعت کرو۔ پس لوگ آگے بڑھے اور ان کے ساتھ بیعت کی علامہ طبری کہتے ہیں پس لا بد وہ حضرت اپنی دعوت میں حق پر تھے اور قطعی امامت کے مستحق تھے باوصف شہادت رسول اللہ کے ان کے اور ان کے بھائی کے حق میں ان کی امامت و سیادت پر اپنے قول ابنای هذان امامان قاما او قعدا کہ میرے یہ دو بیٹے امام ہیں قایم ہوں امر امامت پر یا بیٹھ رہیں اس سے اور قول آنحضرت کہ الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اهل الجنة کہ حسنؑ و حسینؑ دو سردار جوانان بہشت ہیں۔ اور بسبب ہونے قرآن کے ان کی عصمت پر بموجب انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا کے۔ اور کلام ہمارا دربارہ آیۂ تطہیر پیشتر گزرا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ خطبہ امام حسنؑ جو کہ آپ نے شب دفن امیر المومنین کی صبح کو مسجد کوفہ میں منبر پر اس جلسہ میں جب میں آنحضرت کی ساتھ بیعت ہوئی کہا اس کو جملہ مورخین شیعہ و سنی نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ مذکورہ بالا عبارت خطبہ علامہ طبرسی نے ارشاد شیخ مفیدؒ سے نقل کی ہے۔ ہر چند اس میں اس رات کے اوصاف سے یوشع بن نون کی وفات اور عیسیٰ بن مریم کے عروج آسمان پر اکتفا کی گئی۔ اور ایک بڑا وصف اس کا کہ نزول قرآن بر رسول انس و جان ﷺ کی شب میں ہوا ذکر نہیں ہوا۔ جو کہ دیگر روایات میں مذکور ہے۔ تاہم خطبہ مذکورہ ایک قدر مشترک ہے درمیان اکثر روایات کے۔ کشف الغمہ میں حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم و مسند احمد بن حنبل و کتاب العترۃ دولابی سے قریب قریب سی عبارت کے ذکر ہوا ہے۔ ہاں ابن اثیر و ابن تیمیہ جیسے متعصب شخص نے اپنی

کتابوں کامل التواریخ والامامۃ والسیاسۃ میں اس کی عبارت میں بہت کاٹ چھانٹ کی ہے سو ویسے ہی کتب شیعہ میں اس سے بسیط تر منقول ہوا ہے چنانچہ مجالس شیخ مفیدؒ و امالی شیخ طوسی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اسی جلسہ میں بیعت سے فراغت پانے کے بعد فرمایا۔

نحن حزب اللہ الغالبون و عترۃ رسولہ الاقربون واھل بیتہ الطیبون الطاھرون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ فی امتہ والثانی کتاب اللہ فیہ تفصیل کل شیء لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ فالمعول علینا فی تفسیرہ لا نتظنی تاویلہ بل نتیقن حقائقہ فاطیعونا فان طاعتنا مفروضۃ اذ کانت بطاعۃ اللہ عزوجل ورسولہ مقرونۃ قال اللہ تعالی یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم واحذرکم الاصغاء لھتاف الشیطان فانہ لکم عدو مبین فتکونون کاولیائہ الذین قال لھم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ فقال انی بریء منکم انی اری ما لا ترون فتلقون للرماح وزرا وللسیوف جزرا وللعمد حطما

ہم گروہ غالب خدا ہیں اور عترۃ رسول خدا ہیں سب قریب تر ہیں آنحضرتؐ سے اور انکے اہلبیت طیبین و طاہرین ہیں اور ایک ہیں ان دو گراں قدر چیزوں سے جنکو رسول اللہ اپنے بعد اُمت میں چھوڑ گئے ہیں اور ثانی دوسری ہیں کتاب اللہ کے جس میں بیان و تفصیل ہے ہر شے کی باطل اسکے آگے و پیچھے نہیں پاتا ہم ہی معتمد علیہ ہیں اس کی تفسیر کے اسکی تاویل بالظن نہیں کرتے بلکہ اسکے حقائق سے یقینی طور پر آگاہ ہیں پس اطاعت کرو ہماری تحقیق کہ ہماری اطاعت تم پر فرض ہے کیونکہ وہ طاعت خدا اور رسول کیساتھ قرین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اولی الامر کی اپنے درمیان سے اور کسی امر میں تمہارے درمیان نزاع ہو تو اس کو خدا و رسولؐ کیطرف رد کرو اور اگر رد کرو گے رسول کی اور انکیطرف جو انمیں سے الامر ہیں تو البتہ جان لینگے وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں اسکو انمیں سے اور خوف دلاتا ہوں میں تمکو اس سے کہ شیطان کی چیخ پکار کو سُنو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پس تم اسکے ان دوستوں سے ہو جاؤ گے جنکو اس نے کہا تھا کہ تم پر آج آدمیوں سے کوئی غالب نہ ہوگا کیونکہ میں تمہارا پناہ دہندہ ہوں مگر جب دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے تو وہ پیچھے کو ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری و بیزار ہوں تحقیق کہ میں

ولتسهام غرضاً لم لا ینفع نفساً ایمانها لم یکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً

وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تمہیں دکھائی نہیں دیتیں پس تم گرز و شمشیر و سنان و تیر کے آماجگاہ ہوگے اور کبھی ایمان لانا اسوقت فائدہ مند نہو گا۔ جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا۔ یا ایمان لاکر کسب خیر نہ کر چکا ہوگا۔

اور مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب کفایۃ الاثر فی النصوص علی الائمۃ الاثنیٰ عشر سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے تو حضرت امام حسنؑ منبر پر گئے اور کلام کرنا چاہا مگر گریہ گلوگیر ہوا اس لئے ذرا بیٹھ گئے پس اُٹھے اور فرمایا الحمد للہ الذی کان فی اولیتہ وحدانیاً کہ جمیع اقسام حمد ثابت ہیں اس خدائے برتر کے لئے جو اپنی اولیت کے باوجود واحد و یکتا ہے پس بہت سی حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔ ترجمہ

والحمدُ للہِ الذی احسن الخلافۃ علینا اھل البیت وعندہ نحتسب عزانا فی خیر الاباء رسول اللہ وعند اللہ نحتسب عزانا فی امیر المومنین ولقد اُصیب بہ الشرق والغرب واللہ ما خلف درھماً ولا دیناراً الا اربعمأیۃ درھماً اراد ان یبتاع لاھلہ خادماً ولقد حدثنی حبیبی جدی رسول اللہ ان الامر یملکہ اثنا عشر اماماً من اھل بیتہ وصفوتہ ما منا الا مقتول او مسموم ثم نزل عن منبرہ۔

اور جمیع حمد ثابت ہیں اس خدائے عزوجل کے لئے جنے امر خلافت و امامت کو ہم اہل بیت کے لئے زیبندہ کیا۔ اور خدا کے نزدیک سمجھتے ہیں اجر اس مصیبت عظیم کا جو خوبترین پدران رسول انس و جان کی وفات سے ہم پر پڑی اور اجر اس مصیبت کا جو امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب کی شہادت سے ہم کو پیش آئی۔ بتحقیق کہ اہل مشرق و مغرب اس رنج و بلا میں مبتلا ہوئے۔ قسم خدا کی وہ کوئی درہم و دینار اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گئے الا چارسو درہم کہ اس سے اپنے گھر والوں کے لئے خادم خریدنا چاہتے تھے۔ اور البتہ بیان کیا ہے مجھے میرے حبیب اور میرے جد امجد رسول اللہؐ نے کہ امر خلافت و امامت کے ہم اہل بیت نبوت کے بارہ اشخاص متکفل ہونگے۔ کوئی ہم سے نہیں الا یہ کہ بہ شمشیر قتل کیا جائیگا یا زہر دیا جائیگا پھر منبر سے اُترے اور ابن ملجم ملعون قاتل امیر المومنینؑ کو کہ اب تک زندہ زندان میں مقید تھا طلب کیا۔

حاضر ہوا تو بولا یا ابن رسول اللہ مجھے قتل نہ کیجئے زندہ رہنے دیں میں آپ کے حق میں فائدہ رساں ثابت ہونگا۔ تمہارے شامی دشمن (معاویہ) کو تم سے کفایت کردونگا۔ مگر امام حسنؑ اس کی مزخرفات کب سنتے تھے ایک ضرب اس کے لگائی۔ اسنے ہاتھ پر روکا۔ انگشت شہادت قطع ہو کر گری د چوٹ سر پر پڑی اور واصل جہنم ہوا۔ یہ روایت کفایت الاثر کی ہے۔ مگر اکثر و بیشتر روایات دال ہیں کہ پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ اور یہی اقرب بصواب ہے کیونکہ علامہ التاب باپ نے بیٹے کو یہی وصیت کی تھی کہ اے حسنؑ اگر میں نے اس ضربت سے شفا پائی تو اس کو بخش دونگا تحقیق کہ اہلبیت سزاوار عفو و کرم ہیں اور جو اس میں جاں بحق ہوا تو تم اس کو فقط ایک ضربت سے قصاص کرنا کیونکہ اس نے بھی ایک ہی ضربت لگائی ہے۔

اس کے بعد علامہ طبرسیؒ چھٹی دلیل امامت آنحضرتؑ پر وہ علوم ہیں کہ آنحضرتؑ سے یادگار رہے اور وہ معجزات بینات ہیں کہ مختلف اوقات میں بروئے کار آئے۔ منجملہ ان کے ایک حدیث حبابہ والبیہ کی ہے جسکو شیخ ابو جعفر محمد بن بابویہ قمیؒ نے بسند خود عبد الکریم بن عمرو خثعمی سے نقل کیا ہے کہ حبابہ مذکور رہنے میرالمومنینؑ کو لشکر ہائے اسلام کے درمیان دیکھا برابر ان کے پیچھے رہی حتےٰ کہ مسجد کوفہ کے صحن میں تشریف فرما ہوئے اس وقت میں نے حاضر پیشگاہ ہو کر عرض کی یا امیرالمومنینؑ رحمت خدا ہو تم پر دلیل اپ کی امامت کی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ سنگریزہ (دست مبارک سے ایک پتھر کے ٹکڑے کی طرف سامنے پڑا تھا اشارہ کیا) اٹھا لاؤ میں وہ ٹکڑا اٹھا لائی۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک سے اسمیں مہر۔ اور فرمایا اے حبابہ اگر کوئی مدعی تمہارے سامنے دعوائے امامت کرے اور اس طرح جیسا تونے د پتھر پر مہر لگا دے تو جان لینا کہ وہ امام مفترض الطاعت ہے کیونکہ امام جس امر کو چاہے اس پر قدرت ر۔ حبابہ نے کہا اسکے بعد میں چلی گئی حتےٰ کہ امیرالمومنینؑ قتل ہوئے تو امام حسنؑ کے پاس حاضر ہو درانحالیکہ وہ حضرت اپنے باپ کی جگہ پر بیٹھے اور لوگ ان سے سوال و جواب کر رہے تھے مجھے دیکھکر فرمایا . یہ والبیہ ہے عرض کی ہاں فرمایا جو شے تیرے پاس ہے پیش کر میں نے وہ پتھر کا ٹکڑا آگے کیا آپ نے ا طرح مہر ثبت کی جس طرح امیرالمومنینؑ نے کی تھی۔ پھر حبابہ کہتی ہے کہ آنحضرت کے بعد میں امام حسینؑ کی مت میں حاضر ہوئی وہ حضرت مسجد رسول اللہ میں تشریف رکھتے تھے مجھے قریب بلایا اور مرحبا کہا پھر ا . دلیل امامت کی خواستگار ہے۔ عرض کی ہاں اے سید و سردار میرے۔ فرمایا تو وہ پارہ سنگ حاضر کر میں نے وہ

ٹکڑا پیش کیا حضرت نے بدستور وہ مہر اس پر لگا دی کہتی ہے کہ معرکہ کربلا پیش آنے کے بعد میں خدمت میں
پہنچی مولیٰ علی بن الحسین زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئی حالانکہ عمر میری دراز اور اعضا مضمحل ہو گئے
تھے حساب کیا تو ایک سو تیرہ سال کی عمر کو پہنچ گئی تھی وہاں جا کر دیکھا تو حضرت رکوع و سجود میں مشغول عبادت
ہیں میں دلیل امامت حاصل ہونے سے مایوس ہو گئی لیکن آپ نے میری طرف نگاہ کی تو انگشت شہادت سے
اشارہ کیا بمجرد اس کے شباب نے میری طرف عود کیا۔ عرض کی اے سید و سردار میرے دنیا سے کسقدر گزرا اور
کتنا باقی ہے فرمایا اما ما مضی فنعم۔ واما ما بقی فلا یعنی جو گزر گیا وہ ٹھیک ہے جو باقی ہے وہ
کچھ نہیں۔ پھر فرمایا اب جو شے تیرے پاس ہے حاضر کر یعنے وہ سنگپارہ پیش کیا آپ نے اس میں مہر مبارک ثبت
کی بعد ازاں محمد بن علی باقر سے مہر ثبت کرائی اس کے بعد جعفر صادق نے اس پر مہر کی پھر موسیٰ کاظم نے
مہر کی بعد ازاں امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آنحضرت نے اس پتھر پر مہر کی۔ اس واقعہ کے بعد حبابہ
کل نو مہینے اور زندہ رہی پس از اں رہگرائے عالم باقی ہوئی۔ جیساکہ عبداللہ بن ہشام نے ذکر کیا۔ نیز طبرسیؒ
نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ نے حبابہ والبیہ کے لئے دعا کی حقتعالےٰ
نے پھر اس کو جوان کر دیا اور آپ نے انگشت مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا فی الفور خون حیض اس کو جاری ہوا

امام حسنؑ کو امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کی وصیتیں

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں کہ حسنؑ کو ان کے باپ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے آپ کے
اہل و عیال و اولاد و اصحاب پر وصی و جانشین مقرر کیا تاکہ آنحضرت کے اوقاف و صدقات پر نظر رکھیں اور
ان کو جائز مستحقین کو پہنچائیں اور دربارہ معالم دین و پند و مواعظ و حکمت و آداب وصیت نامہ ہر دو
عہد مشہور تحریر فرمائی اس وصیت کو عموماً علماء و فضلاء اسلام نے آنحضرت علیہ السلام سے نقل و روایت
کیا ہے اور فقہاء نے معاملات دین و دنیا میں اس سے تفقہ و بصارت حاصل کی ہے۔ راقم الحروف
کہتا ہے کہ امیر المومنین کی وہ عظیم الشان و بسیط وصیت جو جنگ صفین سے واپس آکر آپ نے امام حسنؑ
کے لئے تحریر فرمائی مشہور ہے اور کتاب مستطاب نہج البلاغہ مولفہ علامہ سید رضیؒ میں مذکور۔ اس میں آپ
جیسے حکیم الٰہی تجربہ کار فصیح سے جو امید ہو سکتی ہے بکمال فصاحت و بلاغت کی داد دی اور معالم دین و معارف
حق و یقین کی تعلیم و تلقین فرمائی اور تمدن و معاشرت و دنیا کے ہر شاخ و شعبہ سے تعرض کر کے نشیب و فراز

زندگی میں اپنے لخت جگر جناب سبط اکبر کو راہ راست و طریق استوار پر مستقیم رہنے کی جو کچھ ہدایت فرمائی ہے وہ اسکے دیکھنے پر موقوف ہے۔ یہ حقیر اس کو بطولہا اس مقام پر نقل کرنے سے معذور ہے۔ یہاں پر چند فقرات وصیت کہ بوقت وفات آنجناب کو مخاطب کرکے ارشاد کئے کتاب نور الابصار فی مناقب اہلبیت النبی المختار شبلنجی مصری سے نقل ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ وصیت ہے جو علی ابن ابی طالب برادر و ابن عم صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنے بیٹے سبط اکبر امام حسنؑ کو کی پہلے یہ کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ بزرگ و برتر کے اور اس کی کہ محمدؐ اسکے رسول و برگزیدہ ہیں اپنے علم سے انکو برگزیدہ کیا اور خلقت کی طرف رسول کرکے بھیجا اور اسکی کہ حق تعالےٰ تمام اہل قبور کو مبعوث کرے گا۔ اور اس کی کہ اعمال کی بابت انسے سوال کریگا حالانکہ وہ خود دلوں کے پوشیدہ راز سے آگاہ ہے۔ پھر فرمایا اے حسنؑ میں وصیت کرتا ہوں اور کافی ہو تم میری وصایت کے لئے وہ وصیت جو رسول اللہؐ نے مجھے کی۔ پھر بہت سی نصائح عادات و عبادات کے متعلق فرمائے آخر میں ارشاد کیا اے فرزند میں نے تمہاری نصیحت میں کمی نہیں کی۔ اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں ہذا فراق بینی و بینک و نیز تجھ کو اپنے بھائی محمد بن حنفیہؓ کی نسبت بھلائی کی وصیت کرتا ہوں تحقیق کہ وہ تیرے باپ کا بیٹا ہے اور مجھ کو جو محبت اس کے ساتھ ہے تو اس سے آگاہ ہے فاما حسینؑ پس وہ تمہارا حقیقی بھائی ماں باپ دونوں میں تمہارا شریک ہے تم سب کو سپرد خدا کرتا ہوں اور اس سبحانہ سے خواستگار ہوں کہ تمہاری امداد و اصلاح کرتا رہے اور اہل بغی و سرکشی کی شرارت کو تم سے دفع کرے پس صبر کرو تاوقتیکہ یہ امر (خلافت و امامت) تم سے ادا ہو جائے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ بعد ازاں فرمایا اے حسنؑ میرے ضارب (ابن ملجم ملعون) کا خیال رکھو جو ماکول و مشروب میرے لئے لاؤ اسکو بھی پہنچاؤ میں اگر زندہ رہا تو جس طرح چاہونگا اس کے ساتھ معاملہ کرونگا۔ فوت ہوگیا تو بیک ضربت شمشیر اسے قتل کرنا اور مثلہ نہ کرنا یعنی کان ناک نہ کاٹنا کیونکہ رسول اللہؐ نے اس سے ممانعت کی ہے حتی کہ کلب عقور دیوانے کتے تک کو اس سے منع کیا ہے۔ اور کفن میں اگراں قیمت نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ کا ارشاد ہے لا تغالوا فی الاکفان اور میرا جنازہ میانہ رفتار سے لیجانا نہ تیز نہ آہستہ اور اے بنی عبد المطلب میرے قصاص میں میرے قاتل کے سوا کسی اور کو نہ قتل کرنا تحقیق کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگوں کو کہو تے امیر المومنینؑ کو قتل کرایا ہے اور خونریزی ناحق کے باعث ہو پھر مشغول ذکر الٰہی ہوئے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار کرنے لگے حتے کہ قبض روح مبارک ہوا

جلاء العیون میں جناب محمد حنفیہ رض فرزند دلبند امیر المومنینؑ سے نقل ہے کہ دم واپسیں امیر المومنینؑ کا آیا تو امام حسنؑ کو فرمایا اے پسر میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ تمہارے بھائی امام حسینؑ کے بارے میں۔ میں تم دونوں سے ہوں اور تم مجھ سے پس ازاں دیگر فرزندان غیر از شکم فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کو وصیت کی اطاعت حسن وحسینؑ کی۔ اور فرمایا کہ ہرگز ان کی مخالفت نکرنا تحقیق کہ میں آج کی رات تم سے جدا ہوتا ہوں اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملحق ہونگا۔ خدا تم کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔ اے حسنؑ میرا قبض روح ہو تو تم مجکو غسل وکفن کرو اور بقیہ کافور بہشت سے کہ جبرئیل رسول کریم کے پاس لائے اور آنحضرت نے ایک ثلث اس سے اپنے لئے رکھا اور ایک ثلث اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا کو مرحمت کیا اور باقی تہائی مجھے عنایت ہوا تھا اس سے مجکو حنوط کرنا اور میرا جنازہ اُٹھاؤ تو پچھلی جانب سے اسکو پکڑ لینا آگے سے واسطہ نہ رکھیو۔ جدہر مقدم جنازہ رخ کرے اس کی پیروی کرو۔ جہاں ٹھہرے وہاں ٹھہر جانا کہ وہی مقام میری قبر کا ہوگا۔ اسی جگہ جنازہ زمین پر رکھ دو اور اے حسنؑ تم سات تکبیروں سے مجھ پر نماز پڑھنا اور یہ سات تکبیریں سوائے میرے اور مہدیؑ موعود کے کہ تمہارے بھائی حسینؑ کی اولاد سے ہوگا۔ اور خلقت کی کجیوں کو درست کرے گا کسی کے لئے جائز نہیں نماز پڑھکر وہاں سے جنازہ کو علیحدہ کرو اور خاک اس جگہ کی دور کرو تو قبر تیار نکلے گی۔ اور تختہ چوبیں منقش ونگار آراستہ کہ میرے پدر عالیقدر نوحؑ نے میرے لئے بنایا وہاں دو گے۔ اس پر لٹا کر مجکو دفن کرنا خشت پہلے سے تیار ملیں گی ان کو میرے اوپر چن دینا۔ پھر تھوڑے سے وقفہ کے بعد ایک خشت اُٹھا کر دیکھنا کہ وہاں تم کو کچھ دکھائی نہ دیگا۔ کیونکہ میں اس وقت تمہارے جد امجد رسول اللہ سے ملنے جاؤں گا۔ مقرر ہے کہ وصی پیغمبر مرتا ہے تو مدفن پیغمبر مشرق میں اور وصی مغرب میں مرے تو البتہ حقتعالےٰ جسم وروح وصی کو جسم وروح پیغمبر کے ساتھ جمع کرتا ہے پھر جدا ہوکر اپنی اپنی قبروں کو چلے جاتے ہیں پس اے فرزند اس اینٹ کو رکھکر قبر کو بند کرو اور اسپر مٹی ڈالکر موضع قبر پنہاں کردو۔ صبح کو ایک تابوت ناقہ پر رکھکر جانب مدینہ روانہ کردو تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں کس جگہ دفن ہوا ہوں۔

خلافتِ ظاہری امام حسنؑ

جناب امام حسنؑ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تو زمانہ بہت پرآشوب تھا دشمن چار طرف سے اُمنڈ رہے

سرکش باغی عداوت اہلِ بیت رسالت پر تلے ہوئے تھے بیرونجات سے قطع نظر خود دارالخلافہ کوفہ میں خارجی اور ان کی ذریت ہر گوشہ میں بیٹھے ریشہ دوانیاں کرتے سازشوں کی کھچڑی پکا رہے تھے منافقوں کا گروہ جیسے اشعث بن قیس[1] ذی الخمار اور اس کے ہم خیال عمر حریث شبیث بن ربعی وغیرہ وغیرہ عداوت وعناد اہل بیت امجاد میں کسی سے گھٹے ہوئے نہ تھے خود وہ مردود قتل امیرالمومنین کی سازش میں شریک اور شب ضربت آنجناب مسجد میں موجود رہکر اشقی الاولین والآخرین شقیق عاقر ناقہ صالح کا معین ومددگار تھا۔ اس نے عین موقعہ پر النجا النجا عجلت کہکر اس کو ترغیب وتحریص کیا کہ اپنی کارروائی میں جلدی کر و قبل ان یفضحک الصبح اس سے پہلے کہ صبح اس کی روشنی نمودار ہو کر تجھ کو رسوا کرے حجر بن عدی اتفاقاً رات کو مسجد میں رہے۔ اس وقت وہاں حاضر تھے اس کا یہ کلام ضلالت انجام سنکر تاڑ گئے اور طیش میں آکر بولے قتلتہ یا اعور اے یکچشم تو نے آنحضرت صلوات اللہ علیہ کو مار ڈالا اور دوڑے گئے کہ آنحضرت کو اس طوفان بلاخیز سے آگاہ کریں لیکن وہ دوسری راہ سے گئے اور امیرالمومنین راہ نزدیک سے داخل مسجد ہوئے اتنے حجر واپس ہوں یہاں ابن ملجم کی تلوار سر اقدس پر چل گئی تھی۔ حجر مسجد میں واپس آئے تو عالم تیرہ وتار تھا اور صدائے قد قتل امیرالمومنین زوایائے مسجد سے بلند تھی لا راد لقضاء اللہ ولا معقب لحکمہ قضائے خدا کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اور اس کے حکم کو کوئی پیچھے نہیں ڈال سکتا یہ اشعث جو کبھی مسلمان کبھی مرتد ہوتا رہا خلیفہ ابوبکر بن قحافہ کا داماد یعنی انکی نابینا خواہر ام فروہ کا شوہر تھا۔ زندگی میں بھی حضرت امیرالمومنینؑ کو ایذائیں دیتا تھا۔ آخر ان کے قتل میں شریک ہوا وہ اور اسکا کنبہ معاویہ ویزید کے گھرانے کی طرح اہل بیت رسالت کی عداوت رکھتا تھا اس نے ابن ملجم کو اس شیطنت پر اکسایا اسکی بیٹی جعدہ نے کہ ام فروہ کے بطن سے تھی امام حسنؑ کو زہر دیا اس کا بیٹا محمد بن اشعث کربلا میں عمر سعد کا ممتاز افسر سید الشہداء کے قاتلوں میں سے ایک تھا۔ القصہ کوفہ وبصرہ کی طرح دیگر بلاد

---

[1] ابوالفرج لکھتا ہے کہ اشعث بن قیس کے امیرالمومنینؑ سے منحرف ہونے کی حکایات ہیں جنکا ذکر طول سے خالی نہیں۔ پھر کہتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ در دولت آنحضرت پر حاضر ہوا قنبر نے عذر کیا اسکو جواب میرا تو اس نے ان کے منہ پر طمانچہ مارا کہ ناک لہولہان ہوگئی علی باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اے اشعث مجھ سے کون واسطہ تیرا ہے اللہ کی قسم اے اشعث غلام ثقیف کیسا ہے تجھے سابقہ پڑا تو معلوم ہو جائیگا کیسے کہا یا امیرالمومنین غلام ثقیف کون فرمایا وہ ملک ہے کہ وہ بیس سال عراق پر حکومت کریگا۔ عرب کا ایک گھر بھی نہ رہیگا جو اس کے ہاتھ سے ذلت نہ اٹھائیگا جعد ازدی امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے خاندان کی ایک بڑی بی بی نے روایت کی کہ جب دیکھا کہ اشعث حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے کسی بات پر اسے زجر کیا تو اشعث نے ترش کی اور قتل کی دھمکی دی حضرت نے فرمایا تو مجھے قتل کی تہدید کرتا ہے قسم خدا کی مجھے پروا نہیں جو موت مجھ پر آئے یا میں موت پر جا پڑوں۔

میں بھی آنحضرتؐ کی عداوت کا بازار گرم تھا۔ ان سب کے علاوہ سب سے بڑا عظیم پشتینی آپ کا دشمن اہل شام
تمام سے زیادہ مقتدر معاویہ طلیق الہاویہ تھا اس کے پاس سپاہ وافر طلیعے کے سوا زر سرخ و سفید کے خزانے
بھرے پڑے تھے جن کو وہ اس راہ میں پانی کی طرح بہانے کو تیار تھا۔ ادھر اموال بیت المال پر احکام شرعی
کی پابندی سے پیسے پیسے پر جبرگی ہوئی تھی۔ مال کی یہ کیفیت رجال کی وہ حالت اس صورت میں امام حسنؑ کی خلافت
و حکومت کیونکر سرسبز ہو سکتی تھی۔ حیدر کرار کی قہر و سطوت سے اشقیائے کوفہ کچھ ڈرتے دبتے تھے تو امام حسنؑ کے
حلم و مروت سے وہ بھی باقی نہ رہا۔ بڑے بڑے سردار سپہ سالار معاویہ سے بھاری رشوتیں لیکر اس سے مل گئے تھے۔ جو
باقی تھے تیار تھے کہ حضرتؑ کو پکڑ کر اس کے حوالے کریں اور اس کے صلہ میں اس سے منصب جاگیریں حاصل کریں
اس صورت میں آنجناب اس سے صلح نہ کرتے تو کیا کرتے۔ لاجرم پانچ چھ مہینے حتی المقدور ابقائے خلافت اور
اس کی تقویت میں جد و کد کرتے رہے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اپنی اور اپنے احباب و اعزہ کی جان بچانا ضروری جانا۔
آپ نے سلطنت و حکومت اسکے حوالے کر کے صلح کر لی یہ مجمل خاکہ ہے آپ کے عہد خلافت ظاہری کا۔ اس کی
تفصیل کسیقدر بروایات و حکایات ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

تصرف در امر حکومت

پہلے گزرا کہ امام حسنؑ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد پہلا خطبہ کہا تو عبداللہ بن عباس نے آگے
کھڑے ہو کر حاضرین کو ترغیب کی کہ لوگو یہ تمہارے نبیؐ کے پسر اور تمہارے خلیفہ و امام کے وصی و جانشین
ہیں اٹھو اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ پس لوگ اٹھے اور باقرار خلافت بیعت کرتے تھے۔ ابن اثیر کہتا ہے
کہ جس نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا وہ قیس بن سعد عبادہ انصاری تھے۔ انھوں نے کہا بیعت کرتا
ہوں اوپر کتاب خدا اور سنت رسول خدا اور جہاد محلین باغین کے۔ اس کے بعد جملہ حاضرین اس سے مشرف ہوئے

یہ واقعہ روز جمعہ ۲۱ ماہ رمضان سنہ ۴۰ ہجری کا ہے۔ سن شریف امام حسنؑ اس وقت ۳۷ سال کا تھا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ معاویہ امیر المومنینؑ کے شہید ہونے اور امام حسنؑ کے ساتھ بیعت ہو جانے کی آگاہی ہو کر
ضحاک بن قیس کو شام میں اپنا نائب مقرر کر کے ساٹھ ہزار کے مجمع سے عراق عرب کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا
پہنچی آپ نے عاملوں کو مرتب کیا اور امرائے لشکر مقرر فرمائے عبداللہ بن عباس کو حکومت بصرہ پر مقرر کیا۔ اور
معاویہ کو خط لکھا

نامۂ امام حسنؑ بنام معاویہ

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں یہ خط طولانی ابو الفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے۔ ہم اس مقام پر خلاصہ ترجمہ اس کا درج کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ خط ہے امیر المومنین حسن بن علیؑ کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام۔ سلام علیکم۔ حمد کرتا ہوں اس خدائے بزرگ و برتر کی جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ امابعد تجھ کو اے معاویہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ کو برگزیدہ کیا اور خلائق پر اپنا رسول کر کے بھیجا پس حضرتؐ نے امر رسالت کو اسکی شرائط سے ادا کیا اور کمی و کوتاہی اس میں نہیں فرمائی حتی کہ حق حقیق ظاہر اور کفر و شرک باطل ہوا تو اس حضرت نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا پس لوگوں نے ان کی سلطنت میں رغبت کی قریش نے کہا وہ ہمارے قوم و قبیلے سے ہیں ہم ان کی جانشینی کے حقدار ہیں عرب نے ان کا قول قبول کیا اور کہا قریش راست کہتے ہیں اور خلافت ان کے حق میں چھوڑ دی۔ مگر ہمنے جو یہی حجت بعینہ قریش کے سامنے پیش کی تو اسکو نہ مانا یعنی ہمارے ساتھ وہ انصاف مرعی نہ رکھا جو عرب نے ان کے ساتھ مرعی رکھا تھا اور ہمارے حقوق کے غصب کرنے پر آمادہ ہوگئے پس ہم ان کے تسلط و تجبر کو اور اپنے اور سبقت لیجانے کو بنگاہ حیرت دیکھ رہے تھے باوجودیکہ وہ سبقت کرنے والے اسلام میں فخر و فضیلت و سوابق سے خالی تھے تعجب اور بڑا تعجب تو اے معاویہ تیرے معاملے میں ہے کہ تو اوپر مسلط ہوا جاتا ہے حالانکہ نہ کوئی فضل و شرف رکھتا ہے نہ کوئی سابقہ اسلام میں تجھے حاصل ہے تو ابناء احزاب و دشمنان اسلام سے ہے جنات پناہ کا اعداء و عدو یعنی ابو سفیان کا پسر ہے۔ اے معاویہ تو عنقریب اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا اور اپنے افعال کی سزا پائے گا وَمَا اللّٰہُ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ آگاہ رہ کہ امیر المومنینؑ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا رحمت خدا ہو ان پر بروز وفات اور جس روز کہ اسلام میں داخل ہو کر اسکے معین و مددگار ہوئے اور جس روز کہ زندہ ہو کر مبعوث ہونگے۔ ان کے بعد مسلمانوں نے میرے ساتھ بیعت کی۔ اور امر خلافت کا مجکو ذمہ دار و متولی بنایا پس اے معاویہ تو بھی اس بیعت میں شامل ہو۔ بتحقیق کہ تجھ کو معلوم ہے کہ میں خدا کے نزدیک اور ہر صاحب عقل سلیم و فہم مستقیم کے نزدیک تجھ سے اعلیٰ و افضل ہوں لہٰذا خدا سے ڈر اور بغاوت سے باز آ اور مسلمانوں کی خونریزی سے پرہیز کر اور یاد رکھ کہ ان کا خون گردن پر لیکر خدا کے پاس جانا تیرے لئے زبوں ہے پس صلح و سلم اختیار کر اور جنگ و جدل سے مجتنب ہو اور اپنے سے زیادہ حقدار کے ساتھ نزاع

بخوبی کہ کہیں فتنہ و فساد مشتعل نہ ہونے پائے اور کل اسلام ایک بات پر جمع ہو جائے اور جو اپنی ضلالت و گمراہی پر مصر رہا تو میں مسلمانوں کو لیکر تیرے اوپر چڑھائی کرونگا اور حقتعالے سے خواہاں امداد و اعانت ہونگا حتے یحکم اللہ بیننا و ہو خیر الحاکمین۔ یہ خط آپ نے حرب بن عبداللہ ازدی کے ہاتھ بھیجا اور اس کے جواب کے منتظر تھے۔ مگر اُدھر سے جواب با صواب کی کیا امید ہوسکتی تھی۔

جواب خط از طرف معاویہ

معاویہ کے پاس جور و بیداد و کفر و الحاد کے سوا کیا دھرا تھا اپنے مکنونات ضمیر کو صفحۂ قرطاس پر لایا اور بہت کچھ بیہودہ بکواس کیا آخر میں لکھا کہ حسن میں تم سے بڑا ہوں میری معلومات وسیع اور تجربہ کار تم سے بڑھا ہوا ہے نظم و نسق ممالک میں تم سے زیادہ ماہر ہوں۔ ربط ضبط رعایا و ریاست با سیاست بہتر طریق پر انجام دیکھتا ہوں پس تم کو چاہئے کہ میری بات مانو اور گردن تسلیم خم کرکے میری اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔ جان لو کہ اگر عصیاں چھوڑ کر میرے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوگئے تو تمہارے لئے بہت سی رعایتیں منظور ہیں۔ تم میرے ولیعہد ہو میرے بعد خلافت تمہارے لئے مسلم ہے اور اس وقت خزانہ عراق میں جو نقد و جنس ہے وہ سب تمہارا مال ہے جہاں چاہو اس کو لیجاؤ اور عراق کا جو حصہ چاہو اپنی مدد معاش کے لئے مخصوص کرلو کہ تمہارے آدمی سال بسال جاکر اس کا خراج تمہارے لئے جمع کیا کریں اس کے سوا میں تم کو امور سلطنت میں شریک و سہیم رکھونگا بڑے بڑے کاموں میں تم سے مشورہ لیا جاویگا اور کوئی کام تمہاری شرکت کے بغیر طے نہ ہونے پائیگا۔ اللہ تعالےٰ تم کو اور مجکو اپنی اطاعت کی توفیق دے انہ سمیع الدعا و السلام

یہ مواعید مندرجہ خط ہذا جسکو ابو الفرج اصفہانی نے اپنی روات سے نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اسکو روایت کیا ہے بعد میں معاویہ کی تمام یاوہ گوئی بیہودہ سرائی ثابت ہوئی ان کثیر وعدوں سے ایک بھی پورا نہیں کیا بلکہ فخریہ منبر کوفہ پر کہتا تھا کہ آج وہ تمام وعدے میرے پیروں تلے ہیں میں ان سے ایک کو وفا نہ کرونگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

معاویہ کی خلافت حسنی کی برہمی کی تدبیریں

بحار میں ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کو امیر المومنین کی شہادت اور امام حسن کے ساتھ بیعت ہوجانے کی

خبریں پہنچیں تو مسرور ہوا۔ اس نے ایک مرد کو قبیلہ حمیر سے کوفہ پر اور ایک کو قبیلہ قین سے بصرہ پر متعین کیا کہ ان دونوں شہروں کی خبریں وقتاً فوقتاً اس کو پہنچاتے رہیں اور حسن مجتبیٰ کے امور کو درہم و برہم کرنے میں حتی المقدور کوشاں ہوں حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حمیری کوفے کے ایک حجام کے گھر سے پکڑا گیا اور حسب الحکم اس کی گردن اڑا دی گئی۔ بصرہ کو دوسرے کی تفتیش و تلاش کا حکم بھیجا گیا تو قینی قبیلہ بنی سلیم کے درمیان نکلا اور مار ڈالا گیا۔ اور آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تو حیلہ پردازی و فساد انگیزی کے لئے آدمی بھیجتا اور جاسوس مقرر کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تیرا ارادہ قطعی جنگ و فساد کا ہے پس اسکا منتظر رہ اور میں نے سنا ہے کہ امیر المومنین کی وفات کی خبر سنکر خوش ہوا اور شماتت کرتا ہے سو یہ ہرگز اہل عقل و دراست کا کام نہیں پس تیری مثال اس معاملے میں ایسی ہے جیسے کہ شاعر کہتا ہے ؎

فقل للذی یبغی خلاف الذی مضی تزود لاخری مثلها فکان قد[1]

فانا ومن قد مات منا لکالذی یروح ویمسی فی المبیت لتغتدی

فوت ہونے والے کے مخالف زندہ رہنے والے کو کہہ دے کہ تو بھی اسی طرح سفر آخرت کے لئے زادِ راہ مہیا کر کیونکہ وہ سفر اسقدر نزدیک ہے کہ گویا آہی گیا۔ تحقیق کہ ہم اور جو لوگ ہمارے درمیان سے فوت ہوگئے ہیں ان لوگوں کی مانند ہیں جنمیں بعضے شام کو کوچ کرتے ہیں بعض صبح کو انہی معنوں میں کہا گیا ہے ؎

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگذری شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب معاویہ نے دیا ہمکو اس کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں اس کے بعد آنحضرت اور معاویہ کے درمیان بہت کچھ خط و کتابت رہی اور بہت سی حجتیں اور دلیلیں آپ نے اپنی حقیت پر اسکو لکھیں اور جتلایا کہ کس طرح پہلوں نے ان کے باپ پر سبقت کی اور ان کے مناصب و مدارج جو آنحضرت کے ابن عم سے ان کو پہنچے تھے غصب کئے گئے وہ طولانی بحثیں ہیں جن کو ہم یہاں قلم انداز کرتے ہیں۔

لشکر کشی امام حسنؑ برائے حرب معاویہ

امیر المومنینؑ جنگ خوارج نہروان سے واپس آکر کوفہ میں معاویہ کے ساتھ جنگ عظیم آخری فیصلہ کن

[1] قد کے بعد کا فعل محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے وکان قد نزلت یعنی گویا وہ مرنا لازمی ہو چکا اور مدخول قد کا حذف ہونا بھی جائز ہے

کی تیاریاں کر رہے تھے چنانچہ تجدید بیعت ہو کر چالیس ہزار کوفیوں نے جان دینے کے اقرار پر آپ کے ساتھ بیعت کی مگر انہی ایام میں واقعۂ ہائلہ شہادت آنحضرتؑ پیش آکر وہ منصوبہ درہم و برہم ہوا اور صورت حال بدلگئی اور زمانہ نے دوسرا پلٹا کھایا جو مخالفوں کے حق میں اور آنحضرتؑ کے خلاف نکلا۔ معاویہ اہل عراق کی طبائع کا تجربہ رکھتا تھا۔ اس نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور مال و زر جاگیر و منصب کے وعدوں پر انکو توڑ لیا۔ اور خود افواج شام کے ساتھ وہاں سے چل پڑا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ حضرت کو یہ اخبار پہنچے تو منادی کرائی لوگ جمع ہوئے۔ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و صلوٰۃ کے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مسلمانوں پر جہاد واجب کیا اور کرہ اس کا نام رکھا اور مجاہدین کو فرمایا اصبروا فان اللہ مع الصابرین۔ اے لوگو تم بغیر صبر مصائب ہرگز کامیاب مراد نہیں ہو سکتے۔ معاویہ کو ہمارے عزم جہاد کی اطلاع ہوئی تو وہ ہم سے پہلے اس کے لئے چلدیا پس رحمت خدا ہو تم پر لشکرگاہ نخیلہ میں مجتمع ہو کہ ہم آگے بڑھنے کی فکر کریں اور دیکھیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کے کلام میں خذلان کا اندیشہ تھا۔ مگر لوگ خاموش تھے کسی نے ایک حرف بھی جواب میں نہ کہا۔ عدی بن حاتم نے یہ حالت دیکھی تو بیچین ہو گئے۔ اُٹھے اور کہا میں پسر حاتم ہوں سبحان اللہ عجب حالت ہے تمہاری تمہارے امام و پیشوا پسر دختر رسول خدا تم سے خطاب کریں اور تم جواب نہ دو کہاں گئے اس شہر کے زبان آور خطبہ گو کیوں نہیں بولتے امن کے وقت ان کی زبانیں مقراض کی طرح چلتی ہیں اس وقت روباہ کی طرح بلوں میں گھس گئے۔ اور کیا تم لعنت خدا اور اسکی دشمنی سے اندیشہ نہیں کرتے۔ پھر امام حسنؑ کی طرف رُخ کر کے فرمایا۔ خدائے تعالےٰ تمہارا مددگار ہو اور مکروہات زمانہ سے نگہبانی کرے اور فاتحہ و خاتمہ میں توفیق الٰہی تمہارے شامل حال ہے ہم آپ کی پکار کو سننے اور تمہارے حکم کی اطاعت کرنے میں میں یہیں سے لشکرگاہ کو جاتا ہوں جو کوئی چاہے وہاں چلا آئے یہ کہکر وہاں سے چلے دروازہ مسجد پر اسپ سواری حاضر تھا سوار ہو کر نخیلہ کو روانہ ہوئے اور غلام کو حکم دیا کہ تمام یحتاج وہاں پہنچائے پس سب سے پہلے جو لشکرگاہ میں داخل ہوا وہ عدی تھے اس کے بعد قیس بن سعد عبادہ انصاری معقل بن قیس ریاحی۔ و زیاد بن حفصہ تمیمی نے حاضرین کو بہت کچھ زجر و ملامت کیا اور جنگ اعدا پر ترغیب و تحریص فرمایا۔ اور حضرت کی خدمت میں ویسی ہی اخلاص و عقیدت مندی کا اظہار کیا جیسے پیشتر عدی کر چکے تھے۔ امام حسنؑ نے ان کو مرحبا کہا اور صدق نیت و وفاداری عہد و مودت صحیح کی مدح فرمائی اور جزائے خیر کی ان کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اس کے بعد امام علیہ السلام منبر سے اُترے لوگ جوق جوق لشکرگاہ کو

جانے لگے تو آپ نے بھی اس سمت کا ارادہ کیا مغیرہ بن نوفل بن حارث کو بجائے خود کوفہ پر چھوڑ کر
برآمد ہوئے اور اسکو تاکید کی کہ آدمی اس طرف بھیجتا ہے معقول جمعیت ہوگئی تو وہاں سے حرکت
کرنیکا حکم صادر ہوا حتی کہ دیر عبدالرحمٰن پر منزل ہوئی اس وقت بارہ ہزار مردان جرار لشکر سے انتخاب
کرکے عبیداللہ بن عباس کو انپر امیر کیا اور ان کلمات پند و نصیحت سے ان کے گوش ہوش کو گراں بار
فرمایا کہ اے پسر عم میں شہر کے چیدہ سواروں و قاریان قرآن کو تمہارے ساتھ بھیجتا ہوں ایک ایک مرد
انمیں ایک لشکر کی برابر ہے ان سے نرمی و دلجوئی کے ساتھ برتاؤ کرنا۔ کشادہ روئی سے کلام کرو اور
ہر طرح سے ان کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھو۔ کیونکہ یہ لوگ امیرالمومنینؑ کے محل اعتماد و وثوق تھے انکو
ساتھ لیکر کنارہ فرات سے روانہ ہو حتی کہ اس کو عبور کرکے مقام مسکن پر پہنچو پس آگے چلتے رہو تا آنکہ
معاویہ سے ملاقات ہو جہاں اس سے ملو راہ روک کر ٹھہر جاؤ آگے نہ بڑھنے دو اور ہر روز اپنے حالات
سے ہم کو اطلاع دیتے رہو۔ نیز دو مرد آزمودہ کار قیس بن سعد و سعید بن قیس سے ہر کام میں صلاح
مشورہ کرو غنیم سے ملو تو جب تک ابتدا بجنگ نکرے تم اپنی طرف سے سبقت نکرو وہ بقدم کارزار
پیش آئے تو تم بھی جنگ کرو تم کو چشم زخم پہنچے تو قیس بن سعد امیر لشکر ہے اس کو صدمہ پہنچے تو سعید بن
قیس سب کا امیر ہے۔ الغرض عبیداللہ روانہ ہو کر شینور پہنچے۔ وہاں سے چلکر سا بھی فراتکے کنارے
کنارے فلوجہ اور وہاں سے مسکن وارد ہوئے۔ امام حسنؑ تمام عمر کے راستے سے چلے تا آنکہ دیر کعب
پہنچکر پل سے اُس طرف ساباط میں اُترے۔

ذکر توجہ آنحضرتؑ بروایت دیگر

حارث ہمدانی کی روایت ہے کہ امیرالمومنینؑ نے رحلت کی تو اہل کوفہ حاضر خدمت جناب
امام حسنؑ ہو کر عرض رساں ہوئے کہ تم اپنے باپ کے خلیفہ و جانشین ہو۔ ہم آپ کے سامع مطیع خدمت
اقدس کو حاضر جو کچھ حکم دیں تعمیل کریں گے حضرت نے فرمایا تمنے میرے باپ کی جو مجھ سے بہتر تھے اطاعت
نہیں کی تو مجکو تم سے کیا توقع خدمت ہے اچھا تم فلاں مقام پر حاضر ہو پس خود وہاں تشریف فرما ہوئے
اہل کوفہ بھی وہاں آئے مگر بہت کم زیادہ خلف وعدہ کرکے بیٹھ رہے اور وہی امور ان سے صادر ہوئے
جو پہلے امیرالمومنینؑ کے ساتھ کرتے رہتے تھے پس آپ نے خطبہ کہا کہ لوگو تم اسیطرح مجکو دھوکے دیتے ہو

جیسے پہلے میرے امام اور میرے باپ کو دیتے رہے۔ مگر ابھی امام ستقاتلون بعدی تم میرے بعد کس
امام کے ساتھ ہو کر جہاد کرو گے کیا اس کافر ظالم کا ساتھ دو گے جو کبھی صدق دل سے ایمان نہیں لایا
اس نے اور اس کی قوم نے بخوف تلوار اسلام کا اظہار کیا تھا قسم خدا کی اگر بنی اُمیہ سے ایک پیر زن
در دلہ بھی باقی رہ گئی تو دین خدا کو کج و ناراست ظاہر کرے گی ہٰکذا قال رسول اللہ یعنی فرمایا ہے
رسول اللہ نے پھر بنی کندہ سے ایک شخص کو چار ہزار سپاہ دیکر امر کیا کہ مقام انبار میں جا کر توقف کرے
اور جب تک یہاں سے ہدایت نہ ہو کوئی حرکت نہ کرے کندی انبار میں پہنچا تو معاویہ نے آدمی پر آدمی
اسکے پاس بھیجے کہ ملک شام وجزیرہ سے جس حصہ کی چاہے حکومت تجھ کو دیتا ہوں اور ساتھ ہی پانچ
لاکھ کی بھاری رقم روانہ کی۔ کندی دشمن خدا نے مال لیا اور دو سو آدمی اپنے کنبے قبیلے کے اور اپنے خواص
سے ہمراہ لیکر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ آپ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو مجمع مسلمین کو جمع کر کے خطبہ کیا کہ مسلمانو
تم نے غدار اور بے وفا کا حال سُنا کہ مجھ سے اور تم سے روگرداں ہو کر معاویہ غادیہ سے جا ملا۔ میں تم سے
بار بار کہہ چکا ہوں کہ تم میں ایسے وفا نہیں اور محض بندۂ دنیا ہو اب میں بجائے اس کے کسی اور شخص کو اس
مہم پر مقرر کرتا ہوں ہر چند کہ اس سے بھی امید ثبات و استقلال کی نہیں یہ کہکر قبیلہ مراد سے ایک مرد کی جگہ
متعین کیا اور اس کو مجمع عام میں حاضر کر کے تاکید کی اور قسمیں دلائیں اور پہاڑ کی مانند پائدار اور اس نے حلف
لے کر جادۂ وفا سے قدم نہ ہٹائیگا لیکن انبار پہنچا تو معاویہ کے شیاطین الانس قاصد اسکے پاس آئے
اور وہی حکومت جاہ وجلال کا لالچ دیا اور پانچ لاکھ درہم کی نقد رقم پیش کی مرادی نامراد نے چوں خر در
گل رہ کر اپنے دین وایمان کو بیچ ڈالا اور اسلام پاس و لحاظ عہد و پیمان کا نہ کیا حضرت کو یہ حال معلوم ہوا
تو جماعت حاضرین کو خطاب کیا بندگان خدا میں نے تم کو بارہا آگاہ کیا کہ عہد خدا و رسول کی وفا تم میں نہیں یہ
تمہارا صاحب مرادی ہے جو تم سے اور مجھ سے روگرداں ہو کر دشمن سے جا ملا۔ اس پر بعض اشخاص نے اٹھکر
کہا کندی و مرادی نے تمہارے ساتھ غدر و خیانت کی تو برا کیا ہم حضرت کے خالص فرمانبردار ہیں۔ ہم کو اپنے
دشمن کے مقابلہ میں لیچلو۔ فرمایا تمہاری بھی آزمائش کر دیکھا۔ اب لشکر نخیلہ میں مجتمع ہو پس حضرت اس طرف
روانہ ہوئے۔ دس روز وہاں قیام کیا چار پانچ ہزار سے زیادہ سپاہ جمع نہ ہوئی بہت دلگیر ہوئے اور منبر
پر جا کر بہت زجر و ملامت کیا اور فرمایا بندگان خدا تم کو شرم و حیا ہے نہ پاس دین فقط بندۂ دنیا ہو

لہ ہم وفی عہد او وجہ حیا جنکے مذہب میں بنا ہے سے واثق رہتے ہیں ۱۲ منہ

طمع درمیں مال تم کو کسی عہد و عقیدہ پر استوار نہیں رہنے دیتی۔ ادہر حضرت اس طرح آدمی پر آدمی بھیج رہے ادہر معاویہ کا خفیہ سازشوں اور پوشیدہ رشوتوں کا سلسلہ برابر جاری تھا بہت سے سگانِ دنیا ادہر سے قطع ہو کر ادہر وصل ہو گئے تھے۔ بحار میں علل الشرائع شیخ صدوقؒ سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ نے عمرو بن حریث و اشعث بن قیس و حجر بن الحجر و شبث ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ آدمی بھیجکر پیغام دیئے کہ حسنؑ کو قتل کردو جو کوئی یہ مہم سر کرے گا اس کو دو لاکھ درہم نقد اور ایک لشکر کی افواج شام سے سرداری دوں گا اور اپنی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح کر دونگا۔ حضرتؑ کو یہ حال معلوم ہوا تو جان کی حفاظت واجب جان کر کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کر دی حتیٰ کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو زرہ پہنے رہتے تھے حتیٰ کہ ایک شقی نے بحالت نماز آپ پر تیر چلایا جو بوجہ زرہ کارگر نہ ہوا۔ مروی ہے کہ معاویہ نے حضرتؑ کو لکھا اے پسر عم رحم کو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے قطع نہ کرو یہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں تم سے وفا نہ کریں گے جیسے اس سے پہلے تمہارے باپ سے انھوں نے وفا نہیں کی۔ اور اسکے ساتھ بہت سے خطوط حضرتؑ کے پاس بھیجدیئے جو آپ کے اصحاب نے اسکو لکھکر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا لہذا حضرتؑ حیران تھے کہ کیا کریں۔

سبط اکبر کے ساتھ انکے نانا کی امت کے سلوک

معاویہ نے اس توڑ جوڑ پر بیٹھے ہی اکتفا نہیں کی بلکہ لشکرہائے شام آراستہ و پیراستہ ساتھ لیکر زور وں میں بھرا بکمال قہر و سطوت رو کی طرح ادہر چڑہا چلا آتا تھا۔ مسجد کے پل تک اس کے پہنچ لینے کی خبر موصول ہوئی تو اپنے مقام سے متحرک ہوئے حجر بن عدی کو کچھ لشکر کے ہمراہ آگے بڑہنے کا حکم دیا اور بقیہ حاضرین کو جہاد کی رغبت و تحریص فرمائی۔ مگر عراقیوں کو جنگ و جہاد کے نام سے لرزہ چڑہتا قدم آگے بڑہاتے پیچھے ہٹتے تھے بہر حال اخلاط ناس سے ہمراہ ہوئے جنہیں تھوڑے سے آپ کے اور علی علیہ السلام کے شیعیان خالص تھے دیگر خوارج نابکار جو ہر طریق حق و باطل کے ساتھ جویائے کارزار رہتے تھے کچھ فتنہ پرداز حیلہ جو لوٹ مار کی طمع لاچار دیگر شکاک شکوک و شبہات کے ہاتھوں گرفتار کچھ اہلِ عصبیت جن کو فقط اپنے قبائل کے عمائد کی متابعت مدنظر تھی دین والیمان سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے غرض ایسے بیخ میل مجمع کے ساتھ روانہ ہو کر تمام حمر یکشتہ و انوبر کے پہنچے اور پل سے اصرف ساباط میں نزول کر کے شب باش ہوئے۔ صبح کو قصد کیا

کہ اس جوگیری کی جاتی کی جانچ پڑتال کریں اور دیکھیں کہ یہ ہجوم کہاں تک خیر خواہ و اطاعت گزار ہے تاکہ دشمن کے مقابلے کے وقت دوست دشمن میں امتیاز رہے۔ پس منادی ہوگئی الصلوٰۃ جامعۃ لوگ جمع ہوئے آپ نے منبر پر جا کر خطبہ کیا حمد و ثنائے الٰہی و درود رسالت پناہی کے بعد فرمایا لوگو! خدا کا شکر ہے کہ میں اسکی مخلوق کا سب سے زیادہ مخلص و نصیحت گزار ہوں اور ان کو بدی و برائی میں ڈالنے سے کراہت کرنیوالا آگاہ ہو کہ جو خوبی تمہارے لئے جماعت میں ہے تفرقہ و جدائی میں نہیں۔ میں جو کچھ کرونگا تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ پس میری صلاح مانو اور مخالفت کا خیال دل سے دور کرو۔ حق تعالےٰ میری اور تمہاری مغفرت کرے اور جس امر میں باہمی محبت و رضا ہو اس کی طرف ہمکو ہدایت فرمائے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کلام کو سنکر بجائے اس کے کہ جرأت و جلادت کا اظہار کرتے اور جنگ و جہاد کی آمادگی سے آپ کی تسکین خاطر کرتے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور باہم اشارہ و کنایہ کرنے لگے کہ اس کلام سے کیا مقصود آپ کا ہے اور باہمدگر کہنے لگے کہ واللہ یہ معاویہ کے ساتھ صلح کرنا اور خلافت کو اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں بعض نے صاف کہا قسم خدا کی یہ کافر ہو گیا یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوئے اور خیمۂ آنحضرت پر ٹوٹ پڑے اسکو لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ مصلےٰ آنحضرت کا آپ کے نیچے سے کھینچ لیا عبدالرحمٰن بن عبداللہ جعال ازدی نے یہ ظلم کیا کہ شانہ مبارک سے چادر اتار لی۔ پس ملاردا و تلوار لئے اٹھے اور سواری منگا کر سوار ہوئے خواص شیعہ گرد و پیش حلقہ کئے تھے جو بدبخت حملہ کرنا چاہتا اسکو پیچھے ہٹاتے تھے۔ فرمایا ربیعہ و ہمدان قبیلوں کو بلاؤ کہ میری حفاظت کریں یہ لوگ آکر چارطرف پھیل گئے اور ان ملاعین کو وہاں سے دور کیا۔ مگر وہاں سے روانہ ہوئے تو اغیار و احباب پھر خلط ملط ہوگئے۔ جب مظلم ساباط تک پہنچے تھے کہ ایک شقی جراح بن سنان نام بنی اسد سے آگے آیا اور اشتر سواری کی باگ ایک ہاتھ سے پکڑلی دوسرے میں خنجر لے رکھا تھا پکارا اشرکت یا حسن کما اشرکت ابوک من قبل اے حسن تم اسی طرح مشرک ہوگئے جیسے پہلے تمہارے باپ مشرک ہوگئے تھے۔ یہ کہکر خنجر ران مبارک میں اس زور سے مارا کہ استخوان تک شگافتہ ہوگیا آپ نے اس ملعون کو گردن سے پکڑ لیا۔ حتیٰ کہ دونوں زمین پر گر پڑے ایک شیعہ مومن عبداللہ بن حنظل طائی نے خنجر اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کے پیٹ میں بھونک دیا ظبیان بن عمارہ نے اس پر وار کیا جس سے ناک کٹ گئی عرد و کی کٹکر علیحدہ جا پڑی اور وہ ہلاک ہوا دوسرا شیطان بھی جو اس کے ساتھ تھا گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اور حضرت کو چارپائی پر سوار کر مدائن لے گئے سعد بن مسعود ثقفی وہاں عہد امیرالمومنینؑ سے حکومت کرتا تھا اور حضرت نے بھی

اس کو اس کے عہدے پر بحال رکھا تھا۔اس کے یہاں جاکر ٹھہرے اور زخم کی مرہم پٹی ہونے لگی۔

مختار بن ابی عبیدہ کی مشتبہ حالت

کہتے ہیں کہ مختار بن ابو عبیدہ بن مسعود سعد بن مسعود مذکور کا بھتیجا جس نے ثانی الحال خون حسینؑ لینے میں کارہائے نمایاں ظاہر کئے اس وقت اس کے پاس موجود تھا چچا سے کہنے لگا کہ کیا اچھا ہو اگر ہم حسنؑ کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کریں اور اس سے کسی منصب عظیم کے پانیکے مستحق ہوں۔اس وقت سرداران قبائل نے معاویہ کو خطوط لکھکر اُسکے آگے سمع وطاعت کا اظہار کیا تھا اور اسکو ترغیب دی کہ اس طرف چلا آئے۔اس وقت یا تو امام حسنؑ کو گرفتار کر کے اسکے حوالے کردیں گے ورنہ خود ان کو مار ڈالیں گے۔

اللہ اکبر یہ ہی سلوک اس اُمت کے اپنے نبی کے لخت جگر۔ایک صلح جو مرنجان ومرنج شاہزادہ کے ساتھ۔القصہ عم مختار نے اسے جھڑکا کہ کمبخت دور ہو میرے پاس سے میں ان کا اور ان کے باپ کا نوکر ہوں یہ فعل کر کے نمکحرام بنوں۔روز قیامت رسول اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ ان کے نور نظر کو دشمن کے ہاتھ میں دیدوں۔شیعوں کو یہ حال معلوم ہوا تو درپے ہوئے کہ مختار کو قتل کریں مگر سعد بن مسعود سے سفارش کر کے بھتیجے کی جان بخشی کرائی۔لکھا ہے کہ مختار کا دلی ایسا عقیدہ نہ تھا اس نے اپنے چچا کے امتحان لینے کو کہ اس کا خیال حضرتؑ کی نسبت کیا ہے خلوت میں سوال کیا تھا۔اور یہ حقیر اس سے پہلے کتاب جلاء العینین فی تاریخ علی بن الحسینؑ میں مختار کے بارے میں کافی بحث کرچکا ہے۔یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں جو کوئی اس کی تفصیل دیکھنا چاہے کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔بہرکیف مختار اور اسکے چچا کی نہیں عموماً آپ کے ساتھیوں دنیا کے کتوں کی باستثنا قلیل یہی رائے تھی القصہ حضرتؑ کو یہ حالات دریافت ہوئے تو فرمایا وائے ہو تم پر قسم خدا کی معاویہ اپنے قول وقرار کو پورا نہ کرے گا جو قول اسنے میرے قتل پر تم سے کئے ان سے ایک کو عمل میں نہ لائیگا۔میں تو اگر اس سے صلح کروں اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیدوں تو ایک گوشہ میں بیٹھکر عبادت خدا میں مشغول ہوجاؤں گا مگر تمہارے نسبت گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم اور تمہاری اولاد ان کے دروازوں پر کھڑے ان اشیاء خورد ونوش سے جوان پر مبذول ہوئیں سوال کررہے ہو اور وہ تمہیں جھڑک کر نکالتے اور ذرہ بھر نہیں دیتے۔بس تُف ہے حوان امور کے لئے جو تمہارے ہاتھوں نے کئے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مقدمہ لشکر بسر کردگی عبداللہ کا انجام

جو جیدہ لشکر کوفہ سے عبداللہ بن عباس کو دیکر معاویہ کے راہ روکنے کو آگے روانہ کیا تھا۔ اور مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو امارت لشکر قیس بن سعد عبادہ سے متعلق ہوگی۔ اب قیس کے خط سے اس کا انجام معلوم ہوا لکھا تھا کہ ہم چلتے چلتے قریہ جو بیہ میں معاویہ کے مقابل کہ مسکن میں مقیم تھا جاکر منزل گزیں ہوئے۔ معاویہ نے عبداللہ کے پاس آدمی بھیجا اس کو اپنے پاس آجانے کی ترغیب دی اور دس لاکھ درہم کا اس سے وعدہ کیا کہ نصف اس وقت دونگا اور نصف باقی دخول کوفہ پر ادا کیا جائیگا عبداللہ یہ پیغام پاکر معہ اپنے خواص خدم تاریکی شب میں یہاں سے علیحدہ ہوکر ادھر چلا گیا صبح کو لوگ بیدار ہوئے تو امیر کو نہ پاکر حیران تھے لاجرم قیس نے نماز صبح انکے ساتھ پڑھی اور ان کو تسلی و تسکین دی اور وہی اب تک اس لشکر کا نگراں ہے۔ تاہم روز راتوں کو لوگ چھپ چھپ کر اسطرف جا رہے ہیں۔ یہ خط قیس کا پاکر اور بھی حالت زبوں اس قوم ملوم کی حضرت پر کھل گئی اور ان کے فسادنیات کا حال روشن ہوگیا۔

التجاؤ اضطرار آنجناب بصلح معاویہ

علامات کفر و نفاق چہرہ ہائے اصحاب سے عیاں تھی خوارج کے خیالات ان کے حالات مقالات سے پہلے سے ظاہر تھے کہ برملا سب شتم کرتے اور کافر کہتے حتی کہ سامان و اسباب لوٹنے اور قتل کرنے کو حلال جانتے ہیں اور جو قدر قلیل جماعت شیعیان خالص حضرت اور پدر آنحضرت کی باقی تھی وہ لشکر ہائے شام کے مقابلے کو کسی طرح کافی نہ تھی معاویہ نے دغابازا اصحاب کے خطوط بجنسہ خدمت میں بھیجدیئے تھے جن میں آنحضرت کے قتل کرنے یا گرفتار کرکے اس ملعون کے حوالے کردینے کے وعدے درج تھے اور اپنی طرف سے بہت سے شروط و عہود قبول کرکے آپ کی ذمہ داری سر پر لی تھی جناب امام حسنؑ ان کی باتوں کو مطلقاً نہ مانتے تھے اور اصلاً ان پر وثوق و اعتماد نہ رکھتے تھے الا اس وقت بجز اس کے کہ ایسی ہی باتوں کو قبول کریں اور وثوق و اعتماد کریں چارہ ہی کیا تھا جبکہ غیر تو غیر چچازاد بھائی تک آپ کو چھوڑ کر دشمن سے جا ملے۔ مشاہدہ کر رہے تھے کہ لوگ مال و دولت کے دلدادہ ہے آخرت کا خیال تک

ان کے دلوں کو چھو نہیں گیا۔ تو ناچار اپنی اور اپنی اہلبیت و اصحاب خاص و شیعیان با اخلاص کی حفاظت جان کو غنیمت جانا۔ معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں امر حکومت و خلافت تیرے حوالے کرتا ہوں۔ ہر چند کہ یہ ہر تیری اعتقاد کے لئے خوب نہیں امید ہے کہ تو عہد کرے اسکو وفا کریگا اور بخت عہد روا نہ رکھے گا۔ لے معاویہ تو عنقریب اسی طرح نادم ہوگا جیسا کہ تجھ سے پہلے اور لوگ نادم ہوئے جنھوں نے باطل کی طرف رغبت کی اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور علیحدہ کاغذ پر شروط صلح تحریر کیں کہ سب امیر المومنین کا اور آل لعین قنوتات نمازمیں جاری ہے ترک کی جائے اور آنحضرت کی اور جملہ اہل بیت و شیعیان کی جان کہیں ہوں جانیں محفوظ ہوں اور حقدار کو اسکا حق پہنچایا جائے۔ وغیرہ وغیرہ معاویہ نے جواب میں تمام امور مندرجہ قبول و منظور کئے اور ان کے پورا کرنے کا حلف اٹھایا بروایتے اُسنے ایک کورے کاغذ پر اپنے دستخط کر کے آنحضرت کے پاس بھیجدیا تھا کہ شرائط مجوزہ اسپر لکھدیں۔ اور صاحب کشف الغمہ نے کمال الدین ابن طلحہ شافعی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے دو مرد عبد الرحمن بن سمرہ و عبد اللہ بن عامر کو اولاد عبد شمس سے خدمت اقدس میں بھیجا کہ طلب صلح میں آنحضرت سے گفتگو کریں اور شرائط صلح طے کریں انھوں نے حاضر ہو کر کہا

اگر کوئی سوال کرنے والا سوال کرے کہ یہ نادم ناحق کون تھا اور نادم تھا عدم کون تو کہا جائیگا کہ نادم ناحق زبیر بن العوام ہوا ہے کہ پیرو خلفائے شیخین کی اور اسکے نقل کا باطل ہونا اسپر ثابت کیا تو وہ اپنے فعل سے توبہ ناکردہ قار عہد کی پیروی کرکے اس طرف شامل ہوا کہ شعب عبد کا وہ یہ اسے وصل جاتا اور نادم تھا عدم عبد اللہ بن عمر خطاب تھا کہ صاحبان اخبار و احادیث نے اسکے تفصیل میں لکھا ہے کہ کہتا تھا مجھکو کسی امر پر ایسا تاسف نہیں ہوا جیسا کہ علی کے ساتھ ہو کر گروہ باغیہ کے ساتھ جنگ کرنے پر ہوا ایک ان اشخاص سے جو اپنی حرکت پر نادم ہوا وہ ام المومنین عائشہ ہے کہ کوئی   جنگ جمل پر ان کو ملامت کرتا تو کہتیں کہ مقدر یونہی تھا اور قلم تقدیر ایسا ہی لکھ چکا تھا قسم خدا کی اگر سو فرزند میرے ہوتے پیش پیر عبد الرحمن بن حارث بن ہشام جیسے ہوتے اور میں اُن کے مرنے یا قتل ہونے پر صف ماتم بچھاتی تو یہ بہتر اور آسان تھا بنسبت اس کے کہ علی سے لڑائی کی خالی اللہ اشکو الی غیرہ اس کی شکایت صرف خدا سے ہے اور کسی سے نہیں۔ ایک اُن سے سعد بن ابی وقاص ہے کہ جب اسکو خبر ہوئی کہ علی نے نہروان میں ذو الثدیہ کو قتل کیا تو سخت صدمہ اور نہایت قلق ہوا اور کہا مجھے یہ معلوم ہوتا تو ضرور اس جہاد میں علی کے ہمراہ ہوتا گو میری ساتھ کی یاوری سے جزوی ہوتی یعنی مرض دینی ہی کا عاشق ہوتا۔ معاویہ عراق آیا تو سعد وقاص اس سے ملے اس نے کہا کہ اے ابو اسحاق تم کو کون امر اس سے مانع ہوا کہ طلب خون امام مظلوم عثمان میں ہمارے معین و مددگار ہو۔ کہا میں تیرے ساتھ ہو کر علی سے مقابلہ کرتا۔ حالانکہ رسول اللہ سے سنا تھا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کہ اے علی تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی معاویہ نے کہا تم نے خود رسول اللہ سے یہ سنا کہا میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے جھوٹ کہتا ہوں تو کر ہو جاؤں معاویہ نے کہا تو تمہارا عذر معقول ہے قسم خدا کی میں اگر آنحضرت سے ایسا سنتا تو کبھی ان سے محاربہ نہ کرتا۔

راوی کہتا ہے کہ یہ معاویہ کی بخن سازی و حیلہ بازی تھی ورنہ وہ اس سے بہت زیادہ آنحضرت سے علی کے فضائل سن چکا تھا اور پھر جنگ کیا اجنگ تو جنگ مرنے کے بعد ان کی دشمنی سے باز نہ آیا انکو سب و شتم کرتا اور کرا تا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کا ملک و شاہی اسی سے پائدار ہے گی گو سعد کے سامنے دفع الوقتی کے طور پر ایک بات بنادی واللہ المستعان ۱۲ علی شرائع

کہ معاویہ فلاں فلاں امور اپنے ذمہ لیتا ہے اور آپ سے طلبگار صلح ہے اور ہم اس کے ضامن ہیں
حضرت نے جو شرائط پیش کیں انھوں نے ان کو قبول کیا اور عقد صلح واقع ہوگیا۔ پھر لکھتے ہیں کہ حسن
البصری نے ابوبکرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولخداؐ کو منبر پر دیکھا کہ امام حسن ان کی برابر کھڑے
ہیں حضرتؐ کبھی ان کو دیکھتے ہیں کبھی مجمع حضار کی طرف نگاہ کرتے ہیں پس آپ نے فرمایا
ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین تحقیق کہ میرا
یہ بیٹا سید و سردار ہے۔ شاید کہ اللہ تعالےٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں
میں صلح کرائے گا۔ پس حسنؑ کا صلح معاویہ کی طرف مائل و راغب ہونا اور امر خلافت کو اس کے
حوالے کرنا نبوت کے آثار صادقہ سے ایک اثر ہے اور اسکا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے معجزات
سے ہے۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ یہاں تک تمام ہوا کلام ابن طلحہ کا مگر ناظرین کتاب ہمارے اس
بیان سابق پر قناعت و کفایت کریں کہ امام حسنؑ نے جو معاویہ سے صلح کی اسکی وجہ صرف یہی تھی
کہ اہل عراق برائے کفر و نفاق اس امام آفاق سے پھر گئے تھے اور حق حقیق کو چھوڑ کر راہ باطل
اختیار کرلیا تھا حتیٰ کہ معاویہ کو پوشیدہ خطوط آپ کی بغاوت و نافرمانی کے تحریر کئے۔ پس انھوں نے
اسی طرح امام حسن کی نصرت ترک کرکے انکا خذلان کیا جیسے کہ اس سے پہلے ان کے باپ علی ابن
ابیطالبؑ کا خذلان کیا تھا اور جیسا کہ اس کے بعد ان کے بھائی سبط اصغر کے ساتھ سلوک ہوئے ہیں غور سے
دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ پچھلوں نے وہی راہ اختیار کی جو پہلے کرچکے تھے اور آخر والوں نے اسی منوال
پر نسج کیا جس پر اولین کرچکے تھے شاعر کہتا ہے ؎

باسیاف ذاک البغی اول سلھا ۔۔۔ اصیب علیؑ لا بسیف ابن ملجم

انہی بغاوت کی تلواروں سے جنکو پہلا (خلیفہ) میان سے کھینچ چکا تھا۔ علی علیہ السلام قتل کئے گئے
ابن ملجم کی تلوار سے قتل نہیں ہوئے۔

صورت عہدنامہ

عہدنامہ کہ بغرض اطفاء نائرہ فساد و قتل و قمع خلائق سے حفاظت کی خاطر لکھا گیا، کشف الغمہ میں
بروایت کمال الدین ابن طلحہ اس طرح نقل ہوا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ کتب امام صلح کی بابت

جو حسنؑ ابن علیؑ و معاویہ میں واقع ہوئی اوپر اس کے کہ آنحضرتؑ نے ولایت امر مسلمانان اس کے حوالہ کی بدیں شرط کہ وہ کتاب خدا و سنت رسولخدا و سیرۃ خلفاء صالحین کے موافق عمل کرے۔ اسکو اختیار نہیں کہ اپنے بعد کے لئے کسی کو ولی عہد مقرر کرے۔ بلکہ اسکا فیصلہ شورائے مسلمین سے ہوگا۔ بروایت عمدۃ الطالب پہلے شرط اسکی یہ تھی کہ معاویہ کے بعد امر خلافت و حکومت امام حسنؑ کا حق ہے وہ اسپر قائز ہوں اُن کو کوئی حادثہ پیش آئے تو امام حسینؑ ان کی جگہ منصوب ہوں۔ بروایت ابن طلحہ نیز شرط ہے کہ مسلمانان اسکے عہد حکومت میں امن میں ہوں گے۔ شام میں ہوں یا عراق میں یا حجاز میں یا یمن میں خاصکر شیعیان علیؑ اپنی جان و مال ازواج و اولاد سے ہر طرح ہر جگہ مامون و محفوظ ہوں گے۔ معاویہ بن ابوسفیان پر اس عہد و میثاق کی پابندی ایسی ہی لازم ہے جیسے کہ اس کے دیگر عہود خلائق یا خدا کے تمام پابندی لازم ہے۔ نیز شرط ہے کہ وہ حسن ابن علیؑ اور اُن کے برادر خورد حسینؑ و دیگر اہل بیت رسولخدا سے کسی سے ظاہر و باطن میں کسی بدی کا خیال دل میں نہ لائے اور دنیا کے کسی گوشہ میں اُن سے کسی کو کسی قسم کے خوف و خطرے میں مبتلا نہ کرے۔ شاہد ہوئے اسپر فلاں و فلاں و کفیٰ باللہ شہیداً یعنی شہادت خدا سب سے زیادہ کافی ہے۔ اور صورت اس کی بموجب تحریر تاریخ طبری اسطرح پر تھی۔

(۱) بر علی علیہ السلام لعنت نکنند (۲) حسنؑ را از مدینہ فرسند (۳) ہر خواستہ کہ در بیت المال ہست بعراق و کوفہ بحسنؑ رہا کنند نا پیدا او و برادرش و خواہرانش باشد (۴) و آں خواستہ پنج ہزار ہزار درہم بود۔ و ہم خراج دار ابجرد ہر سالے بحسن رضی اللہ عنہ باز دہد و آں شہریست از شہرہائے پارس نزدیک بصرہ و حسنؑ این جملہ خواست تا در دیش بنا شنند بر آنکہ چوں علیؑ بمرد از وے ہشتصد درہم ماند پس معاویہ عبدالرحمن بن عمرو و سمرہ بن جندب را فرستاد و این ہمہ شرطہا وفا کرد مگر بجز سبّی کردن بر علیؑ کہ ایں بر نگیرم و لیکن چوں حاضر باشی بفرمایم تا بجز سبّی نکنند پس ایشاں آمدند و از حسن بیعت گرفتند۔ ترجمہ تاریخ طبری مطبوعہ نولکشور۔

دیکھئے پہلی شرط صلحنامہ کی کہ امام حسنؑ معاویہ کے بعد خلیفہ ہوں نہ ابن طلحہ نے درج کی نہ تاریخ طبری کے مورخ نے صاحب عمدۃ الطالب نے جیسا اوپر ذکر ہوا البتہ اسکا ذکر کیا ہے اور ترک سبّ علیؑ کے ذکر کو ابن طلحہ کھا گئے۔ مگر یاد رہے کہ اس کاٹ کتر سے بجز اسکے کہ ان مورخوں کی خیانت ظاہر ہوا اور کچھ فائدہ نہیں ترک سبّ علیؑ کا ذکر سب تاریخوں میں مذکور ہے۔ علیٰ ہذا معاویہ کے بعد امام حسنؑ کی خلافت

پر قائم ہونیکی شرط سے بالمرہ کتب معتبرہ خالی نہیں اس کا بھی ذکر جا بجا موجود ہے۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب حافظ ابن عبدالبر ترجمہ امام حسنؑ میں لکھتے ہیں واشترط علیہ علے معاویہ الحسن ان یکون لہ الامر من بعدہ کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے شرط کر لی تھی کہ اس کے بعد امر خلافت امام حسنؑ کی طرف راجع ہوگا۔

روایت ہے کہ امام حسنؑ نے ایک لب عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب اپنے ابن عم کو مع دیگر اشخاص کے مزید تاکید و توثیق کے لئے معاویہ کے پاس بھیجا کہ کتاب خدا و سنت رسولِ خدا پر عمل کرے گا اور امر خلافت کو موجب اپنے اقرار کے اپنے اہلبیت سے کسی کے لئے مخصوص نہ کرے گا نیز سب علیؑ کو جواب تک اس کی قلمرو میں جاری تھی ترک کرے گا اور پانچ لاکھ درسال اور خراج دار ابجرد مدخرچ آنحضرتؑ کے لئے برابر پہنچائے گا معاویہ نے ان جملہ امور کا اقرار کیا اور ان کے پورا کرنے پر حلف اٹھایا عبداللہ بن حارث مذکور و عمرو بن ابی سلمہ و عبداللہ بن عامر بن کریز و عبدالرحمن بن ابی سمرہ وغیرہ وغیرہ اسپر گواہ ہوئے۔

نخیلہ کوفہ میں نور و ظلمت کا اجتماع

صلحنامہ گواہی شاہدی سے مکمل اور معاملہ سب طرح مکمل ہو گیا تو معاویہ نے مع اپنے لاؤ لشکر کے کوفہ کی جانب حرکت کی۔ اور نخیلہ کوفہ میں پہنچکر حق و باطل کا اجتماع ہوا۔

ابوالفرج اصفہانی کی روایت ہے کہ منادی ہو گئی کہ نماز تیار ہے لوگ جمع ہوئے جمعہ کا دن تھا۔ معاویہ نے پہلے نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جا کر خطبہ کہا۔ اس میں بیان کیا کہ لوگوں میں نے تم سے اس لئے لڑائی نہ کی کہ نماز پڑھو روزہ رکھو حج کرو زکواۃ واجب ادا کرو۔ کیونکہ یہ امور تم پہلے سے بجالاتے تھے مگر جنگ و جہاد اس واسطے کیا ہے کہ تم پر حسب دلخواہ حکومت کروں سو یہ بات حق تعالےٰ نے مجھکو عطا کی ہر چند کہ تم اس سے کراہت رکھتے تھے۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ شریک ہکا راوی کہا کرتا تھا کہ ھذا ھو التہتک کہ یہ تہتک شریعت و توہین اسلام ہے یقیناً اسکے بعد معاویہ نے کہا کہ آگاہ رہو کہ میں نے امام حسنؑ سے جو کچھ عہد کئے ہیں یعنی بعض اور حقوق کی انکو امید دلائی ہے وہ سب اسوقت میرے پاؤں کے تلے ہیں میں ان سے کسی ایک کو وفا نہ کروں گا۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ مورخان اسلام نے معاویہ کی اس بےحیائی کا صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ اس نے سر منبر کہا کہ جو عہود و اقرار میں نے کئے ان میں سے کسی کو وفا نہ کروں گا اور اسکو بد عہدی و غداری سے تعبیر فرمایا ہے۔ ابوالفرج اصفہانی از ابواسحاق

سے یہ روایت کی ہے۔ پھر کہتا تھا کہ ابو اسحاق مذکور نے کہا قسم خدا کی یہ صاف غداری اور بدینی ہے
ابن اثیر کامل میں لکھتا ہے کہ حسنؑ نے معاویہ سے اموال بیت المال کوفہ جس کی تعداد ہزار ہزار درہم
تھی طلب کی اور خراج دار ابجرد کہ فارس کا علاقہ ہے مانگا اور خواہش کی کہ سب علی ابن ابیطالبؑ کی
کی جائے۔ مگر اس نے ترک سب کو قبول نہ کیا خواہش کی کہ کم از کم آپ کے سامنے یہ فعل بد نہ کیا جائے اسکو
اجابت کیا فلم یف لہ بہ ایضاً مگر بعد میں اس کا بھی ایفا نہ کیا۔ پھر ابن کثیر کہتا ہے واما خراج دار الجبرد
فان اهل البصرة منعوه منه وقالوا هو فيئنا لا نعطيه احدا وكان منعهم بامر معاوية ايضا
یعنی لیکن دارابجرد کا خراج پس اہل بصرہ نے آنحضرتؑ کو نہ دینے دیا اور کہا وہ تو ہمارے لئے بمنزلہ
مال غنیمت ہے وہ ہم کسی کو نہ دیں گے۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ ان کا یہ امتناع و انکار معاویہ ہی کے حکم
سے تھا یعنی معاویہ نے ہی ان کو کہا تھا کہ تم اپنا فئے تبا کر دینے سے انکار کر دینا
فی ہذا تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ معاویہ نے کہا یہ شرائط دفع الوقتی کے طور سے مان لی گئی تھیں
ایکا آتش فساد دب گئی اور پریشانیاں دور ہو گئیں۔ اب وہ سب باتیں مردود ہیں انہیں کیسکی مجال
دم زدن نہیں تمہارا کام فقط اطاعت کرنا ہے ابن اعثم کہتا ہے کہ نوبت کلام یہاں تک پہنچی تو لوگ
اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو گالیاں دیں۔ ترجمہ فارسی تاریخ اعثم کوفی احمد بن محمد مستوفی ہروی
کی عبارت ہے کہ مردمان از سخن معاویہ بہم آمدند و در خشم شدند و ورا دشنامہا دادند و قصد خم
او کردند و نزدیک بود کہ آتش فتنہ افروختہ گردد و خونہا ریختہ شود معاویہ بترسید و از گفتہ خود
پشیمان شد انتہی۔ پشیمانی سے ناظرین یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اس نے ان شرائط پر کبھی عمل کیا۔ یہ تو بہ
یہ اسکی دوسری دفع الوقتی و دھوکہ دہی تھی کہ پشیمانی کا اظہار کیا۔ ورنہ وہ دل میں بالکل پشیمان نہیں
ہوا۔ یہاں دیکھا جائے کہ یہ امیر معاویہ جیسی مدح سرائی کرتے کرتے اہل سنت بیہ تھیں ہوتے کیسے
علانیہ عہد شکنی و بیوفائی کے مرتکب ہوتے ہیں کہ اسکی مذمت سے کتاب خدا و احادیث رسول اللہ بھری
پڑی ہیں قال اللہ تعالیٰ الذین یوفون بعهد الله ولا ينقضون الميثاق یعنی مقام مدح و فا
عہد میں ارشاد ہے کہ وہ لوگ کہ عہد خدا کو پورا کرتے ہیں اور اپنے اقرار واثق کو نہیں توڑتے نیز ارشاد
ایزدی ہے یا ایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود اے ایمان والو اپنے عقود کو وفا کرو دیگر فرماتا ہے
اوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها وفا کرو عہد خدا کو جب تم عہد کرو

اور نہ توڑو اپنی قسموں کو ان کے موکد کر نیکے کے بعد پھر فرمایا اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا
وفا کرو عہد کو ضرور عہد کی بابت سوال کیا جائے گا۔
صاحب تطرق مذکورہ آیات کے نقل کے بعد کہتے ہیں کہ اس باب میں اور بہت سی آیتیں ہیں سب بڑھ کر
یہ ہے کہ وہ سبحانہ فرماتا ہے یا ایها الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون اے مومنو کیوں وہ باتیں منہ سے
نکالتے ہو جن کو عمل میں نہیں لاتے کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون خدا بہت دشمن رکھتا ہے اس
امر کو کہ تم ایسی بات کہو جس پر عمل نہ کرو۔
اور بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا منافق کی تین
علامتیں ہیں اذا حدث کذب بات کرتا ہے تو جھوٹ کہتا ہے واذا وعد اخلف وعدہ کرتا ہے
تو وفا نہیں کرتا واذا اوتمن خان امانت اسکی سپرد کیجاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔ دیکھئے امیر معاویہ
ایسی خصلت زبون کا سر منبر فخریہ ذکر کرتے ہیں۔
اسکا ایک سفید جھوٹ بحار میں امالی شیخ طوسیؒ سے نقل ہوا ہے کہ معاملہ صلح طے ہو گیا تو معاویہ نے
لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر جا کر خطبہ کہا کہ حسنؑ نے مجھکو اہل خلافت جانا اور اپنے تئیں اسکے لائق و اہل نہ
سمجھے امام حسنؑ اس سے ایک درجہ نیچے کھڑے تھے وہ فارغ ہوا تو آپنے حمد و صلواۃ کے بعد کہا کہ معاویہ کا
یہ کہنا کہ میں نے اسکو اہل خلافت اور اپنے تئیں اسکا نا اہل پایا یہ اسکا کلام کذب و دروغ ہے ہم
بموجب نص کتاب خدا و ارشاد رسولخداؐ خلقت کے لیے تمام خلائق سے بہتر ہیں مگر جب سے حضرت نے
انتقال کیا ہم برابر مظلوم و مقہور رہے ہیں۔ پس حقتعالٰے ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان
بہتر حکم کرنے والا ہے جو خود ہمارے سر و نپر چڑھے اور اوروں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا گئے
انھوں نے اموال غنائم سے ہمارا حصہ روک لیا اور جو مدد معاش رسول اللہؐ نے ہماری ماور
گرامی کو عطا کی تھی ان سے چھین لی۔ بقسم خدا کی اگر رسولخداؐ کی وفات پر میرے باپ کے ساتھ
بیعت ہو جاتی تو آسمان سے رحمت کی بارشیں ہوتیں اور زمین اپنی برکتیں اگل ڈالتی اور طلقا و
پسران طلقا کو اسکی طمع کرنیکی نوبت نہ آتی۔

معاویہ کا کوفہ میں ورود

نخیلہ سے چل کر معاویہ بہ تزک و احتشام تمام داخل کوفہ ہوا۔ ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں

لکھتا ہے کہ اسوقت خالد بن عرفطہ اسکے آگے جا رہا تھا اور حبیب بن حماد علم لشکر لئے اس کے ساتھ ساتھ تھا کوفہ پہنچ کر باب الفیل سے داخل مسجد ہوا تو اہل شہر اسکے گرد و پیش جمع ہو گئے ابو الفرج کہتا ہے کہ عطا بن سائب نے اپنے باپ سائب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ایک روز حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب منبر کوفہ پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر خبر دی یا امیر المومنین خالد بن عرفطہ مر گیا پھر دوسرا آیا اور یہی خبر پہنچائی حضرت نے فرمایا وہ نہیں مرا تیسرے نے یہی خبر دی تو آپ نے ارشاد کیا کہ وہ نہیں مرا اور نہ مرے گا جب تک کہ اس دروازہ (دروازہ باب الفیل مسجد کی طرف اشارہ کر کے) سے داخل ہو اور نشان ضلالت اس کے ساتھ ہو جسے حبیب بن حماد نے اٹھا رکھا ہو گا۔ اس وقت ایک شخص زیر منبر سے اٹھا اور عرض کی یا امیر المومنین حبیب بن حماد میں ہوں اور میں حضرت کا شیعہ و بہی خواہ ہوں فرمایا جس طرح کہتا ہوں خدا کی قسم ویسا ہی ہو گا ابو الفرج کہتا ہے کہ مالک بن سعد نے کہا اعمش نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے اور کہا مجھ سے اس گھروالے (ہاتھ سے اشارہ کر کے) خانہ ابو العطا سائب کو بتایا) نے روایت کی کہ میں نے بگوش خود علی ابن ابیطالب کو یہ کہتے سنا تھا۔

مسجد کوفہ میں معاویہ پر علانیہ لعنت

مروی ہے معاملہ صلح طے ہو لینے کے بعد اخذ بیعت کے لئے معاویہ کوفہ میں چند روز مقیم رہا ان ہی ایام میں ایک روز منبر پر گیا اور امیر المومنین کا ذکر کر کے آنحضرت کی مذمت کی اور امام حسن کی نسبت جس قدر چاہا بد گوئی کی امام حسن و امام حسین دونوں مجمع میں تشریف رکھتے تھے امام حسین نے چاہا اٹھیں اور جواب دیں جناب امام حسن نے انکا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر کہا اے علی کو بدی سے یاد کرنے والے میں حسن ہوں اور میرے باپ علی ہیں اور تو معاویہ اور تیرا باپ صخر ابوسفیان اور میرے جد امجد رسول اللہ ہیں اور تیرا دادا حرب ہے میری ماں فاطمہ ہیں اور تیری ماں ہندہ میری جدہ خدیجہ ہیں اور تیری دادی نثلہ۔ پس لعنت خدا ہو اس پر جو ہم دونوں میں بروئے ذکر و شہرت گمنام اور حسب و نسب میں لئیم اور قدر و شرف میں کمتر و کفر و نفاق میں بڑھ کر ہو ہر گوشہ مسجد سے آوازیں بلند ہوئیں آمین آمین۔ ابو الفرج نقل روایت ہذا کے بعد کہتا ہے کہ راوی اس روایت

کے یعنی یحییٰ بن معین کہتے تھے کہ ہم بھی اس آمین کہنے میں اہل مسجد کوفہ کے ساتھ ہیں پھر ابو الفرج کہتا ہے میں بھی کہ مسمّی ابو الفرج اصفہانی مولف کتاب مقاتل الطالبین ہوں اہل حق ہیں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

خطبۂ آنجناب بعد از صلح در کوفہ۔

ترجمہ تاریخ طبری مطبوعہ نولکشور لکھنؤ میں لکھا ہے۔ حسن خواست کہ باہمہ اہل بیت خویش بمدینہ رود عمر عاص معاویہ را گفت پیش از انکہ حسن بمدینہ شود مردمان کوفہ را بفرمائی تا حسن خطبہ کند معاویہ گفت خطبہ کردن او مارا ایچہ کار آید گفت حسنؑ فصیح زبان نیست بدانند کہ او خلافت را نشاید چوں روز آدینہ معاویہ از منبر فرود آمد حسنؑ را گفت خطبہ کن حسن رضی اللہ عنہ بر منبر شد و خطبہ کرد و گفت ایھا الناس ان اللہ ھدٰیکم باولنا وحقن دمائکم باخرنا وان الدنیا دول ولکل شئی مدۃ واجل وانکم خلق تموتون علی ھذا البیعۃ التی بدایھا لغیر اھلھا ووضعھا فی غیر حقھا وانی اقول کما امر اللہ عز وجل وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین (ترجمہ) لوگوں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پہلوں سے تمکو ہدایت کیا اور پچھلوں کی بدولت تمکو خونریزی اور ہلاکت سے نجات بخشی تحقیق کہ دنیا ادلنے بدلنے والی شئے ہے اور ہر شے کے لئے ایک مدت معین ہے اور تم وہ لوگ ہو کہ اس بیعت پر مروگے جو نا اہلوں سے شروع ہوئی اور محل ناحق میں رکھی گئی اور میں وہ کہتا ہوں جس کا اللہ بزرگ و برتر نے امر کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ شاید تمہارے لئے فتنہ وفساد ہے یا ایک مدت تک تمتع ونفع قلیل ہے۔ ابن اثیر نے کامل التاریخ میں لکھا ہے کہ معاویہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسنؑ خطبہ کہیں مگر عمر عاص نے اصرار کیا کہ ضرور ایسے لوگوں میں خطبہ کہلواؤ تاکہ لوگوں پر انکی کند زبانی کا عیب ظاہر ہو جائے اور جان لیں کہ وہ طلاقت کی اہلیت نہیں رکھتے پس معاویہ نے خود خطبہ کیا۔ پھر آنحضرت کو امر کیا کہ منبر پر جاکر خطبہ کہیں پس حضرت اُٹھے اور بہ بداہت حمد وثنائے الہٰی و درود رسالت پناہی کہکر خطبہ کہا حتیٰ کہ آخر خطبۂ مذکورہ پر پہنچے تو معاویہ نے کہا اجلس یا حسنؑ اے حسن بیٹھ جاؤ اور عمر عاص سے کہا کہ یہ تیری سو تدبیری تھی اور اس قدر برہم ہوا کہ اس سے دشمنی کرنے لگا۔ نیز مولف لکھتا ہے کہ زمانہ حیات امیر المومنینؑ میں بھی چونکہ حسن مجتبیٰ زیادہ تر خاموش و کم گو تھے

تھا مگر حضرت کی حضور میں بملاحظہ ادب آنجناب بکثرت زبان کٹ ئی فرماتے کسی معاند بدگوئے کوفہ میں کہا تھا کہ خطبہ گوئی میں آپ (معاذ اللہ) قاصر ہیں، اس لئے حضرت نے حکم دیا کہ سر مجمع خطبہ کہیں آپنے بالبداہت خطبہ کہا اور اسقدر فصیح و بلیغ کہا کہ امیر المؤمنین نے فرط مسرت سے دامن کشاں منبر کے قریب آکر اپنے جگر گوشہ کو سینے سے لگا لیا اور آواز تحسین و آفرین بلند کی جیسا کہ تیسرے باب اخلاق و عادات آنجناب میں اسکا ذکر گذرا دیکھی کلام اس معاند مردود کا اپ خاص معطر دکو پہنچا جس پہ اصرار کر کے اس نے خطبہ کہلوایا اور اپنے تئیں اور معاویہ کو سر عام رسوا کیا۔ عبارت خطبہ کامل ابن اثیر و مروج الذہب مسعودی کی تقریب قریب اسی قدر ہے جتنی کہ تاریخ طبری سے اوپر نقل ہوئی۔ یہ سنی مورخوں کی معاویہ اور عمر و عاص کی ہمدردی و ہوا خواہی ہے کہ خطبہ میں کاٹ چھانٹ کر کے اتنا کم کر دیا ورنہ در اصل یہ خطبہ طویل الذیل و مبسوط ہے مجلسی علیہ الرحمۃ نے جلاء العیون میں اسکو خلاصہ کے طور پر نقل کیا تب بھی دو اڑھائی ورق پر تمام ہوا ہے اس میں جناب حسن الزکی نے داد فصاحت و بلاغت دی ہے۔ پہلے شہادتیں یعنی وحدنیت خدا اور رسالت محمد مصطفیٰ کی شہادت کو بدائعہ شاندار الفاظ میں ادا کیا پھر فضائل و مناقب خمسہ آل عبا کے ذکر میں اپنی قوت بیانیہ کا کافی اظہار فرمایا حدیث کسا و شان نزول ہل آتیٰ و نزول آیہ تطہیر و حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ وغیرہ کا بوضاحت تمام ذکر فرمایا۔ بعدہ غصب خلافت کا ذکر اولاً و ثانیاً و ثالثاً درمیان میں لائے اور اپنے اور اپنے والدین اور اپنے بھائی کی مظلومیت کا حاضرین کے دلوں پر نقشہ کھینچدیا اور فرمایا میں نے اسکے یعنی معاویہ کے ساتھ اضطراری بیعت کی ہے پر فتنہ ہے تمہارے لئے اور متاع قلیل ہے جبتک کہ دنیا سے رخصت ہو اور حق حقیقت تم پر ظاہر ہو جائے ایہا الناس آدمی کے لئے عیب ہے کہ کسی دوسرے کا حق غصب کرے مگر اپنا حق دوسروں کے پاس رہنے دینا معیوب نہیں و دیگر دلائل و براہین اپنی حقانیت پر اور معاویہ کے کفر و فسق پر بیان فرما کر منبر سے اترے معاویہ کو اس خطبہ سے سخت صدمہ پہنچا اس نے کہا قسم خدا کی حسن نے جبتک زمین فراخ کو مجھ پر تنگ اور زمانہ کو میری نظر میں تیرہ و تار نہیں کر لیا منبر نہیں چھوڑا میں چاہتا تھا کہ اس کے بدلے انکو ایذا و آزار دوں مگر غیظ اور غصہ کا ضبط کرنا ہی اولے ہے۔ چونکہ یہ ذلت اسکو عمر عاص کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی دل میں اسکا دشمن ہو گیا۔

خطبۂ دیگر آنجناب در فضائل امیر المومنین بحضور معاویہ

ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوالحسن مدائنی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے صلح کے بعد امام حسنؑ کو کہا کہ مجمع مسلمانان میں خطبہ کہیں۔ آپنے انکار کیا اُسنے اصرار کیا پس کرسی آپ کے لئے بچھائی گئی اس پر بیٹھے اور حمد وثنا الٰہی بجالائے بعد از ان فرمایا تمام محامد اس خدا کے لئے ثابت ہیں جس نے تمہارے سابقین کو ہمارے ذریعہ سے کفر وشرک سے نکالا۔ لاحقین کو قتل وخونریزی سے بچایا۔ پس ہمارے احسانات تم پر قدیم وجدید ہیں خواہ ان کو مانو یا کفران نعمت کرو۔ ایُّہا الناس اللہ تبارک وتعالےٰ نے علی علیہ السلام کو اس فضیلت وسابقہ سے اختصاص بخشا ہے جو دوسروں کو نہیں دی۔ افسوس تم ہر امر کو منقلب کرتے رہے مگر حقتعالےٰ نے ہمیشہ ان کو فضیلت وفوقیت دیا۔ بتحقیق کہ علیؑ وہ شخص ہیں جنہوں نے جنگ بدر واحد وخندق میں حمایت اسلام میں جنگ کرکے تمہارے دم بند کئے لہٰذا تم جسقدر ان سے عداوت کرو کم ہے قسم خدا کی امت محمد بدابر تنزل میں رہے گی جب تک انکی حکومت کی باگ بنی امیہ کے ہاتھوں میں ہے لوگوں پر یہ ایک بلائے آسمانی ہے جس میں تم مبتلا رہوگے۔ جبتک ان طواغیت دنیا طلبین کی اطاعت کروگے میں تمہارے کفرو نفاق اور سوءِ رغبت کی حضرت خدا کے آگے شکایت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے اہل کوفہ تحقیق کہ کل خدا کا ایک تیر بے خطا یعنی امیر المومنینؑ تم سے جدا ہوا ہے جو اعدائے خدا فجار قریش کو عذاب خدا میں مبتلا کئے بغیر نہ رہتا تھا کمانوں سے جدا ہوکر بیشک ان کے حلقوم میں بیٹھا تھا۔ وہ امر خدا میں کسی ملامت کی پروا نہ کرنے والا مال خدا کا چرانے والا اور جنگ دشمنان خدا سے فرار کرنیوالا نہ تھا۔ خدا اس کو دعوت کرتا تو اجابت کرتا معرکہائے جنگ میں تقدیم کرتا اور وہ اصلا انحراف نہ کرتا تعمیل احکام ایزدی میں کسی ملامت کا سننے والا نہ تھا پس صلوات خدا اور اسکی رحمت ہو اسکے اوپر یہاں تک پہنچے تھے کہ معاویہ نے کہا بس کر دلے حسنؑ حضرت خاموش ہو گئے۔

حقیر مولف کہتا ہے یہ ہیں بعض ان خطبات سے جو جناب امام حسن زکی نے بعد صلح بوقت دید معاویہ وجم غفیر پڑھے۔ اسی موقع پر معاویہ وعمرو عاص نے بعض اوقات بے جوڑ سوال کرکے

آپ کو بھٹکانا اور بدلانا چاہا مگر حضرت فوراً سوال کے جواب دے کر خطبہ میں مشغول ہو جاتے تھے
اور نظم کلام میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔ چنانچہ ایکبار اس نے زبان مبارک سے اپنی مدح کرانی چاہی
بولا یاحسن اصعد علی المنبر واذکر فضلنا اے حسن منبر پر جاکر ہمارے فضل وکمال کا تذکرہ
کرو حضرت نے بعد حمد وصلوٰۃ شامیان شوم کے سنانے کو جو اس مجلس میں حاضر تھے اپنی
مدح اور منقبت اسطرح پر شروع کی کہ اے جماعت حاضرین جو مجھکو جانتا ہے جانتا ہے جو نہیں پہچانتا
ہے اسکے لئے کہتا ہوں کہ میں حسن بن علیؑ فرزند سرور انبیاؐ بشیر و نذیر ہوں اور پسر ہوں
اسکا جس کو حق تعالےٰ نے برسالت برگزیدہ کیا اور ملائکہ آسمان نے اسپر رحمت خدا و درود بھیجا اور
پسر ہوں اسکا جس کی بدولت اس امت کو فخر و شرف حاصل ہوا اور اسکے پاس جبرئیل امین پیام
خدا لیکر آتے تھے اور پسر اس کا جو رحمت خدا ہوکر خلقت پر بھیجا گیا تھا، اسوقت معاویہ کو
حسد و عداوت نے ایسا مجبور کیا کہ آپ کے بند اور لاجواب کرنیکو بے ساختہ بول اٹھا کہ یا
حسن علیک بالرطب انعتہ لی اے حسن ذرا رطب (خرما تازہ) کی تو تعریف کیجئے فرمایا نعم یا معاویہ
الریح تلقحہ والشمس تنفخہ والقمر یلونہ والحر ینضجہ واللیل یبردہ ہاں اے معاویہ ہوا
اس کو الحاق کرتی یعنی شگوفہ سے نکالتی۔ اور گرمی آفتاب اسکو پھلاتی اور مزا کرتی چاندنی رنگین
کرتی اور ہوا پکاتی اور رات ٹھنڈا کرتی ہے۔ بروایتے ارشاد کیا تلقحہ الشمال وتخرجہ الجنوب
وتنضجہ الشمس وتطیبہ القمر۔ باد شمال اس کو بارور کرتی، باد جنوب باہر لاتی، دھوپ پکاتی
چاندنی خوش ذائقہ بناتی ہے بروایتے دیگر فرمایا ہوا پھلاتی۔ حرارت پکاتی۔ رات ٹھنڈا
کرتی اور بامزہ بناتی ہے۔ علیٰ ہذا عمر عاص نے اپنے اسی ارادہ فاسدہ سے اثنار خطبہ میں لقمہ دیا کہ
اے ابو محمد بیت الخلا جانے کے آداب بیان کرو فرمایا ہاں اسکے لئے آدمیوں سے دور جائے
زمین ناہموار تلاش کرے۔ رو بقبلہ پشت بقبلہ نہ بیٹھے۔ پارۂ نان و سرگین و استخوان سے محل غائط
کو پاک نہ کرے۔ آب راکد میں پاخانہ و پیشاب سے اجتناب کرے غرض اس قدر فرماکر بدستور
اپنے نطق و کلام میں مصروف ہوئے اور فرمایا میں پسر مستجاب الدعوات ہوں اور پسر ہوں اُس کا
جو اپنے خدا سے فاصلہ دو کمان یا اس سے بھی کمتر رہ گیا تھا، میں پسر شفیع مطاع ہوں اور پسر
مکہ و منیٰ اور اسکا جس کے آگے قریش بخواری و زاری خاضع ہوئے اور پسر اسکا جسکی پیروی کر کے خوار

سید اور چھوڑنے والا شقی ہے۔ زمین جس کے لئے ظہور و جائے سجود ہوئی۔ اخبار اتمامی اس کے پاس پہنچے اور سر جب ولید ی حذا نے اس سے دو۔ کی اس پر معاویہ بولا اے حسنؑ میرا گمان ہے کہ تمہارا نفس خلافت چاہتا اور ہم سے نزاع کرتا ہے۔ فرمایا ویل و عذاب ہو تیرے لئے اے معاویہ خلیفہ رسول وہ ہے جو آنحضرتؐ کی سیرۃ پر عمل کرے انکی سنت کا پابند اور طاعت گزار ہو خدا کا۔ قسم بجان خود ہم نشانہائے ہدایت و منار تقی ہیں مگر تو اے معاویہ سنت ہائے رسولؐ کا محو کرنے والا، بدعات پھیلانے والا، بندگان خدا کو غلام بنایا اور دین خدا کو کھیل بنا رکھا ہے۔ عنقریب تیرا چراغ گل ہوگا اور تھوڑی زندگی کر کے بہت سے عذاب کے بوجھ گردن پر لیکر جائے گا اسوقت معاویہ نے کہا اے حسنؑ ہم سے ذرا شب قدر کا تو حال بیان کرو کہ کب ہوتی ہے۔ فرمایا ہاں حق تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے سات زمینیں اور جن وانس کو اُن سے خلق فرمایا پس تو تیئس رمضان سے لیکر ستائیس رمضان تک اسکو تلاش کر۔ یہ کہہ کر منبر سے اترے۔

معاویہ و قیس بن سعد بن عبادہ

پہلے گذرا کہ عبید اللہ بن عباس معاویہ کی سازش سے لشکر عراق کو بحال خود چھوڑ کر شام کو نکل بھاگا اور جا کر معاویہ سے مل گیا تو اسوقت قیس بن سعد انکے امیر ہوئے اور انھوں نے صحابہ سے لڑنے کے لئے از سر نو شکر سے عہد و پیمان لئے۔

ابن اثیر کہتا ہے کہ قیس بن سعد معاویہ کی امامت سے سخت کراہت رکھتا تھا اس نے شیعیان علیؑ سے معاویہ کے خلاف جان و مال کے اقرار پر عہد واثق لیا۔ معاویہ نے یہ سنا تو ان کے ساتھ باب رسل و رسائل کھولا اور اپنی اطاعت کی دعوت دی کہ ان کو ورق سادے کاغذ کا نیچے مہر لگا کر بھیجدیا کہ جو شرط چاہو اسپر لکھ دو مجھے سب قبول و منظور ہے، عمر عاص نے کہا معاملہ کو اسقدر دست نہ دو۔ معاویہ نے کہا ہم انکی فوجوں کو قتل نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ اہل شام سے اسی قدر آدمیوں کو قتل نہ کرلیں اور اتنے اصحاب کے مارے جانے کے بعد ہمارے لئے کیا لطف زندگانی باقی رہے گا قسم خدا کی میں ہرگز اسکے ساتھ جنگ نہ کروں گا جبتک کہ کوئی

حضرت سجاد کی نکل کے قیس کے پاس وہ کورا کاغذ پہنچا تو نیز لکھے کہ مال سے تعرض کریں صرف اپنی اور اپنے صحابہ کیلئے امان کی شرط اسمیں درج کی جس کو معاویہ نے بخوشی قبول کر لیا اور قیس معاویہ کی اطاعت میں داخل ہوگئے یہ قول ابن اثیر کا ہے راقم الحروف کے نزدیک یہ بیان اس کامل موسخ کا ناقص ہی ہرگز قابل قبول نہیں ۔ قیس سا شخص جو اس زور شور سے معاویہ کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار تھا کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ اس کے ایک کورے پرچہ پر ایسا دست پاچہ ہوا کہ بغیر کسی شرط کے اسکی اطاعت میں داخل ہوا اور بیعت کرے ۔ حالانکہ ابن اثیر نے خود لکھا ہے کہ قیس معاویہ کی امامت سے سخت کارہ تھا پس ہمارے نزدیک صحیح وہی ہے جو ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں نقل کیا ہے کہ قیس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کرو یا بلا امیر جنگ کیلئے تیار ہو یا امام ضال (معاویہ) کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ انھوں نے شق اول کو اختیار کیا قیس اپنے لشکر کے ساتھ افواج شام پر حملہ آور ہوئے اور اس قدر جد وجہد کی کہ غنیم کو پسپا کر دیا ۔ اسپر معاویہ نے قیس کو نامہ لکھکر اپنی طاعت کی طرف مدعو کیا قیس نے جواب میں لکھا قسم خدا کی میں نہیں لکے کہ میرے اور تیرے درمیان نیزہ وشمشیر ہو تجھ سے ملاقات نہ کرونگا اسکی اطاعت سے یاس ہوئی تو معاویہ نے جل کر اسکو لکھا کہ انت یھودی ابن یھودی تشقی نفسک وتقتلھا کہ تو یہودی پسر یہودی ہے تیرا نفس تجھکو شقاوت میں ڈالتا ہے اور قتل کراتا ہے ۔ نیز لکھا تیرے باپ نے راہ راست سے انحراف کیا اس کی قوم نے اُسے مخذول رکھا ۔ مرتے اسے دلوچ لیا حتی کہ طرید وغریب حوران میں فوت ہوا ۔

قیس نے جواب میں لکھا انت وثن بن وثن دخلت فی الاسلام کرھا واقمت علیہ فرقا وخرجت منہ طوعا تو بت پرست پسر بت پرست کا ہو بکراہت اسلام میں داخل ہوا اور تفرقہ اندازی کے لئے وہاں قیام کیا ۔ اور بطوع ورغبت اس سے نکل گیا ۔ پس تو دشمن خدا و رسول اور دشمن مومنین بندگان خدا کا ہے تو کہتا ہے کہ میں یہودی پسر یہودی ہوں پس یہ تحقیق کہ تجھکو معلوم ہے کہ میں اور میرا باپ اس دین کے انصار ہیں جس سے تو نکل گیا اور اس مذہب کے دشمن ہیں جس میں تو داخل ہوا ۔ معاویہ نے یہ خط پڑھا تو اسکا جواب دینا چاہتا تھا ۔ عمر عاص نے اسے روکدیا کہ تو جواب لکھو گا تو وہ اور زیادہ شدید اسکا جواب تحریر کرے گا اور ناحق طول ہوگا

چھوڑ دے گا تو رفتہ رفتہ وہ بھی اس امر میں داخل ہو جائے گا جس میں اور ہوں گے۔ اس لئے باز رہا پس امام حسینؑ اور معاویہ کے درمیان پیام و سلام ہوئے تو قیس اُن کے پاس نہ گئے اور جیسا پہلے ذکر ہوا بالا بالا کوفہ چلے آئے۔

پھر ابو الفرج کہتا ہے کہ معاملہ صلح طے ہوا تو قیس بھی بیعت کے لئے طلب کئے گئے وہ ایک دراز قد آدمی تھے۔ اسپ بلند پر بھی سوار ہوتے تو پاؤں زمین سے لگتے جاتے تھے اور ان کے منہ پر بال نہ تھے۔ لوگ براہ عداوت انکو خصی الانصار کہتے تھے۔ وہ آئے تو معاویہ کے سامنے بیجا نا چاہا۔ لیکن انھوں نے کہا میں نے حلف کیا ہے کہ اس سے ملاقات نہ کروں گا جبتک کہ ہمارے درمیان نیزہ و شمشیر نہ ہو۔ معاویہ نے یہ سنا تو کہا کہ ایک تلوار اور برچھی لاکر میرے اور اسکے درمیان رکھ دو کہ قسم پوری ہو جائے۔

نیز ابو الفرج کی روایت ہے کہ امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہوئی تو قیس چار ہزار سپاہ کے ساتھ علیحدہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ حسنؑ اس سے بیعت کریں۔ جب بیعت ہو گئی تو قیس بھی بیعت کے لئے طلب ہوئے۔ اندر مجلس میں گئے تو امام سے خطاب کر کے کہنے لگے میں تمہاری بیعت سے آزاد ہوں! فرمایا ہاں۔ پس ان کے لئے ایک کرسی بچھا دی گئی اس پر بیٹھ گئے معاویہ تخت پر بیٹھا تھا۔ امام حسنؑ تخت پر اس کے برابر تھے معاویہ نے کہا اے قیس بیعت کر دگے کہا ہاں اور اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ لیا یعنی اسکو معاویہ کی جانب دراز نہ کیا۔ معاویہ تخت پر سے جھکا حتیٰ کہ قیس پر اوندھا ہو گیا اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے مس کیا۔ قیس نے ذرا ہاتھ کو حرکت نہ دی یہی ان کی بیعت تھی۔ تمام ہوئی روایت ابو الفرج کی

اور کشی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ہنگام بیعت قیس نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا کہ اُن کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا یا قیس انہ امامی یعنی حسنؑ امام ہیں انکی اطاعت مجھ پر اور تیرے اوپر لازم ہے اور ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیس ابن سعد حسنی افواج کا سپہ سالار معاویہ کے پاس آیا تو کہا بیعت کر و قیس نے امام حسنؑ کی طرف نگاہ کی کہ لے ابو محمد کیا تم بیعت کر چکے معاویہ بولا اما تنتھی اما واللہ انی اقتلک تو باز نہیں آتا قسم خدا کی میں تجھے قتل کروں گا۔ قیس نے کہا افعل ماشئت جو چاہے سو کر اما واللہ ان شئت لتنقض

قسم خدا کی اب بھی چاہوں تو یہ معاملہ درہم برہم کردوں۔ راوی کہتا ہے کہ قیس مثل شتر قد آور اور جسیم تھے۔ ان کی ڈاڑھی ہلکی اور خفیف تھی امام حسنؑ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا کہ لیقین بیعت کرو انھوں نے بیعت کی۔

کلام آنحضرت در مقام اعتذار از صلح معاویہ نزد شیعیان وغیرہم

مروی ہے کہ امام حسینؑ اپنے برادر معظم امام حسنؑ کے پاس گریاں داخل ہوئے واپس آئے تو وہ حالت بدل گئی تھی خوش وخنداں تھے لوگوں نے اس تغیر حالت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں نے امام سے کہا تھا کہ کس لئے آپ نے خلافت معاویہ کے حوالہ کی فرمایا جس سبب تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ نے خلفاء ثلٰثہ کے حوالہ کی تھی اس سے میرا اطمینان ہو گیا کہ اسکی علت محض مجبوری و قلت انصار و اعوان ہے۔ راوی کہتا ہے کہ معاویہ امام حسینؑ کی بیعت کا خواہاں ہوا تو حضرت نے کہا اسپر اصرار نہ کرو حسینؑ بیعت نہ کریں گے جبتک کہ قتل ہو جائیں اور وہ قتل نہوں گے تا وقتیکہ ان کا خاندان آپ کے اوپر فدا نہوے اور بنی ہاشم بہت سے شامیوں کو مار نہ لیں غرضکہ معاویہ خاموش ہو گیا۔

دیگر روایت ہے کہ صلح کے بعد معاویہ نے جناب حسنؑ سے درخواست کی کہ مجمع میں کلام کریں اور لوگوں کو خلافت سے دستبردار ہونے کی خبر دیں پس حضرت نے بعد حمد و ثنا نے الٰہی و درود و رسالت پناہی کے فرمایا ایہا الناس بڑی دانائی تقوے و پرہیزگاری خدا ہے اور نہایت حماقت فسق و فجور تم اگر جابلقا و جابرسا کے درمیان بھی تلاش کروگے تو میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے سوا کسیکو نہ پاؤگے جن کا نانا رسول خدا اور باپ علی مرتضیٰؑ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمکو میرے جد امجد کے بدولت ہدایت فرمائی اور جہالت ضلالت تم سے دور کی، ذلت وخواری کے بعد عزت بخشی اور قلت تمہاری جماعت کی کثرت سے بدل دی۔ آگاہ ہو کہ معاویہ نے امر خلافت و حکومت پر جو میرا حق تھا مجھ سے نزاع و تکرار کیا میں نے بنظر صلاح امت اور ان کی خونریزی سے احتراز کرکے اس سے اعراض کیا اسکو اسپر چھوڑتا ہوں تمنے میرے ساتھ اس اقرار پر بیعت کی تھی کہ جس کے ساتھ جنگ کروں جنگ کرو و صلح کروں اس سے مصالحت چاہو۔ بروایتے دیگر فرمایا

میں نے یہ صلح اس لئے کی ہے کہ اپنے تئیں اور اپنے کنبے قبیلے اور خالص شیعوں کو ہلاکت سے بچاؤں اے اہل عراق تم نے میرے باپ کو قتل کرایا میرے مارنیکا قصد کیا جس سے ایسا زخمی ہوا ہوں کہ اب تک اچھا نہیں ہوا۔ میرا مال و اسباب لوٹ لیا مجھکو کوئی امید بہتری کی تم سے نہیں۔

سوال و جواب آنجناب با بعضے از خلص احباب

نقل ہے کہ مسیب ابن نجبہ فزاری و سلیمان بن صرد خزاعی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں ہیتی جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپنے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ عراق کا لشکر کثیر جنگو آپکے ہمراہ تھا اور حجاز کے بہادر اس کے علاوہ فرمایا ابتو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ عرض کی آپ بھی اس معاہدہ کو توڑ دیں معاویہ خود نقض عہد کر چکا ہے۔ سر منبر کہتا ہے جتنے جو اقرار کئے ہیں ان میں سے ایک کو وفا نہ کروں گا۔ فرمایا اے مسیب نقض عہد میں کوئی خوبی نہیں عذر و نکث عہد ہمارا کام نہیں میرا یہ ارادہ ہوتا تو اول ہی اسے نہ کرتا۔ حجر بن عدی جوش محبت میں کہنے لگے کاش ہم سب فنا ہو جاتے اور یہ روز نحس نہ دیکھتے لوگ کامیاب مراد ہو کر گھروں کو جائینگے ہم مایوس و ناکام بذلت و خواری مراجعت کریں گے۔ انکا کچھ جواب نہ دیا مگر بعد خلوت میں بلا کر حجر کو کہا میں نے تمہارا کلام مجلس معاویہ میں سنا اور دلسوزی دیکھی مگر اے حجر سب لوگ ایسا

---

[1] صلح پر اعتراض کرنے والوں نے کثرت افواج خلافت کا ذکر کرتے ہوئے کبھی کبھی حضرت کوفہ کی چالیس ہزار فوج بتلائی ہے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایک اشعث بن قیس بھی ان کے سرپر اور دولت ایک دشمن خدا و رسول دولتِ بیت تھا جو لوگوں کو ان کی اعانت اور حمایت سے پھیرتا تھا۔ بیس ہزار کا لشکر اس کے تابع فرمان تھا جس نے بعد صفین جبکہ عمرو عاص کی رفع مصاحف والی مکاری سے لشکر جناب امیر المومنین علیہ السلام میں کھلبلی پڑ گئی تھی تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہ کہا تھا۔

ان لم یجب الی ما دعیت الیہ لم یملک منا یمانیان یسیھم ولم یطعن برمحہم ولم یضرب بسیفہ یعنی اگر معاویہ کی دعوت قبول نہ کرینگے تو کل میری ان بیس ہزار فوج یمانیہ سے دو آدمی بھی اپنے نہ لڑینگے نہ تیر پھینکینگے نہ تلوار ماریں گے نہ برچھی لگا سکینگے۔

ان ہی کوفہ کے سرداروں میں ایک شبث بن ربعی مشہور ساکا دشمن تھا جو ہمیشہ فتنہ انگیزی کرتا رہتا اور ہرفرقہ نیہ بدو آرہ کے ساتھ جا ملتا ہی یعنی عمرو بن حریث لعین تھا جو امیر المومنین کا مد مقابل بنا ہوا تھا اور بنی ضبہ پر جو اسکے گرد پیش تھے خود تھا نیز منذر بن جارود یا عمر طائی انکے ایک تھا بنا بران امام حسنؑ نے بہت درست فرمایا تھا کہ لوگ میرے ساتھ ضرور ہیں مگر اکثر اہل غرض حیلہ باز فی سرحیت ہو گئے ہیں یا جو خالص ہیں۔ لقد وفر بیۃ الی اللہ جنگ اعدا اسکے لئے آمادہ کم ہیں اس قدر قلیل ہیں کہ ہرگز دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۱۲ منہ عفی عنہ

نہیں چاہتے جیسی تمہاری خواہش ہے نہ تمام کی یہ رائے ہے جو تمہاری ہے میں نے جو کچھ کیا تمہاری ہی
جان بچانے کو کیا۔ اللہ کل یوم ھو فی شان اللہ ہر روز نئے حال اور جدید شان میں ہے۔ نیز آپنے
مجبوری صلح میں یہ شعر پڑھا تھا ؎

اُجامل اقواماً حیاءً ولا اریٰ　　قلوبہم تغلی علیّ مراضہا

میں بروئے حیا لوگوں سے ظاہرداری برت رہا ہوں حالانکہ دیکھتا ہوں کہ ان کے مریض دل
میرے اوپر شدت غضب سے جوش زن ہیں۔ نیز آپنے فرمایا۔

لئن ساءنی دہر عزمت تصبرا　　وکل بلاء لا یدوم یسیر
وان سرنی لم ابتہج بسرورہ　　وکل سرور لا یدوم حقیر

زمانہ مجھے ستاتا ہے تو میں بعزم جزم اس پر صبر کرتا ہوں (اور جانتا ہوں) کہ جو مصیبت ہمیشہ رہنے والی
نہیں اسکی برداشت سہل ہے اور جو وہ سرور کرے تو اسکی مسرت پر بھی خوش نہیں ہوتا کیونکہ جو سرور
دائمی نہو مبتذل ہے۔

سوال امام حسنؑ نے معاویہ جیسے بیدین فاسق فاجر لعین کے ساتھ کیوں صلح کی اور اپنے تئیں خلع
کر کے کس لئے خلافت اسکے حوالے فرمائی باوجودیکہ آپکے ساتھ اعوان و انصار جاں نثار موجود تھے اس
کی بیعت میں داخل ہونے کی وجہ کیا ہے۔ نیز کیوں اس کے جائزے و عطیات و صلات قبول
فرماتے تھے۔

جواب اسکا جواب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیا والائمہ میں اس طرح دیا ہے
کہ حسن مجتبیٰ عقلاً و نقلاً بے شبہ امام منصوص من اللہ والرسول معصوم عن الخطاء والزلل تھے جو کچھ وہ
کرتے تھے اور جو اس موقع پر کیا عین حق و صواب تھا۔ آپ کے اقوال افعال پر گو ہماری ناقص عقلیں فہم
سے قاصر ہیں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ وہ بہر حال امام مفترض الطاعة تھے۔ خواہ کفار
منافقین دشمنان دین کے ساتھ جنگ و جہاد کرتے۔ یا کسی مصلحت سے جو ہم پر مخفی ہے اس سے کنارہ
کش ہوکر بیٹھ رہے باوجودیکہ جو کچھ اس محل خاص میں آپ سے صادر ہوا اس کا سبب ظاہر
وعلت باہر تھی کیونکہ جو لوگ آپ کے گرد و پیش جمع ہو رہے تھے۔ گو تعداد میں زیادہ تھے مگر ان کے
دل ہرگز صاف نہ تھے وہ دنیا کے دلدادے اور معاویہ کی دولت پر فریفتہ انھوں نے ہی اُنکے

ساتھ نصرت کا وعدہ کرکے اسکو جنگ پر برانگیختہ کیا تاکہ اس وقت آنحضرت کو پکڑ کر اس مردود کے
حوالہ کریں اور اسکی دنیائے سفیدا اور بہرہ ور ہوں، آپ کو اسکا احساس ہوا تو قبل اسکے کہ ان کے
مکر و دغا میں مبتلا ہوں ان سے اپنی حفاظت کرنے لگے۔ چنانچہ یہ امر مختلف مواضع میں بعبارات
عدیدہ کثیرہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے کلام میں موجود ہے آپ نے بار بار فرمایا کہ میں نے
جو معاویہ سے صلح کی تو صرف خونریزی سے بچنے اور اپنے اور اپنے اہل بیت و خالص دوستوں کی
جان بچانے کی خاطر کی اور کیونکر ایسا نہ کرتے جبکہ صورت یہ تھی کہ ابتدا میں کوفہ میں لوگوں
کو جمع کرکے جنگ اعدا پر ترغیب و تحریص کی اور ثواب جہاد ان کے روبرو بیان کئے تو سب
خاموش بیٹھے سنتے رہے ایک لفظ کسی نے منہ سے نہ نکالا حتی کہ عدی بن حاتم کو غصہ آیا اور کہا
سبحان اللہ امام وقت نصرت کو بلائے اور تم چپکے بیٹھے اسکی دعوت کو سنتے رہو، کہاں گئے اس
شہر کے خطیب زباں آور اس وقت کیوں خاموش ہیں اس وقت قیس بن سعد وغیرہ چند شخص
اٹھے اور کچھ تقریریں کیں ظاہر ہے کہ جو لوگ زبان سے بولنے میں بخل کریں وہ جان دینے میں
کیا کچھ بخیل نہوں گے کیا جس شخص نے ساباط مدائن میں آپ پر حربہ چلایا کہ گوشت ران مبارک
کا چیر کر استخوان تک پہنچا اپنی اصحاب سے تھا تا اینکہ سعد بن مسعود ثقفی کے پاس کہ عامل امیر المومنین
تھا اور آپ نے بھی اس کو اس منصب پر بحال رکھا تھا۔ پناہ گزین ہوئے، اس نے جراح کو بلا کر
علاج کرایا تو اس وقت اسکے بھتیجے مختار نے کہا کہ ان کو پکڑ کر کیوں نہ معاویہ کے پاس بھیجدیں اور
اس کے عوض ایکسال کا خراج جو بھی چاہے اس سے حاصل کریں مگر سعد نے اسے جھڑکا کہ تجھ کو
تیرا برا ہو میں ان کے باپ کا مقرر کردہ عامل ہوں خود وہ مجھپر اعتماد کرکے یہاں آئے ہیں ان
کے ساتھ دغا کروں تو روز قیامت رسول اللہ کو کیا جواب دونگا اور اس ضرب لگانے پر انھوں نے
کفایت نہیں کی بلکہ سامان آپکا غارت کیا یہاں تک کہ حضرت کا زیور تک لے لیا۔ مسند جس پر بیٹھے
تھے نیچے سے کھینچ لی پس ان لوگوں سے آپ امن و سلامتی سے تو رکھتے ہی نہ تھے، ان سے اعانت
و امداد کی کیا توقع کرتے۔ حجر بن عدی نے جو براہ دولی خطاب کیا تھا مسود وجوہ المومنین
معاویہ سے صلح کرکے آپ نے مومنوں کے منہ کالے کر دیئے تو آپ نے فرمایا یا حجر ما کل احد یحب
ما تحب و لا رأیہ کرأیک انما فعلت و ما فعلت ابقاء علیکم اے حجر ہر شخص ایسا نہیں

چاہتا کہ تم چاہتے ہو اور ہر ایک کی یہ رائے نہیں جو تمہاری ہے میں نے جو کچھ کیا صرف تمہارا بچانے کے خاطر کیا علی ہذا سلیمان بن صرد خزاعی کا کلام کہ ہمارا تعجب منقضی نہیں ہوتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ چالیس ہزار مرد کوفہ کے تمہارے ساتھ تھے حجاز و بصرہ کے اسکے علاوہ معاویہ اپنا عہد و پیمان توڑ چکا تو آپ کس لئے اسکے پابند رہیں ہمکو اجازت دیں کہ کوفہ جا کر اسکے عامل کو نکال دیں اسے خلافت سے خلع کریں ایسے ہی اوروں نے کلام کئے آپ نے فرمایا تم ہمارے شیعہ و اہل مودت ضرور ہو مگر جو بات میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے ہو میں نے جو کچھ کیا تمہاری بہتری اور بھلائی کے لئے کیا، قتل و خونریزی سے باز رہنا مقصود تھا۔ پس قضائے الٰہی پر راضی ہو اور اسکو تسلیم کر کے گھروں میں بیٹھو خدا ارشاد کیا ہے کونوا احلاس بیوتکم حتی یستریح بر او یستراح من فاجر یعنی اپنے گھروں کو رو کے رکھو تاکہ نیک آدمی آرام پائیں بدکاروں سے راحت ملے یہ کلمات آنحضرت کے شفاء صدور کو قطعاً کافی ہیں تمام شبہات جو اس بارے میں پیدا ہوں ان سے دور ہو سکتے ہیں۔ غرض تمام کلام آنحضرت کا مصرح ہے کہ آپ مغلوب و مقہور تھے اور بالجبر و الاضطرار اس کام سے دستکش ہوئے۔ صلح کر کی امر عظیم دین مسلمین سے دفع کیا یہ اظہر من الشمس ابین من الامس ہے اور سائل کا یہ کہنا کہ کیوں اپنے تئیں خلافت سے خلع کیا۔ حاشا کہ آپ نے اپنے کو خلافت سے خلع کیا خود بالقصد ہنوز امامت وہ شے ہی نہیں کہ اس پر شائز ہو نیوالا زبان سے کہدینے سے اس سے ہم تو ہم اکثر مخالفین کے نزدیک بھی اگر امام اپنے آپ کو امامت سے خلع کرے تو کچھ اسکا اثر نہ ہوگا۔ انکے قول کے موافق بھی احداث منوعہ ہوتے اور ارتکاب کبائر سے بھی اس سے نکل سکتا ہے اور آپ اپنے تئیں خلع کرنا اس بارے میں موثر ہو بھی تو اسوقت ہو سکتا ہے جبکہ بحالت اختیار و بالقصد ہو باکراہ و اجبار اسکا کچھ اثر نہیں رہتا

لہ یہ بات کہ غدر و بیوفائی سے آپ مجبور ہو کر آپ نے صلح کی ورنہ ہرگز آپکا قصد نہ تھا۔ کتب معتبرۂ اہل سنت سے بھی عیاں ہے سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں ولما رای الحسن تفرق الناس عنہ و تفرق اہل العراق علیہ و تخاذل اہل الکوفۃ بہ رغب فی الصلح و کان معاویۃ کتب الیہ فی السر یدعوہ الی الصلح فلم یجبہ ثم اجابہ ۔ یعنی جب امام حسن علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ ان سے متفرق ہو گئے اور اہل عراق الگ ہو گئے اور معاویہ سے جا ملے اور اہل کوفہ نے آنحضرت کے ساتھ بیوفائی کی تو معاویہ کے ساتھ صلح کرنے کی طرف راغب ہو گئے۔ حالانکہ معاویہ نے پہلے خفیہ آپ کو صلح کرنے کے لئے لکھا تھا تو آپ نے قبول سے انکار کیا پھر ان لوگوں کا یہ حال دیکھ کر ناچار اس کو قبول کر لیا ۱۲ منہ

دیگر یہ کہ آپ نے کوئی لفظ تسلیم خلافت کا اپنی زبان مبارک سے نہیں نکالا۔ قلت اعوان وانصار
یکدل کی وجہ سے محاربہ اور مقابلہ سے دستکش ہوئے۔ معاویہ قہر وغلبہ اس پر مسلط ہو گیا جیسا کہ پہلے
ذکر ہوا گو بحالت مجبوری ایسا کہنے میں بھی کچھ ضرر نہیں تھا۔ رہا بیعت کرنا سو اس سے ہاتھ پر ہاتھ
دھرنا و نزاع و تکرار سے باز رہنا اور رضا سے ظاہری مراد ہے تو یہ امور البتہ واقع ہوئے
مگر سابقہ ہی ان کے علل و اسباب بھی بیان کر دئے گئے پس کوئی حجت آپ پر عائد نہیں ہو سکتی
جیسا کہ ان کے باپ پر اپنے عہد کے متغلبوں سے جبریہ بیعت کرنے سے کوئی حجت عائد نہ ہوئی
اور جو اس سے دلی رضامندی و طیب نفس مقصود ہو تو واقعات اسکے خلاف شاہد ہیں اور کلام
بلائے مشہور آنحضرت اسپر دلالت واضحہ کرتے ہیں کہ آپ قطعی مجبور تھے۔ اور یہ کہ خلافت آنحضرت
کا حق تھا اور سب سے زیادہ اس کے حقدار آپ تھے محض دشمن کے قہر وغلبہ سے اور دین و مسلمین
کی حفاظت کے خیال سے دستبردار ہوئے لیکن عطایائے معاویہ کا لینا۔ پس ہم پہلے بیان
کر چکے کہ ظالم جابر متغلب سے انکا لینا جائز و روا ہے، اور لینے والے پر کوئی ملامت و جرح
اس سے عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ اخذ صلات جائز آنحضرت کے لئے جائز ہی نہیں واجب تھا کیونکہ
جو مال ظلمہ کے ہاتھ میں ہے سب امام کا مال ہے اور اسپر اور تمام امت پر واجب ہو کہ طوعاً و
کرہاً جس طرح ممکن ہو انکے ہاتھ سے نکالیں اور اسکے محل و مقام میں خرچ کریں تمام نہ
لے سکیں تو جس قدر ہاتھ آئے لیں جب آپ پر تمام اموال متعلقہ خلافت کا معاویہ کے ہاتھ سے
نکالنا فرض تھا تو جتنا تمام نہاد صلہ وغیرہ اس سے ہاتھ آیا لیتے اور انکے محل و مقام میں
خرچ کرتے رہے اور کوئی بعلم و یقین یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تمام مال اپنے نفس اور اپنے عیال
پر صرف کر دیتے دیگر مستحقین کو اس میں سے کچھ نہ دیتے تھے۔ جبکہ آپ خفیہ طور سے اس کے
دینے پر مامور تھے۔ کیونکہ جیسا ان صلات کا قبول کرنا آنحضرت پر واجب تھا ویسا ہی چھپا کر
اسکے مصرف میں خرچ کرنا بھی ضروری تھا۔ جبکہ وہ حضرت بڑا حصہ اپنے اموال کا فقرا اور
مساکین کو تبرعاً دیتے رہتے تھے تو حقداروں کے حقوق کیونکر نظر انداز کرنے لگے تھے،

اور لیکن اسکے سوالات اور دوستی کا اظہار پس جیسا کہ یہ امر باطن میں مفقود تھا ویسا ہی اس کا
اظہار بھی کبھی نہیں کیا گیا۔ چنانچہ کلام آپ کا معاویہ کے حضور میں اور اسکے پس پشت اس بارے

میں مشہور و معروف ہے ، اور اگر بخیال اصلاح امت و شر عظیم اسکی تلافی و تدارک کے لئے کبھی
دیا کرتے بھی تو اس میں کچھ مضائقہ نہ تھا اور سب عجیب یہ ایراد ہے کہ آپ اسکی امامت کے
قائل تھے ۔ حالانکہ روز روشن سے زیادہ آشکار ہے کہ امام حسنؑ اسکے برخلاف اعتقاد رکھتے اور
اسکی تصریح فرماتے تھے آپ کے نزدیک معاویہ ادنیٰ ماتحت حکومت کی بھی قابلیت نہ رکھتا چہ جائیکہ
ریاست عامہ و ایالت کبریٰ ۔ یہ امور آنحضرت کی نسبت ایک سنی حشوی کے سوا کوئی خیال میں نہیں
لا سکتا جس کی گردن میں قلادہ تقلید پڑا ہو ، اور اسکی تصویب میں ایسا غرق ہو کہ جو جو اخبار
و احادیث اس بارے میں وارد ہیں ان دیکھنے اور سننے سے آنکھیں اور کان کو رو کر کرلے
پس وہ وہی باتیں سنتا اور دیکھتا ہے جو اس کے موافق مزاج ہوں اور انہی امور کی
تصدیق کرتا ہے جو اسکی پسندیدہ ہوں واللہ المستعان تمام ہوا خلاصہ ترجمہ تنزیہ الانبیاء
کا مجلسی علیہ الرحمۃ جلد عاشر بحار میں بعد نقل عبارت بالا لکھتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے کتاب
الامامہ میں بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کر آئے ہیں کہ یہ حضرت کوئی کام نہ کرتے تھے جبتک کہ
جانب حق تعالیٰ سے کوئی اشارہ نہیں پاتے تھے اور جو اخبار و احادیث کہ دلالت کرتے
ہیں اسپر کہ بالخصوص جناب حسنؑ نے اس موقع پر جو کیا عین حکمت و مصلحت تھا کسی کے قاسع
صماخ ہو چکے ہوں تو میرا گمان نہیں کہ اسکے لئے اس مقدمہ میں بسط کلام کی ضرورت ہو
و حقیر جامع الاوراق کہتا ہے کہ بیشتر چند کتب سلسلہ ہذا میں گزرا کہ بطرق متعددہ آنحضرتؐ سے
وارد ہے کہ ہر ایک امام کو بوقت فوز بدرجۂ رفیعہ امامت ایک نامہ سربمہر دیا جاتا ہے تاکہ اس
کی مہر توڑ کر جو کچھ اس میں تحریر ہو اس کے موافق عمل پیرا ہو ، بموجب اسکے امام حسنؑ نے
صلح و بیعت سے جو کچھ کیا بموجب اس صحیفہ کے نوشتے کے کیا فلا یرد علیہ شیء ۔

بعضے از اخبار و احادیث دیگر دریں باب

امام حسنؑ کا یہ عمل شیعوں کے لئے دنیا اور ما فیہا سے بہتر تھا

احتجاج طبرسی میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تو کچھ لوگ آنحضرت کی
خدمت میں داخل ہوئے اور بعض ان سے آپ کو ملامت کرنے لگے حضرت نے فرمایا وائے ہو

پھر فرمایا تمکو معلوم نہیں کہ جو کچھ میں نے کیا تمہارے لئے تمام ان اشیاء سے بہتر ہے جن پر آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا امام مفترض الطاعۃ اور بنص رسول دو سردار جوانان بہشت سے ایک ہوں۔ خضر نے کشتی میں سوراخ کیا اور گرتی دیوار کو سنبھالا اور لڑکے کو مار ڈالا تو ہر چند موسیٰ بن عمران اس پر معترض ہوئے مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک تینوں کام حکمت و مصلحت سے خالی نہ تھے اور تم آگاہ نہیں کہ ہم سے ایک بھی ایسا نہیں جس کی گردن میں اسکے زمانے کے متغلب کی بیعت نہو سوائے عیسیٰ قائم آل محمد کے کہ عیسیٰ انکے پس پشت نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ان کی ولادت کو مخفی اور ان کے جسم کو مستور رکھے گا تاکہ انکی گردن میں کسی کی بیعت نہو وہ اولاد حسینؑ سے نویں پشت میں سیدۃ اماء اللہ کے بطن سے متولد ہونگے حق تعالےٰ مدت ہائے دراز کے بعد انکو چالیس برس یا اس سے کمتر سن و سال میں ظاہر کرے گا تاکہ لوگ جانیں کہ حق تعالےٰ ہر شئے پر توانا اور قادر ہے۔

جواب آنجناب بمعترضین بطرق اہل سنت

تفسیر ثعلبی۔ مسند موصلی۔ جامع ترمذی وغیرہ سے نقل ہوا ہے کہ حسن بن علی نے معاویہ سے صلح کی تو لوگوں نے انکو ملامت کی اور یا مذل المومنین و مسود الوجوہ اے ذلیل کرنیوالے مومنوں کے اور کالا منہ کرنے والے کے سے خطاب کیا حضرت نے فرمایا مجھکو ملامت نہ کرو کیونکہ میرا یہ فعل مصلحت سے خالی نہیں۔ بتحقیق کہ رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ ان کے منبر پر اترتے یکے دیگرے جا کر خطبہ کہہ رہے ہیں حضرت محزون و غمگین ہوئے پس جبرئیل سورۃ انا اعطیناک الکوثر و انا انزلناہ فی لیلۃ القدر لیکر آئے یعنی اللہ تعالےٰ نے ان کے بدلے میں آنحضرت کو حوض کوثر عنایت کیا اور ایک شب قدر کو اپنی نبی کے لئے بنی امیہ کے ہزار مہینے کی حکومت سے بہتر قرار دیا اور سعید بن لیسار اور سہل بن سہل سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ بندر یعنی بنی امیہ ان کے منبر پر چڑھتے اترتے ہیں آپ کو یہ بڑا معلوم ہوا اور غمگین ہو گئے حتیٰ کہ تا دم آخر کسی نے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خنداں نہیں دیکھا۔ یہ جعفر بن محمد کی روایت ہے اور مسند موصلی میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب

منبر پر چڑھتے ہوئے خواب میں دیکھے تھے اور اس سے رنجیدہ ہوئے تھے۔

جواب اُس شخص کا کہ جس نے مذل المومنین سے آپکو خطاب کیا

کشی علیہ الرحمتہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد کیا کہ ایک شخص سفیان بن لیلیٰ نام اپنے شتر پر سوار حسن مجتبیٰ کی خدمت داخل ہوا اسوقت آپ صحن خانہ میں دو زانوں پر حلقہ کئے بیٹھے تھے اس نے بیابان سے اندر آ کر کہا السلام علیک یا مذل المومنین سلام ہو تجھ پر اے ذلیل کرنے والے مومنین کے حضرت نے فرمایا اے سفیان جلدی نہ کرو اور سواری سے نیچے آؤ۔ وہ شتر سے اتر کر حضرت کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ فرمایا تجھے کہاں سے اور کس طرح کو معلوم ہوا کہ میں مذل المومنین ہوں۔ کہا آپ نے قلادہ حکومت کو اپنی گردن سے اتار کر حاکم کی گردن میں ڈال دیا کہ وہ احکام خدائی کے خلاف جو چاہے حکم کرے۔

بروایت ابوالفرج کہا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تم نے ہماری گردنیں ذلت و خواری سے جھکا دیں کہ اس باغی طاغی پسر آکلۃ الاکباد کے ساتھ بیعت کی باوجودیکہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی لڑنے مرنے کو تیار تھے اور اکثر امت کا آپ پر اتفاق ہو چکا تھا فرمایا اے سفیان ہم اہل بیت پر حقیقت منکشف ہو جاتی ہے تو ہم سے متمسک ہوتے ہیں میں نے امیر المومنین سے سنا فرماتے تھے اور رسول اللہ کو سماعت کرتے تھے کہ لا تذھب الایام واللیالی حتی یجتمع امر ھذہ الامۃ علی رجل واسع السرم ضخم البلعوم یاکل ولا یشبع ولا ینظر اللہ الیہ ولا یموت حتی لا یکون لہ فی السماء عاذر ولا فی الارض ناصر کہ بہت دن اور راتیں نہ گذریں گے جبکہ امامت کا کام ایک مرد فراخ مقعد واسع حلقوم پر مجتمع ہوگا۔ جو کھائے گا اور سیر نہ ہوگا حق تعالے بنظر رحمت اسکی طرف کبھی نہ دیکھے گا وہ نہ مرے گا جبتک کہ آسمان میں کوئی اسکا عذر قبول کرے زمین پر مددگار رہے پس آپ نے فرمایا وہ یقینا معاویہ ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کا پورا کرنے والا ہے۔ پس از سلطنت فرمایا اے سفیان تیرا کیوں کر آنا ہوا۔ عرض کی قسم اس خدا کے بزرگ و برتر کی جس نے محمدؐ کو ہدایت خلق و دین کے ساتھ مبعوث کیا۔ تمہاری محبت مجھکو یہاں آنے کی باعث ہوئی فرمایا بشارت ہو تجھکو اگ

سفیان کہ رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے۔ میرے اہل بیت اور انکو دوست کہنے والے حوض کوثر پر اس طرح دو انگلیوں کو ملا کر ساتھ ساتھ وارد ہوں گے اے سفیان دنیا میں ہر قسم کے نیک و بد ہوتے ہیں جبتک کہ آلِ محمد سے امام برحق مبعوث نہوں بروایت اول فرمایا اے سفیان قسم خدا کی جو ہمکو دوست رکھیگا ہماری دوستی اسکو نفع پہنچائے گی ہر چند کہ وہ ترک و دیلم کے ہاتھوں میں اسیر ہو اور ہماری محبت کی وجہ سے آدمی سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے کہ برگ درخت موسم خزاں میں

مزید پیشنگوئی بابت عہد خلافت معاویہ امامت صاحب الامر

احتجاج میں زید بن وہب جہنی سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے ساباط مداین میں خنجر لگا اور وہ حضرت بستر علالت پر لیٹے تو میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا ابن رسول اللہ اپنے شیعوں کو ماندہ گمراہ بے چوپان حیران و سرگردان چھوڑتے ہو فرمایا قسم خدا کی معاویہ ان لوگوں سے بہتر ہے جو آپ کو شیعہ ظاہر کرتے ہیں انھوں نے مجھکو قتل کرنا چاہا میرے خیمہ پر ٹوٹ پڑے ساز و سامان تمام لوٹ لیا قسم خدا کی معاویہ سے معاہدہ کر کے اپنی اور اپنے اہل بیت کی جان محفوظ کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھے قتل کریں اور میرا کنبہ قبیلہ تباہ اور برباد ہو۔ خدا کی قسم میں معاویہ کے ساتھ جنگ کروں تو یہی لوگ جو میری محبت کا دم بھرتے ہیں گردن پکڑ کر اس کے حوالے کریں۔ واللہ کہ میں عزت سے اسکے ساتھ صلح کروں تو اس سے بہت بہتر ہے کہ اسیر ہو کر اسکے آگے جاؤں اس وقت یا تو مجھے قتل کرے یا منت رکھ کر چھوڑ دے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو بنی ہاشم کے لئے عار رہے۔ معاویہ دائماً ہمارے زندوں مُردوں پر احسان جتایا کرے۔

اے برادر جہنی میرے باپ اگر دیکھتے مجھے خوش دیکھ کر کہنے لگے اے حسن تو اس وقت مسرور ہے کیا حال ہو گا تیرا اسوقت جبکہ تیرے باپ کو قتل کریں گے اور ولایت و حکومت امت اسکی بنی امیہ کے ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گی امیر ان کا وسیع الحلقوم، فراخ آنتوں والا ہو گا جو کھائیگا اور سیر نہو گا۔ وہ مریگا درحالیکہ آسمان میں کوئی اسکا نصرت خواہ زمین میں عذر پذیر ہو گا وہ مشرق و مغرب زمین پر مسلط ہو گا اور بندگان خدا اس کے مطیع و منقاد اور بادشاہی اسکی دراز ہو گی بدعت و ضلالت پر عمل کرے گا حکم خدا و سنت رسولؐ خدا اسکے عہد میں معطل

ہو جائیں گے اموال خدا کو اپنے ہوا خواہوں میں قسمت کرے گا بندگان خدا اس سے محروم رہیں گے مومن اس منحوس وقت میں ذلیل، و فاسق و فاجر قوی۔ مال و جائداد کو اپنے معین و مددگاروں میں دست بدست پھرائے گا۔ بندگان خدا کو اپنا غلام و خدمتگار بنائے گا۔ حق اس کے زمانہ میں پست۔ باطل زور پکڑے گا علما پر لعنت کی جائے گی حق پر چلنے والے گرفتار ہو کر قتل کئے جائیں گے اس کے بعد بھی وہی حالت مستمر رہے گی۔ حتیٰ کہ جہالت و بدی حد کو پہنچے گی تو حق تعالیٰ ہم اہل بیت سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا کہ فرشتے اسکی نصرت پر مامور ہونگے اور اسکے مددگار ہر طرح سے مامون و محفوظ۔ حق تعالیٰ آیات و معجزات سے اسکی اعانت فرمائے گا اور روئے زمین پر غلبہ بخشے گا حتیٰ کہ تمام خلقت طوعاً و کرہاً دین حق کو اختیار کرے گی وہ زمین کو عدل و انصاف و نور و برہان سے معمور کرے گا اسکی حکومت عرض و طول عالم میں پھیل جائے گی بحدیکہ ہر ایک کافر ایمان لائے گا۔ اور ہر طالح صالح ہو جائے گا۔ درندے اُسکے عہد حکومت میں انعام سے صلح کریں گے زمین اپنی تمام روئیدگیاں اور دفائن نکالدے گی آسمان سے نزول رحمات و برکات ہو گا۔ چالیس سال کامل شرق سے غرب تک حکومت کرے گا۔ پس خوشحال اسکا جو اس زمانہ کا ادراک کرے اور اسکا کلام سنے۔

امام حسنؑ صلح نہ کرتے تو روئے زمین پر ایک شیعہ باقی نہ رہتا

علل الشرائع شیخ صدوقؒ میں ہے کہ ابو سعید عقیص نے کہا میں نے امام حسنؑ سے کہا یا ابن رسول اللہ کیوں آپ نے معاویہ ضال اور باغی سے صلح کر لی حالانکہ آپ حق پر تھے وہ باطل پر۔ فرمایا اے ابو سعید آیا میں اپنے باپ کے بعد حجت خدا اسکی خلق پر نہیں ہوں کہا کیوں نہیں فرمایا کیا رسول خدا نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں نہیں فرمایا امامان قاما او قعدا دو تو امام ہیں جنگ کے لئے کھڑے ہوں یا اس سے باز رہیں اور بیٹھ جائیں کہا فی الحقیقۃ ایسا ہی ہے۔ فرمایا میں بہنگام قیام بھی امام تھا اب جو اس سے بیٹھ رہا تب بھی امام ہوں۔ پھر فرمایا اے ابو سعید میں نے اسی طرح معاویہ سے صلح کی جیسے کہ رسول اللہ نے بنی ضمرہ و بنی اشجع مکہ والوں سے بمقام حدیبیہ صلح کی تھی وہ تنزیل قرآن کے کافر تھے معاویہ اور اس کے اصحاب اسکی تاویل کے

کہ فرمایا اے ابوسعید میں امام منصوب من اللہ ہوں تو صلح اور جنگ سے جو کچھ عمل میں لاؤں اس میں میری پیروی کرنی چاہئے۔ پھر خضر و خرق سفینہ کی مثال دے کر فرمایا کہ تم بھی اسیطرح میری حکمت پر بوجہ جہالت اعتراض کرتے ہو آگاہ ہو کہ اگر میں یہ صلح نہ کرتا تو روئے زمین پر ایک شیعہ باقی نہ رہتا

امام حسنؑ ترک خلافت میں ہارونؑ نبی محمد مصطفیٰؐ علی مرتضیٰؑ کے مشابہ تھے

احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ معاویہ سے صلح ہوئی تو امام حسنؑ نے خطبہ کہا ایہا الناس معاویہ کا گمان ہے کہ میں نے اسکو اہل خلافت جانا اپنے تئیں اسکے لائق اور اہل نہ خیال کیا یہ اس کا دروغ بے فروغ ہے میں خلق خدا کے لئے ان تمام سے بہتر ہوں بموجب کتاب خدا اور کلام رسولخدا کے قسم بخدا کہ اگر یہ لوگ میری اطاعت کرتے اور شرائط نصرت و اعانت بجالاتے تو آسمان سے ہر وقت بارش برستی اور زمین اپنی تمام برکتیں اگل ڈالتی۔ اور ہرگز معاویہ جیسوں کو اس میں طمع کرنے کا حوصلہ ہوتا۔ تحقیق کہ رسولخدا نے فرمایا ہے کہ کوئی امت اپنے اوپر اس شخص کو والی امر نہیں بناتی جس سے عالم و دانا تر ان کے درمیان دوسرا موجود ہو۔ الا یہ کہ انکا کام پستی میں گرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ آخر کار وہ لوگ گوسالہ پرست رہ جاتے ہیں تحقیق کہ بنی اسرائیل ہارون کو چھوڑ کر گوسالہ پر معتکف ہو گئے۔ حالانکہ خوب جانتے تھے کہ وہ حضرت جناب موسیٰ کے وصی جانشین ہیں۔ ایسا ہی یہ امت علی ابن ابیطالب کو چھوڑ بیٹھی گو کہ رسول اللہ سے سن چکی تھی کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی الا انہ لا نبی بعدی خود رسول اللہ اپنی قوم سے بھاگ کر غار میں جا چھپے تھے ہر چند کہ آپ کا صرف یہ جرم تھا کہ انکو وحدانیت خدا کی طرف دعوت کرتے تھے اگر یار و انصار پاتے تو ہرگز فرار نہ کرتے مجھے بھی اعوان و انصار ملتے تو کبھی معاویہ سے بیعت نہ کرتا۔ پس جیسا کہ خدا نے ہارون کو جبکہ قوم نے ان کو کمزور کیا اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے وسعت دی۔ ایسا ہی رسول اللہ کو جو بوجہ قلت انصار و مددگار ہونے کے غار کو فرار کیا وسعت دی اور ایسا ہی میرے اور میرے باپ علی مرتضیٰ کے لئے خدا کی طرف سے کوئی مضائقہ اور تنگی نہیں کیونکہ اس امت نے ہمکو چھوڑ کر اوروں کی متابعت کی اور ہمکو ان کے مقابلہ کے لئے اعوان و انصار نہ ملے۔ یہ سنتیں و مثالیں

ہیں کہ ایک دوسرے کی مشابہت کرتی ہیں۔ لوگو! اگر مشرق اور مغرب کے درمیان تلاش کروگے تو میرے اور میرے بھائی حسین کے سوا اولادِ نبی سے کسی کو نہ پاؤگے۔

لوگ مصلحت الٰہی کے خلاف صلح کے وقت قتال کے اور جنگ کے وقت ترک قتال کے خواہاں تھے

کافی میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ ابوجعفر محمد باقرؑ نے ان سے فرمایا قسم خدا کی جو کچھ امام حسنؑ نے کیا یعنی معاویہ سے صلح کی اس امت کے لئے ان تمام اشیاء سے بہتر تھا جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے قسم خدا کی یہ آیہ شریفہ انہی کے اور انکے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ آیا تو نہیں دیکھتا ان لوگوں کی طرف جن کو کہا گیا اپنے ہاتھوں کو (قتال) سے بند رکھو اور نماز کو برپا رکھو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ ان پر اطاعت امام میں ترکِ قتال واجب تھی مگر انہوں نے انکے برخلاف جنگ وجہاد طلب کیا حتی کہ آنحضرت پر ترک قتال کا الزام لگایا اور جب امام حسینؑ کے ساتھ قتال اعداء پر مامور ہوئے تو برعکس اس کے کہنے لگے ربنا لم کتبت علینا القتال ولولا اخرتنا الی اجل قریب اے پروردگار ہمارے تو نے کیوں ہم پر قتال وجدال واجب کیا کس لئے اسکو قریب زمانہ تک تاخیر میں نہ ڈالا نجب دعوتک ونتبع الرسل اسوقت ہم تیری دعوت قبول کرتے اور تیرے پیغامبروں کی پیروی کرتے امام نے فرمایا وہ جنگ میں ظہور آل محمد تک کی تاخیر چاہتے تھے مجلسی علیہ الرحمۃ بحار میں نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ آخر حصہ آیت مذکورہ کا نجب دعوتک ونتبع الرسل قرآن شریف میں آیہ سابقہ کے ساتھ نہیں بلکہ سورۂ نساء کی آیت ہے اور بعد کا سورۂ ابراہیم کی امام نے چونکہ دونوں میں اس طائفہ تارک قتال کا حال بیان کرنا مقصود تھا آخر میں اسکو وصل کردیا یا پچھلے آیہ کا ذکر تفسیر آیہ سابق کے لئے فرمایا ہے۔ مدعا یہ کہ امت ہمیشہ حکم الٰہی ومصلحت ایزدی کے خلاف اصرار واستبداد رکھتی تھی جنگ مقصود ہوتا تو مہلت مانگتے اور ظہور صاحب الامر تک اسکی میعاد مقرر کرتی۔ ترک قتال کے موقع پر جنگ وجہاد پر استبداد کرتی اور یہ دونوں کی متضاد خواہشیں دو فرزند رسول دو مدبرانہ عمل پر قول کے زمانہائے امامت میں بخوبی آشکار

ہو گئیں۔ امام حسنؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ معاویہ سے بھاری بھاری رشوتیں لیکر یا تو کھلم کھلا ہم سے جا ملے یا در پردہ نفاق پنہاں رکھکر انتظار کھینچ رہے ہیں کہ موقع پر مجھے پکڑ لیں اور اس لعین کے حوالے کر دیں تو حفاظت نفس و آبرو کے لحاظ سے اور اسلئے کہ جو چند مخلص احباب ظاہر و باطن کے جان نثار و وفا شعار ہیں شامیان شوم کے دست جفا سے قتل ہو کر ان کی نسل منقطع نہو جائے اس مردود کے ساتھ صلح کر لی تو پھر انھوں نے اعتراض کیا کہ لشکر ہائے آراستہ کے باوجود کیوں صلح کی اور یہاں تک بڑھے کہ خیمۂ اقدس پر چڑھ گئے اور اسباب البیت انکا لوٹ لیا۔ عورات کے زیورات نکال لئے خود آنحضرتؑ پر ضربتیں لگائیں۔ برخلاف اسکے سبط اصغر ابو عبداللہ الحسینؑ نے یزید فاسق بدکار کی بیعت کو عیب و عار برخلاف شرع رسول مختار جانکر اس سے قطعی انکار کیا اور بعزم بالجزم جان دینے کا ارادہ کر لیا تو جتنے اشخاص نے آپکے ساتھ ہو کر میدان کربلا میں داد جہاد دی انکی تعداد کسی پر پوشیدہ نہیں غرض صلح و سلوک میں ان سے سفر و گزر تھا نہ جنگ و جہاد میں یہ لوگ ساتھ دیتے تھے دو شہزادوں سے دو صفت جمالی و جلالی ظاہر ہوئیں مگر امت نے نہ جلالی میں حسینؑ کا ساتھ دیا نہ صفت جمالی کو ٹھنڈے دل سے قبول کیا لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

کلام امام محمد باقرؑ در صحت عمل امام حسن علیہ السلام و شکایت قوم غدار

علل الشرائع میں سدیر سے نقل ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا حضرتؑ نے سبقت کر کے فرمایا کہ اے سدیر ذرا ٹھیرو میں تمہارے سوال کا جو کرنا چاہتے ہو جواب دیتا ہوں بتحقیق کہ جملہ علوم رسول اللہؐ آنحضرتؐ کے بعد امیر المومنینؑ کے پاس آئے جسنے آنحضرتؑ کو پہچانا مومن ہوا جس نے انکار کیا کافر ہو گیا آنحضرتؑ کے بعد امام حسنؑ ہوئے سدیر نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ انھوں نے معاویہ سے بیعت کر کے اسکو خلافت دیدی۔ فرمایا خاموش رہ اے سدیر جو کچھ آنحضرتؑ نے کیا خوب کیا ایسا نہ کرتے تو عظیم مصیبت کا سامنا تھا۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اپنے اصحاب ایک سے کہا

کہ اے فلاں قریش نے ہم پہ بہت ظلم کئے اور باہم متفق ہوکر ہم پر نرغہ کیا نیز انھوں نے ہمارے دوستوں
اور شیعوں کو بیحد ایذائیں دیں گو رسول اللہ نے اپنی زندگی میں بار بار فرمایا تھا کہ ہم خلقت کے
لئے اولائے ناس ہیں مگر انھوں نے جمع ہوکر حکومت وخلافت کو اسکے بعد آپ سے نکالا اور
انصار پر حجت کی کہ ہم رسول اللہ کے پیرو ہیں اور حکومت اسلام اپنے درمیان متداول کرتے
رہے حتی کہ چوتھے درجہ پر ہماری طرف رجوع ہوئے تو انھوں نے نکث بیعت کیا اور ہم سے
لڑنے کھڑے ہوگئے اور صاحب امر امیر المومنینؑ کو ذرا آرام نہ لینے دیا حتی کہ عین نماز میں
ضربت کھا کر آنحضرت نے شہادت پائی پھر امام حسنؑ سے بیعت ہوئی اور وفائے عہد کا
اقرار کیا گیا تو اہل عراق نے آنحضرت کے ساتھ غدر کیا ان کا خیمہ لوٹ لیا ان کے پہلو میں
خنجر مارا انکی ازواج کی خلخالیں پاؤں سے نکال لیں لاچار آپ نے معاویہ سے صلح کر کے
ان نامردوں سے اپنی اور اپنے لواحق کی جانیں بچائیں اس کے بعد بیس ہزار کوفیوں نے امام
حسین سے بیعت کی لیکن اس سے پھر گئے اور آنحضرت پر خروج کیا باوجودیکہ آپ کی بیعت انکی
گردنوں میں تھی۔ حتی کہ ان کو قتل کیا اسکے بعد ہم اہلبیت برابر ذلیل وخوار انواع آلام ومصائب
میں گرفتار رہے ہماری اور ہمارے شیعوں کی جانیں محفوظ نہ تھیں پیوستہ مبتلا رخوف وخشیۃ تھے
قتل کئے جاتے۔ دشمن دروغگو اپنی دشمنی دروغگوئی کو ذریعہ تقرب حکام جور بناتے
ہر شہر وقریہ میں قاضیوں عاملوں تک پہنچتے اور احادیث موضوعہ ان کے آگے پیش کرتے
اور ہماری طرف وہ باتیں نقل کرتے جن کو ہم نے کبھی روایت نہیں کیا اور ان افعال کی
ہم پر تہمت لگاتے جو ہرگز عمل میں نہیں لائے۔ تاکہ لوگ ہمارے دشمن ہو جائیں۔

امام حسن کی وفات کے بعد معاویہ نے زیادہ زور دیا۔ ہر مقام پر ہمارے دوست
ہوا خواہ قتل ہوتے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لئے جاتے۔ جس کی نسبت کہا جاتا کہ ہمارا محب
اور ہم پر منقطع ہے اسکو قید کرتے۔ مال واسباب لوٹ لیتے۔ گھر منہدم کر ڈالتے عبید اللہ
بن زیاد قاتل حسین کے زمانہ تک یہ بلا بڑھتی گئی۔ اسکے بعد حجاج ان پر مسلط ہوا
اس نے اور زیادہ آفت برپا کی ادنی ظن وتہمت پر پکڑتا قتل کرتا۔ حتی کہ جس شخص
کی نسبت زندیق کافر کہتے اس سے اچھا تھا کہ شیعہ دوست علی کہا جائے تا آنکہ یہاں تک

نوبت پہنچی کہ جن لوگوں کا بھلائی سے ذکر کیا جاتا اور ممکن تھا کہ واقع میں پرہیزگار راست گفتار بھی ہوں ہی وہ عجیب غریب حدیثیں گزشتہ سلاطین جور کی مدح و منقبت میں روایت کرنے لگے ہر چند کہ وہ حدیثیں قطعی جعلی تھیں مگر یہ لوگ بہت سی ایسی زبانوں سے انکو سنتے جو معروف بکذب نتھے بلکہ پرہیزگار گنے جاتے تھے لاجرم ان کی حقیت کا اذعان کر لیتے اور بے کھٹکے ان کی روایت کرتے اس لئے جھوٹی حدیثوں کی گرم بازاری ہو گئی فوا اسفاہ

مکالمات و محاجات آنحضرت با اعدا دین معاویہ و عمرو عاص و اشباہہما علیہم لعنۃ اللہ تعالےٰ

ملا سعد الدین تفتازانی کتاب مطول کی بحث استعارہ میں نقل کرتے ہیں کہ معاویہ بیمار تھا حسن مجتبیٰ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ کو دور سے آتے دیکھ کر باوجود شدت مرض و ضعف و نقاہت اٹھ بیٹھا اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

وتجلدی للشامتین اریہم ۔ انی لریب الدھر لا اتضعضع

یعنی میں اپنی شماتت کرنے والوں کو اپنی جلادت اور بہادری اسلئے دکھلاتا ہوں کہ جان لیں کہ حوادث و مصائب زمانہ مجھکو ستا نہیں کر سکتے اس اثنا میں حضرت قریب پہنچ گئے اور بگوش خود اسکی زبان سے اسکو سماعت فرمایا تو بلا تردد و تامل یہ دوسرا شعر اسی قصیدہ کا قرات فرمایا ؎

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا ۔ الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب موت اپنے ناخن کسی کے جسم میں گاڑ دیتی ہے تو تو دیکھتا ہے کہ کوئی تمیمہ (تعویذ یا مہرہ کہ رفع نظر بد کے لئے باندھتے ہیں) نفع نہیں دیتا۔

سالہا سال فکر و غور کریں تب بھی بیت مذکورۂ بالا کے مقابلہ میں اس جواب سے بہتر نہیں ہو سکتا خاصکر جبکہ جوابی شعر اسی قصیدہ کا ہو۔ الحق یہ جواب آنحضرت کا قریب باعجاز پہنچا تھا

جلادت جنان و طلاقت لسان آنجناب در زعم اعداء فوی الاذناب

احتجاج طبرسی میں شعبی و ابو مخنف لوط بن یحیےٰ و یزید بن ابی حبیب مصری سے روایت کی ہے کہ

یہ روایت قدرے اختصار کے ساتھ کتاب ثمرۃ الاوراق مصنفہ تقی الدین بن ابی بکر المعروف بابن حجۃ الحموی الحنفی میں بھی کہ بر حاشیہ مستطرف مطبوعہ مصر چھپی ہے درج ہے ۱۲ منہ

کہ اُنھوں نے کہا کہ اسلام میں کوئی مناظرے و مشاجرے کا دن اس روز سے بڑھ کر نہ دیکھنے میں نہیں آیا جبکہ معاویہ کے پاس عمرعاص ۔ عمر بن عثمان ۔ عتبہ بن ابی سفیان و ولید بن عتبہ بن ابی معیط و مغیرہ بن شعبہ جمع ہوئے اور عمرعاص نے اس سے کہا اسوقت حسنؑ بن علی کو بلوانا چاہئے کہ وہ اپنے باپ کے بعد مطاع خلائق بنے ہوئے ہیں ۔ لوگ آپکے احکام کی تعمیل اور اقوال کی تصدیق کرتے ہیں اس لئے ان کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا ہے غرض یہ شہر لیس شان آنحضرت پر یکدل و یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ آج آنحضرت کو (معاذ اللہ) ذلیل و خوار کر دیجئے ، ان کے باپ کی مذمت کریں گے اور انکی قدر دلوں سے گھٹائیں گے اور اس میں مشغول رہیں گے جبتک کہ تیری تصدیق نہ کر لیں ۔ معاویہ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ حسنؑ تمہاری گردنوں میں ایسے قلادے نہ ڈالدیں کہ اُن کے عیب و عار مرتے دم تک تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں ۔ قسم خدا کی میں انکو دیکھتا ہوں تو انکا رعب مجھ پر چھا جاتا ہے اور کوئی کلمہ اُنکے خلاف شان منہ سے نکلنے نہیں پاتا اس وقت بھی میرے سامنے تمہاری گفتگو ہوگی تو رعایت انصاف کے سوا مجھکو کوئی چارہ نہ ہوگا ۔ عمرعاص نے کہا اے امیر کیا تمکو خوف ہے کہ اُن کا باطل ہمارے حق پر غالب آئے یا ان کا مرض ہماری صحت کو دبائے کہا نہیں عمرؔ نے کہا تو پھر کسی کو بھیجکر کیوں انکو بلوا نہیں لیتے ۔ عتبہ اسکے بھائی نے کہا قسم خدا کی میں خوب جانتا ہوں کہ حسنؑ اس خاندان سے ہیں جو معروف بہ خصومت و جدال ہے میں تو اس رائے سے موافقت نہیں کرتا اسکے برخلاف ہوں مگر معاویہ نے عمرعاص کے اصرار پر آدمی بھیج ہی دیا ۔ پیامبر نے معاویہ کا پیام طلب پہنچایا تو آپنے پوچھا کون کون اسکے پاس ہیں کہا فلاں و فلاں فرمایا اس طلبی سے انکا کیا مدعا ہو سکتا ہے قاتلہم اللہ وخر علیہم السقف واتاھم العذاب من حیث لا یشعرون خدا ان کو ہلاک کرے اور سقف خانہ کو اُن کے اوپر گرا دے اور ایک دم سے عذاب خدا ان پر نازل ہو جس کا انکو شعور بھی نہو ۔ یہ کہکر کنیز کو حکم دیا کہ پارچہ جات پوشیدنی حاضر کرے اور دست دعا بجانب درگاہ کبریا بلند کر کے فرمایا اللھم انی ادرء بک فی نحورھم واعوذ بک من شرورھم واستعین بک علیہم فاکفنیہم بما شئت وانی شئت من حولک وقوتک یا ارحم الراحمین خداوندا میں تیری مدد سے ان کے سینوں میں

مانتا اور انکی بدیوں کو اپنے سے دور کرتا اور ان کی شرارتوں سے تیری طرف پناہ گزین ہوتا ہوں اور ان پر غلبہ پانے کے لئے تجھ سے امداد کا خواستگار ہوں۔ پس کافی ہو تو ان کو مجھ سے جس شئے سے کہ چاہے اور جہاں چاہے اپنی حول اور قوت سے لے زیادہ رحم کرنے والے رحم کرنے والوں کے اور پیامبر سے فرمایا یہ کلمات فرج وکشائش ہیں انہیں یاد کرے۔

گفتگوئے آنجناب با معاویہ غاویہ

معاویہ کے پاس پہنچے تو اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سلام کر کے مصافحہ کو ہاتھ بڑھائے پھر بولا ان لوگوں نے میری مرضی کے بغیر تجھکو بلوایا ہے یہ تقریر کریں گے کہ عثمان مظلوم قتل ہوا۔ اور تمہارے باپ علی ابن ابیطالب نے اسکو شہید کرایا تم ان کا کلام سنکر شافی جواب دو اور ھلاً میرا پاس ولحاظ نکرو۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ تیرا مکان اور تیرا اختیار ہے جسے چاہے بولنے بات کرنے کی اجازت دے جسے چاہے نہ دے قسم خدا کی اگر یہ لوگ تیری رضامندی سے بیہودہ کہیں گے تو تو خود فحش و بدکلامی کا شائق ہے ورنہ تیرے ضعف و عجز پر ہزار افسوس مجھکو پہلے سے ان کی غرض و غایت معلوم ہوتی تو اتنی کی تعداد میں بنی ہاشم اپنے ساتھ لیتا آتا۔ اب انشاء اللہ مجھ تنہا کی انکے اوپر دہ ہیبت ہوگی۔ جو ان جماعت کی میرے اوپر ہوگی۔ تحقیق کہ حقتعالے اللہ قت اور آج کے بعد یکساں میرا ولی اور مددگار ہے۔ ہاں جو کچھ ان کو کہنا ہو کہیں۔ میں سنوں ولاحول ولا قوة الا باللہ

عمر بن عثمان کی بیہودگی

سب سے پہلے عمر بن عثمان نے کہا ایسا دن میرے دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہ آیا تھا کہ بنی عبدالمطلب خلیفہ عثمان بن عفان اپنے ہمشیرہ زادے کے قتل کے بعد جو اسلام میں صاحب فخر و فضیلت تھا اور رسول اللہ کے نزدیک قرب و منزلت رکھتا تھا۔ روئے زمین پر باقی رہیں گے کیا کرامت خدا کا یہ ہی مقتضی تھا کہ بروئے حسد و عداوت اور فتنہ

انگیزی کے لئے اور اس امر کی طلب میں جس کی وہ اہلیت نہیں رکھتے باوصف ان سوابق و منازل و مراتب کے جو
رسول کے نزدیک اس کو حاصل تھے وہ یوں بید مرگ قتل کر دیا جائے ہائے افسوس حسن بن دیگر ا
المطلب قاتلان عثمان کے زندہ و سلامت رہیں مناکب زمین پر چلیں اور پھریں اور عثمان اپنے خون میں غلطاں
ہو کر جاں بحق ہو جائے اسکے سوائے ہاشمیوں بنی امیہ کے تمہارے ذمہ انیس خون اور ہیں جو یونہی بدر رہ تمہارے
سے گئے

عمرو عاص کی بکواس

اس نے حمد خدا کے بعد کہا اے پسر ابو تراب تجھے اس لئے تمکو یہاں بلوایا ہے کہ تقریر کریں کہ تمہارے باپ نے
ابوبکر کو زہر دیا، عمر فاروق کے قتل میں شریک ہوئے، عثمان کو بکمال مظلومیت مروا ڈالا۔ جس امر کے وہ مستحق
اسکا دعوے کر کے آپس میں لوث ہوئے پھر فتنہ و فساد ہائی دوران خلافت امیر المومنین علیہ السلام کا ذکر کر کے انکی
بابت عیب نکالے۔ بعد ازاں کہا اے اولاد عبد المطلب خدا تمکو حکومت و بادشاہی نہ دے تاکہ تم مرتکب ممنوعات و محر
ہو اور اے حسن تم نے خیال خام پکایا تھا کہ امیر المومنین بن جاؤ گے۔ حالانکہ تمکو اس کے لائق فہم و فراست نہیں اور جو تھی
بھی وہ بھی سلب ہو گئی اور تم قریش میں احمق و بے شعور گنے جاتے ہو یہ تمہاری اور تمہارے باپ کی بداعمالیوں کی سزا
ہے تمکو یہاں محض اس غرض سے طلب کیا ہے کہ تمہاری اور تمہارے باپ کی مذمت کریں اور تم ہماری عیب جوئی
اور ہماری تکذیب نہیں کر سکتے ہو۔ اگر تمہارے نزدیک ہمنے جھوٹ کہا، تہمت لگائی اور خلاف واقع باتیں بنائیں ہیں
تو اٹھو اور انکی تردید کرو۔ ورنہ جان لو کہ تم اور تمہارے باپ بدترین خلائق ہو۔ باپ کی تو خدا نے ہم سے
کفایت کی۔ تم ہمارے ہاتھوں میں اور ہمارے اختیار میں ہو قسم خدا کی تمہیں قتل کریں گے تو خدا کے نزدیک ہم
ہرگز گنہگار نہوں گے؛

عتبہ بن ابی سفیان کی ہرزہ درائی

پس عتبہ الخناس نے چلی بات جو کبھی یہ تھی کہ اے حسن تمہارے باپ قریش میں بدترین قریش سمجھے جاتے تھے
انھوں نے قطع رحم کیا ان کو قتل کرتے رہے۔ وہی عثمان کے بھی قاتل ہیں اس کا قصاص بموجب کتاب خدا
سے لینا چاہیئے ہم البتہ تمکو اس جرم میں قتل کریں گے۔ تمہارے باپ کو تو خدا نے قتل کیا اس بہانہ نے ہم سے

یہ ہم کفایت کی۔ لیکن تمہارا خلافت کی آرزو کرنا سو ہرگز تم اسکے اہل اور لائق نہیں ہو۔

ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی شیخی ہرزہ خانی

پس ولید فاسق اٹھا اور اپنے یاران طریقت کی طرح کی باتیں کیں بولا   اے بنی ہاشم تم نے سب سے پہلے عثمان کے حق میں سوشک دوانی کی اسکی عیب جوئی کرتے اور لوگوں کو ہیر اکسانتے رہے حتی کہ اسکو قتل کرایا۔ اس سے تم نے اس امت کو ہلاک کیا اور صرف ملک و بادشاہی کی ہوس اور دنیائے دنی کی طلب و محبت میں ہمیشہ ہمیشہ کو قطع رحم کے مرتکب ہوئے کیونکہ عثمان تمہارا خال اور اچھا خال اور تمہارا داماد اور اچھا داماد تھا مگر تم نے اول سے اس پر حسد کرنا شروع کیا اور برابر طعن کرتے رہے حتی کہ تمہارے ہاتھوں سے مظلوم مارا گیا۔ پس دیکھ لیا تم نے کہ خدا نے اس کے صلے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔

مغیرہ بن شعبہ کا ہذیان

یہ احمق ملعون پرلے سرے کا دشمن خدا و رسول تھا اسکا تمام کلام مذمت امیرالمومنین علیہ السلام سے لبریز تھا اس نے کہا اے حسن عثمان مظلوم مارا گیا تمہارے باپ نے تو بے لاگ بری الذمہ لوگوں کی طرح اس واقعہ میں معذرت کی اور نہ گناہ کرنے والوں کی مانند معذرت خواہ ہوئے۔ ان کا قاتلان عثمان کو پناہ دیکر اپنے جرگہ میں شامل رکھنا اور ان کی حفظ و حمایت میں لگے رہنا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آپکی اس حرکت پر رضامند تھے قسم خدا کی انکی تلوار لمبی اور زبان دراز تھی۔ زندوں کو قتل کرتے اور مردوں میں عیب نکالتے تھے۔ بنی امیہ بنی ہاشم کے حق میں اس سے بہتر ہیں جتنا کہ بنی ہاشم ان کے حق میں ہیں اور اے حسن معاویہ تمہارے لئے اس سے خوشتر ہے جتنے کہ تم اسکے واسطے ہو۔ تمہارے باپ رسول اللہ کی حیات میں ان کے معاند رہے اور ان کے مارڈالنے کے منصوبے سوچتے رہے تاآنکہ وہ حضرت اس سے آگاہ ہو گئے تھے اس کے بعد انھوں نے ابوبکر کی بیعت سے کراہت کی یہاں تک کہ اسکو زہر دلوا دیا۔ پھر عمر سے ان کی نزاع و تکرار رہی چاہتے تھے کہ گلوار سے اسکا گلا کاٹ ڈالیں یہ نہ ہوسکا تو سازش کر کے اسکو مروا دیا۔ بعد ازاں عثمان میں عیب نکالتے رہے تاآنکہ اسکو قتل کرواکر چھوڑا پس علی ان سب کے خون میں شریک ہیں ان کا خدا کے نزدیک کوئی مرتبہ نہیں۔ خدا نے اپنی کتاب منزل میں اولیاء مقتول کے لئے سلطان و غلبہ مقرر کیا ہے۔ معاویہ عثمان کے خون ناحق کا ولی و خونخواہ

اگر ہم اسکے خون کے بدلے تمکو اور تمہارے بھائی حسینؑ کو قتل کریں تو یہ حق و صدق ہے۔ بتحقیق کہ علی کا اسکے مقابلہ میں قتل ہوجانا کسی حساب میں نہیں ہے اولاد عبدالمطلب خدا تمہارے لئے نبوت اور بادشاہی کو کبھی جمع نہ کرے گا۔

خطبہ امام حسن مجتبیٰ بجواب فرقہ گمراہ

یہ گروہ اشرار اپنی اپنی بولیاں بول چکا تو ابو محمد حسن بن علی اللہ کی انا صح اُٹھے اور حمد و ثنائے الٰہی و درود بر رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وآلہ کے بعد فرمایا ایہاالناس میری بات سنو اور اپنا فہم و فراست ذرا مجھکو عاریت دو۔ اے معاویہ میں پہلے تجھی سے ابتدا کرتا ہوں قسم خدا کی اے ازرق لعین، ان لوگوں نے جو مجھے بدی سے یاد کیا اور جتنی سب و شتم کی یہ انھوں نے نہیں کیا تو نے براہ بغی و عداوت و کجی عقل و زیادتی حسد اور رسول اللہ کے ساتھ اپنے قدیم بغض و کینہ کے سبب مجھکو برا کہا اور سب و شتم کیا۔ اس وقت یہ لوگ مسجد رسول میں ہوتے اور جماعت مہاجرین ہمارے گرد و پیش ہوتے۔ تو جو کلمات انھوں نے تیرے سامنے اور تیری پشت گرمی سے زبان سے نکالے کبھی نہ نکال سکتے۔ پھر فرمایا لوگوں! جو بات میں کہوں حق ہو تو اسے مانو باطل ہو تو رد کرو۔ میں معاویہ کے فضائل ذکر ن سے بہت تھوڑا بیان کروں گا۔ تمکو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ شخص جس کی تم سب نے مذمت کی آیا دو قبلوں کا نماز گذار رہا ہے۔ جبکہ اے معاویہ تو کفر و ضلالت میں پھنسا لات و عزیٰ کی پرستش کرتا تھا اور آیا انھوں نے دو بیعت (بیعت رضوان و بیعت بعد فتح مکہ) نہیں کی جبکہ معاویہ پہلی کے وقت کافر تھا دوسری کا ناکث ہوا۔ وہ روز بدستے ملاقی ہوئے جبکہ علم رسول اللہ آپ کے ہاتھ میں تھا اور تو اے معاویہ علم مشرکین کے سایہ میں تھا اور خدا و رسول کے ساتھ جنگ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ بعد ازاں بروز احد ان کو دیکھا حالانکہ تو نشان کفر کے تلے تھا اور وہ حضرت حامل لوائے اسلام تھے۔ علیٰ ہذا روز احزاب تمہارے باہم ملاقات ہوئی تو تو حامی کفر و شرک و علمدار مسلمین تھے ان تمام مواقع میں حق تعالے نے انکی نصرت فرمائی احسان کا درجہ پایہ تحریت کو پہنچایا اور رسول اللہ نے ان کی جد و جہد کی داد دی اور ان سے راضی اور خوشنود ہوئے پھر تمکو قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا جانتے ہو کہ رسول اللہ نے بنی قریظہ و بنی نظیر کا محاصرہ کیا اس کے بعد ایک اور غزوہ پیش آیا یعنی غزوہ خیبر جس میں عمر خطاب کو علم لشکر دیکر بھیجا علم انصار سعد معاذ کے ہاتھ میں تھا۔ سعد مجروح اور زخمی ہو کر لائے گئے مگر عمر

وحشت غالب آئی اور بغیر جنگ کے انھوں نے فرار کیا مات میں لشکر کو جبن و بزدلی کا الزام دیتے آتے تھے اور لشکر نے الزام ان کو دیتا تھا اس وقت رسول اللہ نے فرمایا لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرارا غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ ہر قبیلہ کل میں علم اس مرد کو دونگا جو اللہ اور رسول کو دوست رکھے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھیں کرار (حملہ آور) ہو گا بھاگنے والا نہ ہو گا۔ واپس نہ ہو گا جبتک اللہ تعالے اس لڑائی کو اس کے ہاتھوں پر فتح نہ کرے گا۔ ابوبکر و عمر اور دیگر مہاجرین و انصار نے اپنے تئیں اس روز کے علم دار ہی سمجھا کیونکہ علی کی آنکھیں آشوب شدت سے دکھتی تھیں مگر رسول خدا نے انہی کو بلایا اور لعاب دہن مبارک اپنا انکی آنکھوں میں لگایا۔ ببرکت اسکے مرض آشوب چشم سے شفا پائے پس علم لشکر ان کو دیا وہ گئے اور فضل خدا سے اس غزوہ کو فتح کر کے واپس آئے تو اس وقت لے معاویہ کیا میں دشمن خدا و رسول تھا پس ایک دشمن خدا و رسول انکی برابری کیونکر ہو سکتا ہے جو ہر موقعہ پر خدمات خالص اسلام کی پیش کرے۔ پھر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو جو مسلمان ہوا تو دل سے نہیں ہوا۔ تیری زبان نے انکے خلاف تکلم کیا جو تیرے دل میں مکمن تھا لے جماعت حاضرین تمکو حلف دے کر پوچھتا ہوں راست کہنا آیا تم جانتے ہو کہ رسول خدا جنگ تبوک کو چلے تو بغیر کسی کراہت و ناخوشی کے علی کو مدینہ میں اپنا جانشین کیا۔ مگر منافق ان میں کلام کرنے لگے حضرت نے عرض کی یا رسول اللہ میں کسی غزوہ میں حضور سے جدا نہیں ہوا اس میں کیوں مجھے چھوڑے جاتے ہیں۔ فرمایا اے علی تم میرے وصی اور خلیفہ میرے اہل بیت میں ہو انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ تمکو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ایہا الناس جو مجھے محبت کی اُس نے خدا سے محبت کی جو علی کے ساتھ محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ علی ہذا میری اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے اور علی کی اطاعت بالکل میری اطاعت ہے۔

اور آیا تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت نے حجۃ الوداع میں کہا لوگوں میں تمہارے درمیان دو شئے عظیم چھوڑتا ہوں وہ کتاب خدا اور میرے اہل بیت ہیں پس حلال خدا کو حلال جانو اور اسکے حرام کو حرام محکمات قرآن پر عمل کرو اُس کے متشابہ پر ایمان رکھو اور کہو جو کچھ کتاب اللہ میں نازل ہوا ہم اسکے اوپر اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں اور میری عترت اور میرے اہل بیت سے محبت کرو اُن کے دوست کے دوست رہو، دشمن کے دشمن اور جان لو کہ یہ دو تمہارے درمیان رہیں گی تا اینکہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ پس ازاں علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ خداوندا دوست رکھ اسکو جو علی کو دوست رکھے اور دشمنی کر اُس سے جو علی سے دشمنی کرے۔

خداوند علی کے دشمن کو زمین پر پھرنے اور آسمان پر صعود کرنے کی مہلت نہ دے اور اسکو داخل جہنم میں پہنچادے
اے جماعت حاضرین میں پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا اے علی تم میرے حوض سے لوگوں کو اس طرح
دور کروگے جیسے کہ اپنے اونٹوں کے درمیان سے شتران اجنبی کو دور کرتے ہیں اور کیا تم نہیں جانتے کہ علی مرض
الموت رسول اللہ میں آنحضرت کی خدمت میں آئے تو آپ انکو دیکھ کر رونے لگے علی نے عرض کی یا رسول اللہ
اس گریہ کا کیا سبب ہے۔ فرمایا اسکا سبب یہ ہے کہ تمہاری طرف سے اس امت کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے
ہیں جنکو وہ میرے بعد ظاہر کریں گے

پھر فرمایا انشدکم باللہ آیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی اہل بیت
کو جمع کرکے فرمایا اللھم ھولاء اھل بیتی و عترتی اللھم وال من والاھم وانصرھم علی من عاداھم خداوندا یہ میرے
اہل بیت و عترت ہیں دوست رکھ انکو جو انکو دوست رکھے اور نصرت کر انکی ان کے دشمن پر نیز آنحضرت نے فرمایا میرے
اہل بیت کی مثال سفینہ نوح کی مانند ہے جو اس میں داخل ہو انجات پائی جس نے اس سے تخلف کیا غرق ہوا نیز تم سے
خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ کے زمانہ حیات میں ان کے اصحاب نیز قبیلہ بنی ہاشم نے علی کو مولی کہکر سلام
نہیں کیا۔ اور کیا تم جانتے نہیں کہ اصحاب رسول اللہ میں سب سے پہلے علی ہیں جنھوں نے خواہشات نفسانی کو اپنے اوپر
حرام کیا تو حق تعالے نے اپنے رسول پر یہ آیہ نازل کی یاایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا
تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اے ایمان والو وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالے نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اپنے اوپر
حرام نہ کرو اور تھے وہ حضرت کہ ان کے پاس علم منایا و قضایا تھا اور صاحب خطاب خاص و علم راسخ کے اور نزول قرآن
سے خبر دار وہ واقف تھے دوسرا نہ تھا اور وہ ان دس اشخاص سے تھے جن کے مومن ہونیکی اللہ نے خبر دی تھی حالانکہ
تم بھی قریبا اس تعداد میں ہو جو رسول خدا کے زبان پر ملعون ہوچکے ہو پس شہادت دیتا ہوں کہ تم ملعون ان
خدا ہو اس کے نبی کی زبان سے اور آیا تمکو معلوم ہے کہ اے معاویہ رسول اللہ نے تجھکو بلوایا تاکہ بنی خزیمہ کو خط
لکھوائیں جبکہ خالد ولید نے انکو ستایا اور ایذا دی تھی پیامبر نے واپس آکر جواب دیا کہ کھانا کھاتا ہے حتی کہ تین مرتبہ
تیرے پاس آدمی گیا اور یہی جواب دیا ہوا بالکل اسوقت آپ نے فرمایا اللھم لا تشبع بطنہ خداوندا اس کو شکم
سیر نہ کرنا قسم خدا کی تیرا پیٹ قیامت تک کبھی نہ بھرے گا۔ پھر فرمایا انشدک باللہ تمکو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں
آیا تم جانتے ہو کہ میں راست کہتا ہوں اے معاویہ تیرا باپ بروز احزاب شتر سرخ مو پر چڑھا آتا تھا تو اسکو پیچھے
سے ہانکتا تھا اور تیرا یہ بھائی جو یہاں موجود ہے اسکی مہار پکڑ کر آگے سے کھینچتا تھا پس رسول اللہ نے شتر سوار

کو اور اس کے ہکانے والے اور کھینچنے والے کو دیکھ کر کہا لعن اللہ الراکب والسائق والقائد یعنی تم تینوں پر لعنت کی
پھر فرمایا اے معشر حاضرین کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت رسول خدا نے سات مقام پر ابوسفیان کو لعنت کی ہے۔ پہلی مرتبہ جبکہ
وہ حضرت مکہ سے مدینہ کو جا رہے تھے، ابوسفیان شام سے آتا ہوا انکو ملا اور سب و شتم کرنے اور دھمکانے لگا اور آنحضرت
کو مقہور کرنا اور ان پر غلبہ پانا چاہتا تھا اللہ تعالےٰ نے اسکی شرارت کو اپنے رسول سے دفع کیا۔ دوسرے روز عیر کہ ابوسفیان
قافلہ سوداگران کو رسول اللہ کے ہاتھ سے بچالیگا۔ تیسرے روز احد جبکہ آنحضرت نے فرمایا اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم
اور ابوسفیان نے کہا تھا لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم عزیٰ (نام بت) ہمارا ہے تمہارا نہیں آپ نے جواب دیا کہ خدا ہمارا
مولیٰ ہے تمہارا نہیں۔ پس لعنت کی اسپر اللہ نے اور اسکے فرشتوں اور نبیوں نے۔ چوتھے روز حنین جبکہ ابوسفیان
جماعت قریش و ہوازن کے ساتھ اور عینیہ غطفان و یہود کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقابلہ میں آئے اللہ نے
ان کے غیظ و غضب کو رسول سے دفع کیا اور کچھ فائدہ انکو نہوا۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے دو سورۂ قرآنی میں یہ کیفیت
بیان کی اور دونوں میں ابوسفیان اور اسکے اصحاب کو بلفظ کفار یاد کیا۔ یہ بیٹا معاویہ تو اس وقت مکہ میں اپنے باپ کے
مذہب پر مشرک تھا اور علی علیہ السلام رسول خدا کے ہمراہ دین اسلام پر تھے۔ پانچویں حق تعالےٰ کا ارشاد ہے
والھدی معکوفا ان یبلغ محلہٗ یعنی قربانی حرم کہ میں اسکے محل و مقام پر پہنچنے سے روک لی گئی اسکے روکنے والے تو اور
تیرا باپ اور دیگر مشرکین قریش تھے پس خدا نے اسپر لعنت کی جو قیامت تک اس کی اولاد و احفاد کو شامل رہے گی
چھٹے یوم الاحزاب جس روز ابوسفیان نے جماعت قریش کو اور عینیہ بن حصین بن بدر نے قبیلہ غطفان کو ہمراہ
لیکر رسول اللہ پر چڑھائی کی تو آنحضرت نے اسکے پیشروں و اتباع و اشیاع پر تا قیام قیامت لعنت کی کسی نے
عرض کیا کیا انکے اتباع میں کوئی مومن مسلمان نہ تھا فرمایا ان میں جو مومن ہو لعنت سے محفوظ رہے گا مگر پیشروں
میں کوئی ایسا نہ تھا کہ قبول حق کرکے صاحب ایمان و نجات پانے والا ہو۔

ساتویں روز ثنیہ یعنی روز عقبہ جبکہ بارہ اشخاص نے رسول پر حملہ کیا سات ان میں بنی امیہ تھے اور پانچ باقی
قریش سے۔ پس خدا اور رسول نے عقبہ والوں پر باستثنائے رسول اللہ اور ان کے قائد اور سائق کے لعنت
فرمائی اور اے مجمع حاضرین مجلس تمہے اس واقعہ کی بابت دریافت کیا کہ عثمان خلیفہ ہوا تو ابوسفیان مسجد رسول اللہ
میں اس کے پاس آیا اور کہا برادرزادے کوئی یہاں دیکھنے والا سننے والا تو نہیں (اسوقت ابوسفیان نابینا
تھا) کہا نہیں تو بولا اے جوانان بنی امیہ خلافت کو شوق سے دست بدست پھراؤ قسم ہے اس معبود کی کہ ابو
سفیان کی جان اسکے قبضہ قدرت میں ہے نہ کوئی جنت ہے نہ جہنم میں تمسے پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ زمانہ

خلافت عثمان میں ابوسفیان حسینؑ بن علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر جنت البقیع میں لیگیا اور مقابر کے درمیان کھڑے ہو کر
باآواز بلند چلایا اے ان قبروں میں سونے والو جس سلطنت و بادشاہی پر تم ہمارے ساتھ لڑتے جھگڑتے تھ
تھے وہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے حال آنکہ تم مٹی کے تلے دبے پڑے ہو حسین علیہ السلام نے کہا خدا زشت کرے
تیرے منہ کو اور قبیح ہو تیرا بوڑھاپا۔ پھر جھٹک کے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اسے چھوڑ کر چلے آئے۔ نعمان بن بشیر اس
کا ہاتھ پکڑ کر مدینہ میں نہ لاتا تو البتہ ہلاک ہو جاتا اے معاویہ بتلا کہ کیا تو ان باتوں سے ایک کا بھی
انکار کر سکتا ہے اور تیری ملعونیت یہ ہے کہ تیرا باپ مسلمان ہونا چاہتا تھا تو نے اسے کچھ اشعار لکھ بھیجے جو قریش
میں معروف و مشہور ہیں ان میں تو نے اسکو اسلام لانے سے منع کیا تھا اور تیرے دوایم عیوب یہ ہے کہ عمر خطاب
نے تجھے شام کی حکومت دی تو تو نے اسمیں خیانت کی اور عثمان نے تجھے اسپر بحال رکھا تو اس کے مرنے کا
انتظار کھینچنے لگا سب سے بڑی بات تیرا خدا اور رسولؐ پر جرات کرنا یعنی علی علیہ السلام سے بجنگ وجدال پیش
آنا ہے حال آنکہ انکا علم و فضل اور اُن کے سوابق حقوق جو خلافت پر ہیں تجھ سے پوشیدہ نہیں تو خوب
جانتا ہے کہ وہ حضرت تجھ سے اور اوروں سے خدا اور خلق کے نزدیک افضل و اولےٰ ہیں۔ کسی طرح کی
کمی نہیں سکتے الا تو نے براہ دغابازی و جعلسازی خلقت کو دھوکہ دیا تجھکو معاد کا مطلق خوف نہیں
اور عذاب آخرت سے ڈرتا نہیں نتیجہ یہ نکلا کہ وہ وفات پاکر مدارج عالیہ آخرت پر پہنچے اور تو بد سے
بدتر ہو گیا۔ اللھم اصلہ حامیا ورانلہ تیری گھات میں ہے اے معاویہ یہ چند باتیں تیرے متعلق تھیں
اور جو باتیں مینے بخوف تطویل چھوڑ دیں اس سے کہیں زیادہ ہیں

خطاب بعمرو بن عثمان

اور اے پسر عثمان تو بوجہ اپنی خرافت و حماقت کے اس قابل نہیں کہ ان امور میں دخل دے
تیری مثال اس پشہ کی ہے جس نے کھجور کے پیڑ کو کہا ذرا سنبھلے رہنا میں تجھپر بیٹھنا چاہتا ہوں درخت نے
کہا مجھکو تیرے آنے کی خبر تک ہوئی تیرا بیٹھنا مجھے کیا تکلیف دیگا اسی طرح قسم خدا کی میں نہیں جانتا
تو کسی سے عداوت کرکے اسکا کیا بگاڑ سکتا ہے کہ مجھکو اسکا فکر و اندیشہ ہو میں صرف تیری بات کا جواب
دیتا ہوں۔ تو جو علیؑ کی مذمت کرتا ہے تو ان کے حسب و نسب کی منقصت یا رسول اللہ کے ساتھ دور کا
رشتہ رکھنے یا اسلام کی خدمات میں کمی و کوتاہی کرنے یا کسی حکومت میں ظلم روا رکھنے یا دنیا پر رغبت کے

ساتھ محبت کرنے کے سبب تاحیات میں سے ایک بات بھی کچھ تو کذب بحت و دروغ محض ہوگا اور تیرا یہ کہنا کہ بنی امیہ
کے جنگ بدر میں (۱۷) کس مارے گئے ان کے خون ہمارے ذمہ ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول نے ان کو
قتل کیا ہے اور قسم خدا کی کہ بنی ہاشم سے بھی انیس مرد مارے جائیں گے اور اسکے بعد انیس کس اور ان سے قتل ہوں گے
اس کے بعد بنی امیہ سے انیس اور انیس ایک خاص موقع پر مارے جائیں گے بعد اسکے کہ لاتعد ولاتحصیٰ اُن سے مقتول
ہو چکے ہوں گے یہ تحقیق کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب اولاد وزغ درچلپاسہ کی تعداد تیس کو پہنچیگی تو مال خدا کو
اپنے درمیان متداول کریں گے اور بندگان خدا کو غلام بنائیں گے اور تین سو دس ہوں گے تو لعنت خدا ان پر واجب
ہوگی اور جب چار سو ننانوے تک پہنچیں گے تو ہلاکت ان کے لئے دانہ خرما کے منہ میں چبا لینے سے بھی سریع تر ہوگی۔
پس حضرت نے فرمایا یا رسول اللہ اسی کلام میں تھے کہ حکم بن ابی العاص وہاں آیا تو حضرت نے فرمایا اپنی آواز کو
پست کرو کہ وزغ اسکو سنتا ہے اور یہ اسوقت کا ذکر ہے جبکہ وہ حضرت اس سے پہلے انکو اور جو لوگ کہ ان کے بعد
امارت کے والی ہوں گے انکو خواب میں دیکھ چکے تھے اور اس سے کمال محزون و مغموم ہوئے تھے پس اللہ تعالے نے
اپنے کلام مجید و فرقان حمید میں لیلۃ القدر خیر من الف شہر کو نازل کیا پس شہادت دیتا ہوں اور شاہد لاتا
ہوں خدا کو اس پر کہ تمہاری حکومت اور سلطنت بعد وفات امیر المومنین علی ابن ابیطالب ہزار مہینے ہوگی جو اللہ
تعالے نے قرآن میں مقرر کردی۔

جواب عمرُ عاص بد نہاد

پھر عمرو عاص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عاص کے بیٹے تو شانی ابتر لعین ایک سگ ناپاک ہے پہلی بات
یہ ہے کہ تیری ماں ایک زانیہ عورت تھی تیری ولادت میں کئی شخص قریش سے شریک تھے ابوسفیان بن
حرب، ولید بن مغیرہ، عثمان بن حارث، نضر بن حارث، حارث بن کلدہ اور عاص بن وائل یہ سب اسمیں
شرکت رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ تو انکا نطفہ ہے۔ ان تمام پر ایک مرد غالب آیا کہ نسب میں سب سے پست اور
حسب میں تمام سے خسیس ہر ایک سے کم فاسق بدکار یعنی عاص بن وائل نے سب دعویداروں پر غلبہ پایا اور تو اسی سے
منسوب ہوا۔ نیز تیرے اس بنا ولی باپ نے کہا کہ محمد ابتر ہے لاولد مرے گا اور اسکا نام منقطع ہو جائے گا اور تو نے کہا
میں شانی محمد یعنی انکا دشمن ہوں پس آیہ شریفہ قرآن میں نازل ہوئی ان شانئک ھو الابتر کہ تو ابتر نہیں تیرا
دشمن ابتر ہوگا۔ نیز تیری ماں قبیلہ عبد القیس میں بدکاری کی طلب میں جایا کرتی تھی اُن کے گھروں میں منزل لگا ہوا ہو

وادیوں میں حاضر ہوتی تھی۔ دیگر یہ کہ جس جس موقع پر رسول اللہ کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ ہوتا تو وہاں
موجود ہوتا اور سب سے زیادہ اظہار عداوت کرتا اور آپ کی تکذیب کے درپے ہوتا اور تو ان لوگوں میں شامل
تھا جو نجاشی بادشاہ حبش کے پاس جعفر بن ابی طالب و دیگر مہاجرین کے قتل کرانے کو گئے تھے۔ ان کا مکر
و غدر انہیں کی گردنوں میں حلقہ ہوا۔ یہ جماعت خائب و خاسر پھری کافروں کی بات نیچی اور کلمہ خدا بلند ہوا
لیکن تیرا کلام عثمان کے بارے میں اے بے حیا و بے دین تو نے اسکے خلاف آگ روشن کی۔ جب وہ سلگ اٹھی تو
فلسطین کو بھاگ گیا اور وہاں بیٹھ کر انقلاب زمانے کا انتظار کھینچنے لگا تا آنکہ اسکے قتل کی خبر تجھکو ملی تو معاویہ
کے پاس گیا اور اپنا دین اور دنیا کی عوض بیچ ڈالا۔ ہم تجھکو اپنی عداوت پر ہرگز ملامت نہیں کرتے نہ اپنے
ساتھ محبت نکرنے پر عتاب کرتے ہیں۔ تو اسلام اور جاہلیت میں برابر بنی ہاشم کا بدخواہ رہا ہے۔ ستر شعروں
میں رسول اللہ کی مذمت کی جن کے جواب میں حضرت نے فرمایا خداوندا میں شعر نہیں کہتا نہ شعر گوئی کا کام
میرے مناسب ہے تو ہر شعر پر عمرو عاص کو ہزار بار لعنت کر۔ نیز اے عمرو تو نے دنیا پر دین کو اختیار کیا نجاشی کے
پاس تحفے بھیجے اور دوبارہ اسکے پاس گیا پہلے ناکامی سے باز آنے سے تجھے دوسری مرتبہ وہاں جانے سے
روکا۔ اس بار بار جانے سے تیرا ارادہ جعفرؓ اور انکے اصحاب کے قتل کرانیکا تھا اور ہر دفعہ زیان و خسران
زدہ واپس آتا جب اپنے ارادہ میں ناکام رہا تو اس ظلم کو اپنے ساتھی عمارہ بن ولید کے سپرد کیا۔

زجر و عتاب آنجناب بولید بن عقبہ لعین

اسکو فرمایا میں تجھکو علیؓ کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرت نے شراب خواری
کے جرم میں تیرے اسی تازیانے لگائے اور تیرے باپ کو جنگ بدر کے بعد اپنے ہاتھ سے کھڑا کر کے قتل کیا تو آنحضرت
کی کس منہ سے مذمت کرتا ہے قرآن میں حق تعالیٰ نے دس مقام پر تجھے فاسق اور انکو مومن کہا ہے۔ چنانچہ
فرماتا ہے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون کیا وہ شخص جو مومن ہو اسکی مثل ہو سکتا ہے جو
فاسق ہو یہ دو تو ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ نیز حق تعالیٰ کا قول ہے ان جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا ان
تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس سے
گواہ طلب کرو تاکہ جہالت سے کسی قوم پر مصیبت نہ ڈالو پس تم اپنے کئے پر ندامت اٹھاؤ گے اور تو قریش
میں داخل نہیں ایک عجمی کا فرزند اہل صفوریہ کا بیٹا ہے جس کا نام ذکوان تھا اور تیرا یہ کہنا کہ ہم نے عثمان کو قتل

تو علی پر یہ تہمت عائشہ وطلحہ و زبیر بھی نہ لگا سکے تو کیونکر لگا سکتا ہے۔ کاش تو اپنی ماں سے پوچھتا کہ تیرا باپ کون ہے اس نے ذکوان کو چھوڑ کے عقبہ بن ابی معیط سے تیرا الحاق کیوں کیا۔ اسے وہ اپنے نزدیک رفعت اور بلندی مرتبت سمجھے یا وصف اس عذاب و عار کے جو حق تعالے نے تیرے اور تیرے ماں باپ کے لئے دنیاو آخرت میں آمادہ کیا ہے اور اللہ ہندہ پر ظلم کرنے والا نہیں۔ پھر تو اے ولید قسم خدا کی بروئے ولادت اس سے بڑا ہے (یعنی عمر میں عقبہ سے زیادہ) جس سے تو اپنا نسب چسپاں کرتا ہے تو علی کی مذمت کرتا ہے حالانکہ دل میں غور کرتا تو اپنے نسب کو اپنے باپ پر مبنی رکھتا نہ کہ جس سے الصاق و الحاق کیا ہے جبکہ تیری ماں تجھ سے کہہ چکی ہے کہ تیرا باپ عقبہ کی نسبت زیادہ لئیم و خبیث ہو۔

جواب با عتاب آنحضرت لعتبہ بن ابی سفیان

اور تو اے عتبہ اتنی عقل نہیں رکھتا کہ میں تیرے ساتھ ہمکلام ہوں اور نہ اسقدر فہم و فراست تجھے ہے کہ تیری باتوں کا جواب دوں تجھے بھلائی کی امید نہ برائی کا ڈر ہے تو علی کی مذمت کرے تو مجھکو اس سے غیرت نہ آئے گی۔ کیونکہ انکے غلاموں کے غلام کی بھی برابری نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالے تیرے ماں باپ اور تیرے بھائی کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ تو اپنے ان باپ دادوں کی ذریت ہو جن کی نسبت قرآن میں ارشاد ہو۔

عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ تسقی من عین انیۃ لیس لھم طعام الا من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع (ترجمہ) مشقتیں جھیلتے ہوئے۔ تھکے ماندے بھڑکتی ہوئی آگ میں جلے جائینگے ان کو کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی پلایا جائے گا ان کو ضریع (یعنی خار دار گھاس) کے سوا کچھ کھانے کو نہ ملے گا جو فربہ کرے گا۔ نہ بھوک کو رفع کرے گا۔ اور لیکن تیرا مجھکو قتل کی دھمکی دینا۔ پس کیوں نہ قتل کیا تو نے اس مرد کو جسے اپنی منکوحہ کے ساتھ ایک بستر پر پایا۔ حالانکہ اسکی فرج پر تجھ سے غالب آیا تا آنکہ وہ بچہ جو کہ تیری نطفہ سے نہ تھا تجھ سے ملحق کیا۔ تو اگر اس سے بدلا لینے میں مصروف ہوتا تو زیادہ اولیٰ اور انسب تھا اس سے کہ مجھے قتل کی وعید کرے میں تجھے مذمت علی ابن ابیطالب میں ملامت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرت نے تیرے بھائی کو معرکہ جنگ میں قتل کیا اور تیرے ناناکے قتل میں اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کے ساتھ شریک ہوئے حتیٰ کہ حق تعالیٰ نے ان دونوں کو ان دونوں کے ہاتھوں داخل جہنم کیا اور عذاب دردناک کا مزہ چکھایا اور تیرا عمو حکم بن ابی العاص بحکم خدا و رسول جلا وطن کیا گیا اور میں اگر خلافت کی تمنا کروں تو میرا

واجبُ القتل ہے۔ لیکن تو اور تیرا آقا معاویہ بوجہ تمرد و سرکشی کے خدا سے اور بباعث خونریزی مسلمانوں کے
اور طلب کرنے اس شے کے جس کے وہ مستحق نہیں اصلاً اس سے مناسبت نہیں رکھتے اور اللہ کے ساتھ خدع و مکر
کرتے ہیں واللہ خیر الماکرین اور اللہ اچھا بدلا دینے والا ہے مکاروں کا اور تیرا یہ کہنا کہ علی علیہ السلام
قریش کے لئے شر قریش تھے۔ پس قسم خدا کی انہوں نے نہ کسی مرحوم کی حقارت کی نہ مظلوم کو قتل فرمایا۔

تردید کلام مغیرہ ابن شعبہ اعور

اس کے خطاب میں فرمایا اے مغیرہ تو خدا کا اور اس کی مقدس کتاب کا دشمن اور اسکے برگزیدہ رسول
سے لڑنے والا اور اسکا جھٹلانے والا ہے۔ وہ زنا کار ہے جس کا سنگسار کرنا واجب ہو چکا تھا۔ کیونکہ
شاہدان عادل نیکوکار و پرہیزگار نے تیرے خلاف گواہی دی مگر تیرا رجم کرنا روک لیا گیا اور حق کو باطل
سے دفع کیا گیا اور غلطی رہتی پر غالب آ گئی۔ یہ اس لئے کہ حق تعالیٰ تیرے لئے عذاب آخرت مہیا کر چکا تھا
خواری دنیا اور عذاب آخرت تیرے لئے آمادہ ہوئی ولعذاب الآخرۃ اخزیٰ اور البتہ عذاب آخرت
زیادہ خوار کرنے والا ہے اور ملعون تو نے بہترین زنان عالم فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ پر دست درازی کی کہ انکا
قتل ہوا اور اپنے خون میں تر بتر ہوئیں۔ یہ اس لئے کہ حضرت رسالت پناہ کی نہ وقعت تیرے دل میں
تھی اور آنحضرت کو ذلیل جان کر ان کا ہتک حرمت کیا اور آنحضرت کے ارشاد کی صریح مخالفت کی کیونکہ
انہوں نے بار ہا اس معصومہ کی نسبت فرمایا تھا کہ زنان جنت کی سیدہ یہ ہے اور اب اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کی
پاداش میں ضرور جہنم میں ڈالے گا اور جو باتیں تو نے اس وقت کہیں البتہ انکا وبال تجھ پر پڑے گا
تو نے علی کی مذمت کس بنا پر کی کیا اُن کے حسب نسب میں کوئی نقص دیکھا یا رسولؐ اللہ سے ان کو
بیگانہ جانا یا حمایت اسلام میں انکی جو قربانیاں تیرے نزدیک کمتر تھیں یا کسی قضیے کے فیصلہ میں انہوں نے خلاف
حکم کیا یا کسی وقت دنیا کی طرف انکا میلان تجھکو نظر آیا اور اگر تو ان میں سے ایک بات کا بھی قائل
ہوا تو کاذب و مفتری ہے لوگ ضرور تیری تکذیب کریں گے۔ تیرا گمان ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا۔
قسم خدا کی علی سب سے زیادہ اس میں پاک و پرہیزگار تھے۔ اور بالفرض انہوں نے ہی اسکو قتل کیا تو تو نے
ہی کیا کیا نہ کبھی زندگی میں اسکی نصرت کی نہ مرنے کے بعد کسی طرح کی حمایت تجھ سے ظاہر ہوئی تو ہمیشہ گھر میں بیٹھا
ہوا ابد کار حر و تو بکی گھات میں لگا رہتا ہے تاکہ اسلام کو مٹانا اور رسوم جاہلیت کا زندہ کرنا تیرا دلی مدعا

رہا ہے اس کا انجام جو کچھ ہوا سو ہوا اور تیرا بنی امیہ و بنی ہاشم کے معاملات میں دخل دینا محض معاویہ کی
خوشامد کے لئے ہے اور ریاست و حکومت پر تیری ہرزہ دراری سے خدا تیرے ہمراہیوں کا سلطنت پر ناز
کرنا سو تم سے پہلے فرعون چار سو برس مصر کا فرماں روا رہا اور موسیٰ و ہارون کہ انبیا مرسلین خدا تھے اس کے
ہاتھ سے ایذائیں جھیلتے رہے یہ ملک خدا کا ہے وہ سبحانہ ہر نیک و بد سے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اس کا
ارشاد ہے و ان ادری لعله فتنة لکم و متاع الی حین میں نہیں جانتا کہ تمہارے لئے فتنہ ہو
یا ایک مدت مقررہ تک تمتع اور برخورداری ہے نیز حق تعالےٰ فرماتا ہے فاذا اردنا ان نھلك قریة
امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنٰھا تدمیرا یعنی جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی قریہ کو ہلاک کریں تو
اس کے مغرور مالداروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ فسق و فجور میں پڑ جاتے ہیں پس قول ان پر واجب
ہو جاتا ہے اس وقت انکو ایک سر سے ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور کپڑے درست
کر کے وہاں سے رواں ہوئے۔ کہتے جاتے تھے الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات بدیاں
بدوں کے لئے ہیں اور بد برائیوں کے لئے پھر فرمایا کہ وہ یہ تو اور تیرے اصحاب ہیں والطیبات للطیبین
وہ علی ابن ابیطالب اور انکے شیعہ اصحاب ہیں اے معاویہ اپنے کئے کا مزہ چکھا اور اللہ تعالےٰ نے جو تیرے
اور ان کے لئے ذلت و خواری دنیا کی اور عذاب دردناک آخرت کا مہیا کیا ہے اسکے علاوہ ہے آپ تشریف
لے گئے تو معاویہ اپنے اصحاب سے مخاطب ہوا کہ تمنے اپنی حرکت کا وبال اٹھایا تو ولید بن عقبہ نے کہا کہ قسم خدا کی
اس میں ہم اور تو دونوں برابر ہیں تو نے خود اپنے اوپر ان کو جرات دی۔ معاویہ نے کہا میں نے تمکو کہا
تھا کہ انکو چھیڑ کر کامیاب مراد نہ ہوگے مگر تمنے میرا کہنا نہ مانا تو ویسی طور پر فضیحت و رسوا ہوئے قسم خدا
کی وہ یہاں سے نہیں اٹھے جبتک کہ گھر کو میری نظر میں تیرہ و تاریک نہیں کر لیا۔ اب اس کے بعد تم بھی
خیر و خوبی نہ پاؤ گے۔

مروان علیہ اللعن کی بے حیائی

راوی کہتا ہے کہ مروان حکم اس مجلس میں حاضر نہ تھا اسنے یہ ماجرا سنا تو وہاں آیا مجمع منتشر نہ
ہوا تھا اس نے کہا حسن یہاں تھے اور تمنے مجھے خبر نہ کی قسم خدا کی میں انکی اور ان کے باپ کی اور ان کے
گھر والوں کی وہ گت بناتا کہ لونڈی غلام اس کے آگے گایا کرتے۔ انھوں نے کہا اب بھی کچھ نہیں گیا

انکو پھر بلوا لیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مروان از بس دریدہ دہن، فحاش و بےحیا ہے کہا ضرور بلواؤ معاویہ نے پھر کسی کو حضرت کی خدمت میں بھیجا فرمایا یہ طاغی مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ قسم خدا کی اگر اب کے وہی باتیں پیش کیں تو اسکے کانوں میں وہ کلام بھر دونگا جس کا عیب و عار قیامت تک اس سے دھوئے نہیں دھلیگا غرض حضرت تشریف لائے تو مجلس اسی طرح جمی ہوئی تھی جیسے کہ چھوڑ گئے تھے بجز اس کے کہ ایک مروان کا ان میں اضافہ ہوا تھا۔ آپ آکر معاویہ و عمرو عاص کے نزدیک تخت پر بیٹھ گئے اور معاویہ سے کہا کیوں تو نے پھر مجھے بلوایا اس مکار نے کہا میں نے نہیں بلوایا مروان نے بلوایا ہے۔ مروان بولا اے حسنؑ تم مروان قریش کی عیب جوئی کرتے ہو اس سے تمہارا مدعا کیا ہے۔ قسم خدا کی میں تمہاری اور تمہارے باپ کی اور تمہارے کنبے کی وہ مذمت کروں گا جس کے ترانے غلاموں اور کنیزوں کی زبانوں پر جاری رہیں گے حضرت نے فرمایا اے مروان مجھکو ضرورت نہیں کہ تیرے کنبے کی عیب جوئی کروں حق تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کی زبان پر تجھکو اور تیرے باپ کو اور تیرے گھر والوں اور تمہاری ذریت کو تا روز قیامت لعنت کر چکا ہے تو اور جو لوگ اس موقع پر حاضر تھے اسکا انکار نہیں کر سکتے مگر یہ وعید اور اخافت تیرے لئے زیادتی طغیان کی باعث ہوئی۔ اے مروان تو اور تیری ذریت بروئے قرآن شجرہ ملعونہ ہو رسولؐ اللہ نے تمہاری بابت فرمایا ہے کلام حضرت یہاں تک پہنچا تھا کہ معاویہ نے آگے بڑھ کر دہن مبارک پر ہاتھ رکھ دیا کہ اے ابو محمد تم غلیظ الکلام و فحاش نہیں ہو اب درگزر کرو۔ اسی پر جلسہ ختم ہو گیا امام حسن علیہ السلام اس زبانی پیکار میں مظفر و منصور ہو کر وہاں سے اٹھے وہ لوگ بھی پر از غیظ و غضب محزوں و سیاہ رو مستغرق ہوئے۔

مفاخرۂ امام حسن علیہ السلام با معاویہ و مروان حکم و مغیرہ بن شعبہ و ولید بن عقبہ و عتبہ بن ابی سفیان

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایکبار امام حسنؑ معاویہ کے پاس تشریف لائے تو اشخاص متذکرۂ بالا اس کے پاس جمع تھے پس ہر ایک ان سے بنی ہاشم کے مقابلہ میں فخر اور انکو گھٹانے اور اپنا رتبہ بڑھانے لگا حضرت کو انکی باتیں ناگوار معلوم ہوئیں اور ربیت و تنگ ہوئے پس آپ نے فرمایا اے معاشر حاضرین میں ایک شاخ ہوں شاخہائے بہترین سے میرے آبا و اجداد کریم ترین عرب ہیں مجکو نزیۃ حسب و طو

تسب حاصل ہے ہم اس شجرۂ سایہ سے ہیں جس میں شاخہائے نامیہ و ثمرہائے طیبہ اُگتے ہیں اور ابد ان فائدہ اس سے حاصل ہوتے ہیں ہم اہل اسلام ہیں و نشان ہائے نبوت۔ ہماری جلالت قدر و فخامت فخر منزلت پذیر نہیں۔ وہ دریائے زخار ہیں جس کا پانی کم نہیں ہوتا اور کوہسار رفیع و شامخ ہیں جنہیں کوئی مقہور نہیں کرسکتا۔ مروان بولا حق تھے اپنی مدح میں زیادتی کی اور بڑائی کو اندازہ سے بڑھا دیا حیات ہم لوگ نامدار و عزیزان روزگار ہیں تم خوب جانتے ہو کہ ہماری برابر فخر و عزت نہیں رکھتے پھر یہ اشعار پڑھے

شفینا نفسنا طاب وقودا　　فنالت عزھا فیمن یلینا

فأبنا بالغنیمة حیث ابنا　　وابنا بالغنیمة مقترنینا

ہمارے نفوس شفایاب خوش و خرم ہیں اور اپنی ہمسروں میں پوری عزت حاصل کر چکے ہیں ہم معرکوں سے واپس ہوتے ہیں تو مال غنیمت لیکر واپس ہوتے ہیں اور بادشاہ ہوکر برابر ہو جانے کے بعد۔

بعد ازاں مغیرہ بن شعبہ نے کلام کیا کہنے لگا مجھے تمہارے باپ کو نصیحت کی انہوں نے ہمارا کہنا نہ مانا۔ قطع رحم کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اہل شام کے ساتھ شامل ہو جاتا تمہارے باپ خوب جانتے تھے کہ میں مشوروں پر دوادو ہوتا اور کوئی قیس کی تندی و تیزی اور ثقیف کی حلم و تجربہ کاری سے مدد لیتا ہوں۔ پس امام حسن نے کلام شروع کیا اور کہا اے مروان تیری گفتگو تمام تر کمزوری بزدلی و عاجزی پر مبنی ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اپنی مدح سرائی کی حالانکہ میں فرزند رسول خدا ہوں اور میں نے فخر و تکبر کیا اور میں سردار جوانان بہشت ہوں۔ وائے ہو تیرے اوپر اپنی بڑائی وہ کرتا ہے جو اپنے تئیں دور کھینچتا اور برتری دینا چاہتا ہے مگر ہم اہل بیت رحمت و معدن کرامت و برگزیدۂ زنان و خزینۂ ایمان و سنان اسلام و شمشیر دین ہیں۔ تیری ماں تیرا ماتم کرے بیہودہ باتوں سے زبان بند کر نہیں تو تجھکو مبتلائے بلا کر دوں گا اور وہ داغ عیب و عار تیرے دامن حال پر رکھوں گا کہ چھوڑائے نہ چھوٹے گا اور تیرا بادشاہ ہونکی طرح غنیمت لیکر واپس آنا۔ اس دن کہاں گیا تھا جبکہ شکست کھا کر بھاگا اور ہزیمت ہی تیری غنیمت تھی اور غدر و بیوفائی سے طلحہ کو قتل کیا۔ برا ہو تیرا کس قدر شوخ چشم ہے تجھے شرم نہیں آتی مروان پانی پانی ہوگیا۔ یہ کلمات سنکر سر جھکا لیا اور مبہوت و حیران رہ گیا۔

پس حضرت مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے اعور رکیک چشم ثقیف تو قریش سے نہیں کہ میں تیرے ساتھ مفاخرت کرنے بیٹھوں اے مردود تو مجھکو نہیں جانتا کہ میں پسر بہترین زنان سیدۃ نساء عالم ہوں رسول اللہ نے علوم الٰہیہ سے ہمکو غذا دی اور تاویل قرآن و مشکلات احکام تعلیم فرمائے میں ہمارے سامنے

ہے عزت غالب و رتبہ عالی تو اس قوم سے ہے جسکو نہ جاہلیت میں رفعت نسب حاصل تھی۔ نہ اسلام میں حظ وافر ملا۔ غلام حرزبخت کی مانند تجھکو شیرونکی جنگ آزمائی بہادروں کی لڑائی کے وقت فخر و افتخار سے کیا سروکار ہم سادات کبار و اشراف علی تبار ہیں کہ ذمار کی حمایت کرتے اور عیب و عار کو اپنی ساحت سے دور فرماتے ہیں۔ تو نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو البتہ مشورہ دیا تھا۔ مگر وصی خیر الانبیاء تیرے عجز و واقف حماقت سے واقف تھے وہ حضرت بوجہ تیری نیت فاسد و عزم کاسد کے تجھ پر رد کرنے کے زیادہ لائق تھے۔ و لم یکن متخذ المضلین عضداً وہ گمراہوں کو اپنا عضد و مددگار بنانے والے نہ تھے۔

اور تیرا یہ کہنا کہ میں جنگ صفین میں ہوتا تو بنی قیس کی حدت و تیزی اور ثقیف کی بردباری دکھلاتا ثکلتک امک (تیری ماں تیرا ماتم کرے) کس جرات و جلادت پر کیا جنگ آوری سے عجز و جبن کے اظہار پر یا میدان جنگ سے کر فرار کرنے پر۔ خدا کی قسم اگر شجاعان شیعہ و مبارزان خیار امیرالمومنین سے ایک مرد کسی کی نظر پڑ جاتا تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ کوئی شے تجھے اُنسے روکنے والی نہ تھی اور زنان نامکانت تجھپر گریہ و بکا کرتیں اور لیکن نعارت قیس سو تجھے قیس سے کیا نسبت تو ایک بندہ آبق یعنی غلام گریختہ ہے منقعف یعنی پکڑا گیا اس لئے ثقیف کہلایا تو اپنے تئیں کسی اور سے منسوب کر کیونکہ ان کے مردوں سے نہیں تو میدان جنگ میں دلاوری دکھا۔ بنی بنت سعید کے لئے دام بچھانے اور صید کے لئے گھات لگانے میں زیادہ مہارت رکھتا ہے اور لیکن حلم پس لونڈی غلاموں کے پاس حلم کیسا اور تیرا حیدر کرار کی مقابلہ کی آرزو کرنا پس تو خوب جانتا ہے کہ وہ حضرت معرکوں میں شیر باسل و خصم قاتل تھے۔ بڑے بڑے بہادر آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکے چہ جائے کہ شغالان صحرائی و حشرات الارض انکا سامنا کریں۔ لیکن تیری رحم و قرابت آپ کے ساتھ پس ہمارا معلوم ہے اور وہ ایسی ہے جیسے آبی جانوروں کو پرندوں اور پانی سنگوں سے ملکہ اس سے بھی بعید ہے۔ اس پر مغیرہ اُٹھ کر چلا حضرت نے فرمایا تم نے جو اس غلام کے خطاب میں کلمات مفاخرت سنے حاضرین مجھے معذور رکھیں۔ معاویہ نے کہا اے ابن عم وہ اے مغیرہ تجنبین کہ اولاد عبد مناف صناد ید عالم و اشراف بنی آدم ہیں کوئی انکا مقابلہ نہیں کر سکتا اور امام حسن کو قسم دی کہ خاموش رہیں حضرت خاموش ہو گئے۔

مکالمہ با ولید بن عقبہ

امالی میں ابومخنف لوط بن یحیی سے نقل ہے کہ حسن بن علی و ولید بن عقبہ کے درمیان گفتگو ہوئی امام حسن نے

کہا میں تجھکو علی ابن ابیطالب کی مذمت پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ آنحضرت نے شرابخواری کے جرم میں تیرے اسی تازیانے لگائے اور تیرے باپ عقبہ بن ابی معیط کو بامر رسول اللہ جنگ بدر میں گرفتار کر کے قتل کیا اللہ تعالےٰ نے قرآن میں ایک بار سے زیادہ تجھے فاسق کہا اور آنحضرت کو مومن سے تعبیر فرمایا۔ پھر فرمایا ؎

انزل اللہ فی کتاب علینا	فی علی وفی الولید قرانا
فتبوا الولید منزل کفر	وعلی تبوا ایمانا
لیس من کان مومنا یعبد اللہ	کمن کان فاسقا خوانا
سوف یدعی الولید بعد قلیل	وعلی الی الجزاء عیانا
فعلی هناک یجزی فی جنانا	وهناک الولید یجزی هوانا

یعنی خدائے تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید میں علی و ولید کے مقدمہ میں بہت آیات نازل کیں۔ پس ولید نے منزل کفر اختیار کی اور علی نے ایمان اختیار کیا جو شخص مومن ہو کر خدا کی عبادت کرے وہ فاسق خیانت کنندہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ عرصہ قلیل کے بعد علیؑ اور ولید ظاہر و عیاں طور پر دار الجزاء میں بلائے جائیں گے۔ پس علیؑ کو اسوقت جنت بدلے میں ملیگی اور ولید عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔

امام حسن اور زیاد بن ابیہ

ابو الحسن مدائنی نے روایت کی ہے کہ زیاد نے اصحاب امام حسن سے ایک مرد کو جسکا نام امان نامہ میں تھا بہ نیت فاسد طلب کیا۔ امام علیہ السلام نے اسکو لکھا یہ خط ہے حسن ابن علی کی طرف سے زیاد کو۔

اما بعد میں نے اپنے جن اصحاب کے لئے امان لیچکا ہوں انکا حال تجھکو معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو ان میں سے فلاں شخص سے معترض ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے بھلائی سے پیش آئے والسلام۔ زیاد کو خط پہنچا اس میں نامہ کا ذکر ہے، جبکہ معاویہ نسب میں اسکو اپنے ساتھ شامل کر چکا تھا، تو اسکو غصہ آیا کہ آپنے اسکو ابو سفیان کا بیٹا کیوں نہ لکھا لہذا اس نے جواب میں تحریر کیا۔ خط ہے زیاد بن ابی سفیان کی طرف سے حسن کے نام۔ اما بعد تمہارا خط ملا تم ایک فاسق کی جسکو تمہارے اور تمہارے باپ کے نفاق شیعوں نے پناہ دے رکھی ہے سفارش کرتے ہو۔ قسم خدا کی میں اسکو تمہارے گوشت و پوست کے درمیان سے نکالونگا اور محبوب تر گوشت جسکو کھاؤں میرے نزدیک وہ گوشت ہے جس سے تم بنے ہو والسلام۔ امام علیہ السلام نے یہ خط پڑھا

تو اسکو بجنسہ معاویہ کے پاس بھیجا معاویہ اسکو پڑھ کر جھنجلایا اور زیاد کو لکھا من معاویہ بن ابی سفیان
الی زیاد اما بعد تحقیق کہ تیری دو رائیں ہیں ایک ابوسفیان کی دوسری سمیہ کی سو ابوسفیان کی رائے حزم و بردباری
ہے اور سمیہ کی وہی رائے ہے جو اس جیسی سے توقع کی جا سکتی ہے حسن بن علی نے لکھا ہے کہ تو انکے ایک
صاحب کے تعرض کرتا ہے۔ پس تو اس سے متعرض نہ ہو تحقیق کہ میں نے ان پر تجھے دسترس نہیں دی۔

دیگر۔ سعید بن سرح زیادہ سے بھاگ کر امام حسن کے پاس چلا آیا آپ نے اسکی سفارش میں زیاد کو خط لکھا
اس بدبخت ملعون نے آپ کو جواب لکھا من زیاد بن ابی سفیان الی الحسن بن فاطمہ۔ اما بعد تمہارا خط ملا
اس میں تم نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا تھا۔ حالانکہ تم اہل حاجت ہو اور میں صاحب حکومت ہوں تم طالب
دفع ہو اور باتیں اسی قسم کی درج کیں جناب حسن نے اسکا خط دیکھا تو متبسم ہوئے۔ اور اسکو بھی معاویہ کے پاس
روانہ کیا۔ معاویہ نے زیاد کو زجر و توبیخ کیا۔ اور امر کیا کہ سعید اور اسکے بھائی اور اولاد و زوجہ کو رہا کر دے
اور جو مال اسکا ضبط کیا ہے واپس کر دے اور مکان جو منہدم کرایا ہے اسے تعمیر کرا دے اور تو نے جو حسن
کو خط لکھا۔ اور بجائے باپ کے ماں کی طرف انکو منسوب کیا تو تجھے یہ معلوم نہیں کہ انکی والدہ فاطمہ زہرا
دختر رسول خدا ہیں۔ غور کرتا تو جان لیتا کہ یہ ان کے لئے زیادہ فخر کی بات ہے

مفاخرت معاویہ بحضور امام حسنؑ

مناقب میں ہے کہ معاویہ ایک روز امام حسن کے سامنے شیخی مارنے لگا کہ میں ہوں پسر مکہ و بطحا اور پسر اس
شخص کا جو جود و بخشش میں سردار عالم اور باپ دادا اسکے کریم ترین مردم تھے اور اسکا بیٹا ہوں جو جوانی اور پیری
میں سردار قریش رہا ہے۔ جناب حسن مجتبیٰ نے فرمایا علیّ تفتخر یا معاویہ اے پسر ہند تو میرے سامنے فخر کرتا ہے
انا ابن عروق الثریٰ۔ انا ابن ماوی التقیٰ انا ابن من جاء بالہدیٰ۔ انا ابن من ساد اہل الدنیا
بالفضل السابق والحسب الفائق انا ابن من طاعتہ طاعۃ اللہ۔ و معصیتہ معصیۃ اللہ یعنی میں ہوں پسر
عروق الثریٰ[1] رگہائے زمین کا اور پسر جائے پناہ تقویٰ و پرہیزگاری کا۔ اور بیٹا اس شخص کا جو خدا کی طرف سے
ہدایت لیکر آیا اور پسر اسکا جو فضیلت سابق اور حسب فائق میں سردار ہے دنیا کا اور پسر ہوں اسکا جس کی

---

[1] یہ کنایہ ہے حضرت ابراہیم کی طرف بوجہ زیادتی اولاد آنحضرت کے کہ صحراؤں میں پھیلی ہوئی تھی اور تعریض ہے معاویہ پر کہ
اولاد آنحضرت سے نجابت بلکہ ولد الحرام تھا ۱۲ مجاز

اطاعت بعینہ اطاعت خدا ہے اور معصیت اسکی معصیت خدا ہے اے معاویہ کیا تیرا باپ میرے باپ کی مانند ہے کہ
تو اس سے میرے اوپر فخر و مباہات کرے اور تیرے سابقین میں وہ لوگ ہیں جن سے مجھپر فوقیت چاہی۔ پس اٹھ
نہیں کچھ کہہ تو سہی۔ معاویہ نے کہا میں کہتا ہوں اور تمہاری تصدیق کرتا ہوں۔ فرمایا حق الامر واضح اور روشن
ہوتا ہے اسکی راہ تغیر پذیر نہیں ہوتی اور صاحبان عقل اسکی شناخت کر لیتے ہیں۔

دیگر ایک روز معاویہ نے کہا اے حسن میں تم سے بہتر ہوں فرمایا اے پسر ہند کیونکر کہا اس لئے کہ لوگوں
نے میرے اوپر اجماع اور اتفاق کیا تمہارے اوپر نہ کیا ارشاد کیا ہیہات ہیہات اے پسر زن جگر خوارہ یہ
تیری دلیل فضول ہے جنھوں نے تیرے اوپر اجماع کیا دو طرح کے اشخاص ہیں یا دل سے تیرے اطاعت گذار
ہیں یا مجبورہ لاچار مگر تیرا اطاعت گذار البتہ خدا کا نافرمان ہے اور مکروہ و مجبور پیش خدا و رسول معذور
حاشا ﷲ جو میں یہ کہوں کہ تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ تجھ میں تو کوئی خیر و خوبی ہے ہی نہیں۔ ہاں یہ کہتا ہوں
کہ حقتعالے نے تجھے فضائل سے اسیطرح دور رکھا جیسے مجھ سے رزائل کو دور کیا۔

مکالمہ آنحضرت با یزید بن معاویہ

ایکمرتبہ یزید علیہ اللعن المزید کو بھی شوق چرایا کہ باپ کی طرح بات اٹھا کر اپنے پیترے آپ کھولے
کتاب شیرازی میں ہے کہ سفیان ثوری نے واصل بن عطا سے آیہ شریفہ وشارکھم فی الاموال والاولاد
کی تفسیر میں روایت کی (شریک ہو انکا مال و اولاد میں) کہ ایکبار یزید بن معاویہ اور امام حسنؑ بیٹھے خرما نوش کر رہے تھے۔
رہے تھے یزید بولا اے حسنؑ میں ابتداء سے تمہارے ساتھ عداوت رکھتا ہوں۔ فرمایا اے یزید شیطان تیری
ماں کے جماع کے وقت تیرے باپ کے نطفہ میں شریک ہوا پس انعقاد نطفہ میں اسکی شرکت ہو گئی یہی باعث
تیرے مجھ سے عداوت کا ہے جیسی کہ حقتعالے فرماتا ہے وشارکھم فی الاموال والاولاد نیز شیطان
حرب کے ساتھ بوقت جماع شریک ہوا اسکا صخر پیدا ہوا چنانچہ وہ حضرت رسول اللہ کا دشمن تھا اور صخر کے
ساتھ بوقت جماع ہند شریک ہوا اس سے معاویہ پیدا ہوا وہ علی ابن ابیطالب کا دشمن ہوا

اقرار معاویہ بانیکہ خلافت صرف اہلبیت کا حق ہے

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ذکر کیا ہے کہ سال جماعت کے بعد امام حسن ایک روز

معاویہ کے پاس تشریف لائے وہ ایک تنگ مقام میں بیٹھا تھا آپ اس کے پاؤں کے نزدیک بیٹھ گئے۔ بروایتے وہ
مردود لیٹا ہوا تھا آپ اسکی پائنتی بیٹھے۔ پس وہ باتیں کرنے لگا۔ اثنائے کلام میں کہا تعجب ہے کہ عائشہ کے گمان میں میں
خلافت کا اہل و مستحق نہیں ہوں ناحق اس پر غضب ہو گیا ہوں بھلا اُن باتوں سے کیا نسبت۔ حضرت نے کہا تو بھی تو
اس سے بھی عجیب تر بات تجھے سناؤں کہا وہ کیا ہے فرمایا وہ یہ کہ تو صدر مجلس میں بیٹھا ہے میں تیرے پاؤں میں یا تو
لیٹا ہے میں بیٹھا ہوں معاویہ کھلکھلا کر ہنسا۔ بروایتے شرمندہ ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا صاحب کشف الغمہ اس
مقام پر کہتے ہیں کہ امام حسنؑ کو عائشہ کے اس قول سے کہ معاویہ اہل خلافت نہیں تعجب ہوا کیونکہ یہ ان کے نزدیک
ایک ضروری امر تھا اور معاویہ کے عائشہ کے قول پر تعجب کرنے کا یہ سبب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے باپ ابو بکر
کی خلافت کی مقر تھی باوصفیکہ عدم استحقاق خلافت میں معاویہ اور ابو بکر دونو یکساں تھے نیز وہ معاویہ کو
حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے پر اکساتی رہی تھی۔ رجوع بہ تتمہ روایت پس معاویہ نے کہا
برادر زادے اپنے سنا ہے کہ تم قرضدار ہو کتنا قرضہ تمہارے ذمہ ہے فرمایا ایک لاکھ درہم کہا میں تین لاکھ
کا تمہاری خاطر حکم دیتا ہوں لاکھ سے قرضہ چکاؤ، ایک لاکھ گھر والوں میں تقسیم کرو۔ ایک لاکھ خاص اپنے لئے
رکھو۔ اب بعزت و احترام یہاں سے تشریف لیجاؤ اور رقم مذکورہ وصول کرو حضرت وہاں سے اٹھ گئے تو یزید
نے معاویہ سے کہا حسنؑ نے جو چاہا تمکو سنایا اور اتنے تین لاکھ روپیہ اُن کو دیدیا۔ معاویہ نے کہا
بیٹا خلافت محض انکا حق ہے تیرے پاس ان میں سے کوئی آئے تو ان کی خیر رسانی میں دریغ نہ کرنا۔

جواب آنجناب بمعاویہ از جنگ فرقۂ خوارج

حوثرۂ اسدی نے معاویہ پر خروج کیا تو اس نے حضرتؑ کے پاس کسی کو بھیجکر درخواست کی کہ آپ اس کے
ساتھ جنگ کرنے کے متولی ہوں آپ نے فرمایا قسم خدا کی میں نے مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے تیرے ساتھ
جنگ نہ کی تو اب تیری طرف سے ان لوگوں سے کیوں لڑنے لگا جن کی نسبت قسم بخدا تو اولیٰ بجنگ ہے۔
حقیر مولف کہتا ہے کہ حوثرہ مذکور جسنے معاویہ پر خروج کیا غالباً خارجی تھا آپ نے معاویہ سے جنگ کرنے
کو اُن کے روکنے کی نسبت اس لئے اولیٰ کہا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے معاویہ اور خوارج کی نسبت فرمایا تھا ھم
طلبوا الحق فلم یدرکوا وھو طلب الباطل ففاز بہ خارجیوں نے طلب حق کیا لیکن نہ پہنچے اور معاویہ
نے باطل کی خواہش کی اس پر فائز ہوا اس لئے آپ نے اس کے ساتھ جنگ کرنے کو بہ نسبت ایک خارجی کے اولیٰ فرمایا

توجیہ قولِ معاویہ از جنابِ امام حسنؑ

کسی نے آپ سے کہا تم میں عظمت ہے فرمایا نہیں بلکہ عزت ہے بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ ولِلّٰہِ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین عزت اللہ کے واسطے ہے اور اسکے رسول کے اور مومنوں کے ہے۔ نیز معاویہ نے کہا ہاشمی سخی و جواد ہو تو اپنی قوم کے مشابہ نہیں۔ مخزومی میں فخر و غرور نہو تو وہ اپنی قوم سے نہیں اور زبیری میں شجاعت نہو تو وہ اپنے قبیلہ سے ملتا جلتا نہیں۔ اموی میں حلم و بردباری نہیں تو وہ بنی امیہ سے نہیں۔

حسنِ مجتبیٰ نے اسکا یہ کلام سنا تو فرمایا یہ اسکی اپنی قوم کی خیر خواہی ہے اور اوروں کی بدخواہی کیونکہ معنا اسکا یہ ہے کہ بنی ہاشم کے جو کچھ ہاتھ میں ہے اُسے لُٹا کر فقیر ہو جائیں اور زبیری جنگ و جدال میں فوت ہو کر فنا ہو جائیں اور مخزومی فخر و غرور کر کے جہان کو اپنا دشمن بنا لیں اور بنی اُمیّہ تحمل سے کام لیکر عزیز ترین خلائق ہو جائیں۔

سوال و جواب مروان با آنحضرت

عقد ابن عبد ربہ میں نقل ہوا ہے کہ ایکبار مروان حکم نے بمواجہ معاویہ امام حسنؑ سے کہا اے حسنؑ تمہاری شارب و مونچھوں پر جلدی سے بڑھاپا آگیا اور یہ اہاحین کے نزدیک حماقت کی نشانی تھی حضرت نے فرمایا تیرا گمان باطل ہے۔ بلکہ بات یہ ہو کہ ہم بنی ہاشم کے منہ پاکیزہ اور لب شیریں ہوتے ہیں ہماری عورتیں رغبت سے انکو چومتی اور ان پر سانس لیتی ہیں بخلاف تمہارے لے بنی امیہ کہ گندہ دہن ہوتے ہو لہذا تمہاری عورات اپنے مونہوں کو تمہارے رخساروں کی طرف پھیرتی اور وہاں سانس لیتی ہیں اسلئے تمہارے رخساروں کو بال پہلے سفید ہوتے ہیں۔ مروان نے کہا ہاشمیوں میں ایک اور خصلت شہوت جماع کی بڑھی ہوئی ہے فرمایا ہاں یہ خصلت ہماری عورتوں سے اٹھا کر مردوں میں رکھی گئی ہے بخلاف بنی امیہ کے کہ ان کے مردوں کو لیکر عورات میں داخل ہوئی ہے۔ پس ایک اموی عورت کی تسلی ہاشمی مرد ہی کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا۔ اتنا کہکر حضرت وہاں سے اُٹھے اور یہ خیال کر کے کہ مروان نے کیسی بے ہودہ بحث چھیڑ کر مجھکو کیسا جواب دینے پر مجبور کیا اسکا کفارہ دیا اور گریہ کر تمثیلاً یہ اشعار پڑھے ۔

و ما رست ہذا الدہر خمسین حجۃ   و خمساً ارجی قابلاً بعد قابل

فما انا فی الدنیا بلغت جسیمها ولا فی الذی اھوی کدحت بطائل

فقد اشرعتنی فی المنایا اکفها وایقنت انی رھن موت معاجل

یعنے دنیا کا پانچ اوپر پچاس سال تجربہ کیا اور سال لبال امیدوار کامیابی و مطلب رہی ساہش دنیا میں مطلب عالی حاصل کر سکا نہ ان امور میں جو میری محبوب شے ہے یعنی دینداری میں نفع اٹھایا حتی کہ موت نے نیز دنیا نے مارڈالنے کے لئے اپنے پنجے کھول دئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ جلد ہونے والی موت کا ہاتھ میں گرد ہو جانے والا ہوں۔

مفاخرت قریش در مجلس معاویہ

ایک روز قومی دربار تھا معاویہ کے آگے وجوہ قریش جمع تھے اور اپنی بندگی اور بڑائی کے راگ الاپ رہے تھے۔ امام حسن بھی وہاں تشریف رکھتے تھے مگر خاموش بیٹھے انکی لن ترانیاں سن رہے تھے۔ معاویہ آپکی طرف ملتفت ہوا اور زیادہ شیفتہ کر چھیڑ کر تماشا دیکھے۔ بولا یا ابا محمد ما الک لا تنطق فواللہ ما انت بمشوب الحسب ولا بکلیل اللسان اے ابو محمد تم کیوں نہیں کچھ بولتے قسم خدا کی تمہارے نسب میں کوئی عیب نہیں اور نہ تمہاری زبان کند ہے آپنے فرمایا کوئی فضیلت انھوں نے بیان نہیں کی الا مجھکو اس کا لب لباب حاصل ہے جیسے فرمایا فیما الکلام وقد سبقت مبرزا سبق الجواد مدی المتنفس۔ کس مقدمے میں کلام کروں میں ان سب سے اس طرح سے سبقت لیگیا ہوں جیسے کہ اسپ نجیب میدان وسیع میں مقابل گھوڑوں سے سبقت کرکے دور نکل جائے۔

احتجاج امام حسن در استحقاق خلافت پیش معاویہ

بحار میں سلیم بن قیس ہلالی کی روایت ہے کہ عبد اللہ بن جعفر طیار نے کہا ایکبار معاویہ مجھ سے کہنے لگا تم حسن اور حسین کی بہت تعظیم کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر نہیں نہ ان کے باپ تمہارے باپ سے بہتر تھے اور اگر فاطمہ رسول اللہ کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں کہہ سکتا تھا کہ تمہاری والدہ اسماء بنت عمیس ان سے کمتر نہیں۔ ابن جعفر کہتے ہیں کہ مجھے اسکا کلام ناملائم سنکر غصہ آیا بحدیکہ اسکو ضبط نہ کر سکا

ے المتنفس ابعید ماخوذ ہیں تولہ ہے انت فی نفس امرک تو اپنے نفس امر یعنی ہستی وسعت وغیرہ اتفاق میں ہے ۱۲

اور اسی حالت غیظ و غضب میں کہا بیٹے کہ تو حسنین علیہما السلام کے مراتب عالیہ سے واقف نہیں اور نہ اُن کے
پدر و مادر کے مدارج سامیہ سے آگاہ ہے ہاں خدا کی قسم وہ دونو مجھ سے بہتر ہیں اور ان کے باپ میرے باپ سے
اور ماں میری ماں سے اشرف ہیں میں نے رسول اللہ سے اُن کے اور اُن کے باپ کے حق میں اپنے بچپن کے زمانے
میں سُنا اور بغور سُنا اور اسکو یاد کیا ہے اس وقت مجلس آنحضرت میں میرے اور حسنین و عبداللہ بن عباس اور ان
کے بھائی فضل بن عباس کے سوا کوئی نہ تھا۔ کہا جو کچھ تونے سنا ہے بیان کر و قسم خدا کی تم میرے نزدیک دروغ گو نہیں
کہا وہ جو کچھ تیرے دل میں ہے اس سے بڑی باتیں ہیں معاویہ نے کہا ان کو بیان کر و ہرچند کہ وہ کوہ حرا سے بڑے ہوں
جب شامیوں سے یہاں کوئی سننے والا نہیں تو مجھکو کچھ بھی اندیشہ نہیں اور جب تمہارے طاغی (مراد امیر المومنینؑ)
کو خدا نے ہلاک کر دیا اور حق اپنے مرکز کی طرف لوٹ گیا تو ہم کو ذرا پروا نہیں جو چاہو تم کہو اور جس بات کا چاہو دعوےٰ
کرو ہمارا نقصان نہیں عبداللہ نے کہا رسول اللہ نے علیؑ کو فرمایا اے برادر میں مومنوں کے لئے اُن کے نفسوں سے
زیادہ اولیٰ ہوں اور جن کے لئے میں انکے نفسوں سے اولیٰ ہوں ان کے لئے اے علیؑ تو اولیٰ ہے علیؑ اس وقت
اُن کے سامنے بیٹھے تھے اور مکان میں حسنؑ و حسینؑ و عمر بن ام سلمہ و اسامہ بن زید تھے۔ نیز فاطمہ زہراؑ و ابوذرؓ و
مقدادؓ و زبیر بن العوام بھی حاضر تھے رسول اللہؐ نے علیؑ کے بازو پر ہاتھ مارا اور جو پہلے کہا تھا اسکا تین بار تکرار کیا
پھر دوازدہ امام اہلبیت کی تنصیص تصریح فرمائی۔ پھر ارشاد کیا کہ میری امت میں بارہ امام ضلالت بھی
کھڑے ہوں گے جو خود گمراہ ہوں گے اور اوروں کو گمراہ کریں گے۔ دو قریش سے تین بنی امیہ سے اور سات
باقی اولاد حکم بن العاص سے معاویہ نے کہا جو کچھ تو کہتا ہے راست ہے تو میں اور میرے پہلے تین خلیفہ سب ہلاک
ہوئے اور تمام امت جو ہماری حقانیت کی قائل ہے تمام ہلاک ہوئی عبداللہ جعفر نے کہا جو کچھ ہو قسم خدا کی
میں نے جو کچھ کہا حق و صدق ہے میں نے اسی طرح رسول اللہ سے سنا ہے اس وقت معاویہ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ
و عبداللہ بن عباس سے کہا تم نے ابن جعفر کا کلام سنا راوی کہتا ہے کہ یہ ذکر اول سال جماعت کا ہے
جبکہ جناب امیر المومنینؑ درجۂ رفیعۂ شہادت پر فائز ہوئے اور معاویہ پر اجتماع خلائق ہوا اور وہ
مدینہ آیا۔ ابن عباس نے انکے درجواب کہا ان لوگوں کے انھوں نے نام لئے ہیں کسی کو بھیجکر ان کو بلالو اور
اُن سے تصدیق کرو معاویہ نے عمر بن ابی سلمہ اور اسامہ بن زید کو طلب کیا انھوں نے شہادت دی کہ جو کچھ
عبداللہ بن الطیار نے کہا درست کہا ہے رسول اللہ سے ہم نے سنا ہے پھر مزید تاکید کے لئے حسنین علیہما السلام اور ابن
عباس اور فضل و پسر ام سلمہ سے مجموعاً پوچھا۔ تم سب کے نزدیک پسر جعفر کا قول درست ہے سب نے بالاتفاق کہا

اس میں خدا شک و شبہ نہیں۔ معاویہ نے کہا اے اولاد عبدالمطلب تم نے عظیم دعویٰ کیا اور بہت بڑی حجت
لائے جو کچھ تم نے کہا درست ہے تو سب لوگ مذہب سخت غفلت میں پڑے ہیں اور یہ حق ہے تو تمام امت ہلاک
ہوئی اور دین و ایمان سے پھر گئی اور خدا اور رسولؐ سے کافر ہو گئے سوائے تم اہل بیت کے یا قدرے قلیل تمہارے
پیروؤں و شیعوں کے۔ ابن عباس نے کہا پھر اس میں کیا حضائقہ ہے تابعین حق ہمیشہ کمتر ہوتے ہیں خدا تعالےٰ
خود قرآن میں فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور میرے بندگان شکر گذار کمتر ہیں۔ نیز اسکا ارشاد ہے وقلیل
ما ھم وہ قلیل کمتر ہیں اے معاویہ یہ تعجب کی کیا بات ہے۔ تعجب کرنا ہے تو ساحران فرعون سے کر جنہوں نے جس
کہا فاقض ما انت قاض تو جو چاہے حکم کر ہم تیری پیروی نہ کرینگے یہ لیکن حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔ پس تو
خیال کر کہ وہ قوم فرعون کی بہ نسبت کس قدر تعداد میں کم تھی۔ نیز بنی اسرائیل جنہوں نے اتباع موسیٰ کیا اور جنہوں
نے عجائبات دریا دکھا کر ان کو عبور کرایا اور قوم فرعون اُن کے سامنے غرق دریا ہوئی وہ سب موسیٰ کی
تصدیق کرتے تھے۔ مگر نیل سے نکلکر لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا تو کہنے لگے یاموسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم
الھۃ اے موسیٰ تم ہمارے لئے بھی ایک معبود مقرر کرو جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں انھوں نے کہا تم تو جاہل ہو۔
پھر سب کے سب سوا ہارون کے گوسالہ پرست ہو گئے قالوا ھذا الٰھکم و الٰہ موسیٰ انھوں نے کہا یہ ہے تمہارا
خدا اور موسیٰ کا خدا۔ بعد ازاں حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ ارض مقدس میں داخل ہو تو انھوں نے جواب دیا جیکی حق تعالیٰ
قرآن مجید میں حکایت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے قال موسیٰ رب انی لا املک الا نفسی و اخی فافرق بیننا و بین
القوم الفاسقین موسیٰ نے کہا اے پروردگار میرے مجھے فقط اپنا اور اپنے بھائی کا اختیار ہے بس ہمارے اور اس
قوم فساق کے درمیان جدائی ڈال۔ یہ امت سے لوگوں کا اپنے سرداروں کی اطاعت کرنا جو رسولؐ اللہ سے
قرابت بھی رکھتے اور دین محمدؐ اور قرآن کا اقرار کرتے تو بعد کو بباعث کبر و حسد اپنے مولا اور امام سے برگشتہ ہو گئے امت
عجیب تر نہیں کہ بنی اسرائیل نے زیورات کو پگھلا کر گوسالہ بنایا اور اسکی عبادت کرنے لگے اسکو سجدہ کرتے اور
کہتے تھے کہ وہ رب العالمین ہے اور سوائے ہارون کے تمام اس پر متفق ہو گئے یہاں تو پھر بھی ہمارے امام کے
ساتھ جو رسول اللہ سے بمنزلہ ہارون من موسیٰ تھے ان کے گھرانے کے لوگ اور سلمان و ابوذر و مقداد و زبیر باقی رہے
گو بعد کو زبیر بھی پھر گیا۔ اور دیگر اشخاص مرتے دم تک اعتقاد صحیح پر قائم رہے۔
اے معاویہ تو اس پر تعجب کرتا ہے کہ حق تعالےٰ نے ائمہ اثنا عشر کے نام یکے بعد دیگرے بتائے اور رسولؐ اللہ
نے بروز غدیر و دیگر مواقع میں ان پر نص فرمائی اور انکی اطاعت کی تاکید کی اور بتایا کہ اول ان میں علی ابن ابیطالب

ہیں ولی ہر مومن اور مومنہ کے اور خلیفہ اور جانشین آنحضرت کے ہیں حال انکہ تو جانتا ہے کہ آنحضرت نے جنگ موتہ کے
لیے لشکر بھیجا تو جعفر بن ابیطالب کو اسکا امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ انکو کوئی حادثہ پیش آئے تو زید بن حارثہ وہ بھی مارا
جائے تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہو جائے چنانچہ یہ تینوں اسیوقت قتل ہوئے وہ حضرت خود لشکر کی سرداری کے لیے
پیچھے بعد دیگرے چند اشخاص مقرر کرتے تھے تیرے خیال میں آتا ہے کہ اپنے بعد امت کو بے سردار چھوڑ جائیں
کہ وہ اپنے لیے جسکو چاہیں امیر مقرر کریں کیا ان لوگوں کی رائے رسول اللہ کی رائے سے صائب تر تھی پس یہ تحقیق
ہے کہ آنحضرت نے انکو ضلالت و گمراہی میں نہیں چھوڑا ان لوگوں نے آپ کے بعد جو چاہا کیا جس کو چاہا خلیفہ بنایا
اور یہ جو انھوں نے علی کی عداوت میں رسول اللہ پر تہمت لگائی ہے کہ آپنے فرمایا ان اللہ لم یکن لیجمع لنا
اھل البیت النبوۃ والخلافۃ کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت کے لیے نبوۃ و خلافت جمع کرنے والا نہیں یہ محض نکا
دروغ بے فروغ و زور و بہتان ہے اپنے دغا اور فریب لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں معاویہ امام حسن کی طرف
متوجہ ہوا کہ آپ ایسا کیا کہتے ہیں حضرت نے فرمایا اے معاویہ تونے جو کچھ کہا اور ابن عباس نے جو جواب دیا میں نے سنا
تعجب ہے تیری بےحیائی پر اور خدا کے سامنے میری جرات پر تو کہتا ہے کہ خدا نے تمہارے طاغی کو ہلاک کیا اور حق اپنے مرکز
کی طرف رجوع ہوا ایسا ہرگز معدن و خلافت تو ہوا نہ ہم ہوئے ہو تجھپر اور تیرے پیش روؤں پر جنھوں نے تجھے اس
جگہ بٹھایا ہے۔ میں جو بات کہنا چاہتا ہوں تو ہرگز اسکا اہل و لائق نہیں الا اس لیے کہتا ہوں کہ تیرے عزیز و اقارب
جو یہاں جمع ہیں اسکو سنیں۔ وہ یہ کہ مسلمانوں نے بہت سی باتوں پر اجتماع و اتفاق کیا کوئی اختلاف ان میں
نہیں۔ مثل اعتقاد و اقرار کلمہ شہادتین لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ کو وجوب نماز ہائے پنجگانہ و زکواۃ
اور حج و روزہ ماہ رمضان و حج خانہ کعبہ وغیرہ اشیا و طاعت حدود وغیرہ جن کا اعتقاد تمام مثل حرمت علی ہذا
امور محرمہ مثلاً چوری، کذب، قطع رحم، خیانت وغیرہ معاصی خدا ہیں کہ جمیع شمار میں متفق ہیں تا بعض امور میں
انھوں نے اختلاف کیا اور فرقہ فرقہ ہوگئے یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لعنت کرے اور باہم رونے جھگڑنے
لگے۔ وہ خلافت و امامت ہے اسمیں ہر ایک اپنے تئیں حق پر کہتا ہے دوسرے کو باطل جانتا ہے اور ان سے
برات و بیزاری ڈھونڈتا ہے۔ ہم اہل بیت رسالت کا یہ قول ہے کہ امام خلائق میں خلافت ہمارے سوا کسی کو
نہیں پہنچتی اللہ تعالیٰ نے ہمکو بموجب اپنے کلام پاک و سنت صاحب لولاک اسکا اہل و لائق بنایا اور علوم جو
اس منصب عظیم کے لیے درکار ہیں سب ہمارے پاس مخزون و مجتمع ہیں حتی کہ جو حالات قیامت تک حادث ہونے
والے ہیں وہ ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں رسول اللہ ان کو بتلاتے اور علی ابن ابیطالب انکو لکھتے گئے ہیں

پھر فرمایا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہم سے اولیٰ بخلافت ہیں حتیٰ کہ تیرا بھی اے پسر ہند یہی خیال ہے تیرا قول ہے
کہ عمر خطاب نے امیر المومنینؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم قرآن ایک صحیفہ میں جمع کرتے ہیں تمہارے پاس جس
قدر ہو بھیجو تاکہ اس میں داخل کر دیں وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا میں مجھے قرآن نہ دوں گا خواہ اس میں
میری جان تک کام آئے کہا کیوں نہیں دیتے فرمایا الراسخون فی العلم کہ قرآن میں مذکور ہے اس سے مراد خود مَیں
میں ہوں تو اور تیرے اصحاب نہیں عمر کو غصہ آیا کہا تم کہتے ہو کہ علم میرے سوا اور کسی جگہ نہیں پھر حکم کیا کہ جو لوگ
قرآن پڑھنے والے ہیں میرے پاس چلے آئیں پس جو کوئی آیات قرآنی لاتا اور ایک گواہ اسکے ساتھ ہوتا کہ واقعی
یہ قرآن ہے عمر اسکو لکھ لیتا جسکا کوئی گواہ نہ ہوتا اسکو رد کرتا۔ پس کہنے لگے کہ قرآن سے بہت کچھ ضائع ہو گیا
یہ انکی صریح غلطی ہے ورنہ قرآن مجید اسکے اہل کے پاس تمام موجود ہے۔ پھر عمر نے اپنے امراء و قضاۃ کو حکم دیا
کہ آئندہ سے بھی اپنی رائے سے فیصل خصومات کر دیں مراد ان کے نواب تخمینے فیصل کرتے بعض اوقات اس میں عاجز
رہ جاتے تو میرے باپ جاتے اور اس مہلکہ سے انکو نجات دلواتے اور حجت انکے اوپر تمام کرتے۔ اکثر ایسا
ہوتا کہ وہ لوگ ایک ہی طرح کے احکام مختلف قضایا میں صادر کرتے اور وہ انکو روا رکھتا کیونکہ حق تعالےٰ نے
ان کو علم و حکمت و فصل الخطاب عطا نہیں کیا تھا پھر فرمایا کہ اہل قبلہ سے بعض وہ لوگ ہیں جو ہم سے زیادہ اپنے تئیں
شایان خلافت اور معدن علم جانتے ہیں ہم اللہ سے ان ظالموں پر خواہان امداد ہیں انھوں نے ہمارے حق کا انکار
کیا اور ہم پر ظلم روا رکھا اور ہماری گردنوں پر اوروں کو سوار کیا جیسا کہ تو اے معاویہ ان امور کا مرتکب ہوا حسبنا
اللہ ونعم الوکیل۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ لوگ تین طرح پر ہیں ایک اہل ایمان کہ ہمارا حق پہچانتے اور انکو تسلیم کرتے ہیں اور ہمکو اپنا
امام جانتے ہیں وہ بے شک نجات یافتہ ہیں اور یہ رستگار ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں کہ ہمارے دشمن ہیں ہم سے
برات و بیزاری چاہتے ہیں اور ہمارے حق سے صریح انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ ہمارا خون حلال جانتے ہیں وہ قطعی
فاسق بلکہ کافر و مشرک ہیں اور اپنے کفر و شرک سے واقف نہیں کما یسبوا اللہ بغیر علم جیسا کہ لاعلمی میں خدا کی مذمت
کرتے ہیں تیسرے وہ لوگ جو متفق علیہ امور کو لیتے ہیں اور مشکل باتوں کو سپرد خدا کرتے ہیں باوجودیکہ ہم سے محبت رکھتے ہیں
مگر ہمکو اپنا امام اور پیشوا نہیں جانتے۔ ہمارے ساتھ دشمنی نہیں رکھتے الا ہمارے حقوق کے عارف بھی نہیں انکو امید
ہے کہ حق تعالےٰ روز قیامت انکو نجات بخشے اور داخل جنت فرمائے یہ گروہ مستضعفین سے ہیں۔ اسپر جلسہ
برخاست ہوا اور معاویہ نے حاضرین کو جائزہ و انعام دیا۔

امام حسن اور عمر عاص کی گفتگو

ابن ابی الحدید نے ابو الحسن مدائنی سے نقل کیا ہے کہ عمر عاص ایکبار ہنگام طواف کعبہ امام حسنؑ سے ملا اور
کہنے لگا اے حسن تمہارا خیال ہے کہ دین تمہارے اور تمہارے باپ کے بغیر قایم نہیں رہ سکتا تھا تم نے دیکھ لیا کہ
حق تعالٰے نے معاویہ کو اسپر قایم کر دیا اب وہ متزلزل ہونے کے بعد استوار ہے اور خفا کے بعد چمکتا ہے
کیا تمہارا گمان ہے کہ وہ بجائے قتل عثمان پر راضی ہے۔ کیا یہ سوا ہے کہ تم جبہ کے پوست اندرونی کی مثل
باریک بار پہنے تھے۔ مانند اشتر خراس اس مکان کے گرد گھومتے پھر رہے حال آنکہ تم نے ہی عثمان کو قتل کیا تم
خدا کی وہ بجانہ پریشانیوں کا دور کرنے والا اور صعوبتوں کا سہل و آسان کرنے والا ہے۔ معاویہ تمکو بھی اُسی
حوض سے پانی پلائیگا جس سے تمہارے باپ کو پلایا ہے۔ جناب امام حسنؑ نے یہ بکواس پسر عاص کی سنکر فرمایا
اہل جہنم کی درحقیقت یہی علامت ہے کہ دوستان خدا کے دشمن اور اعدائے خدا کے دوست ہوتے ہیں واللہ کہ تجھکو
بخوبی معلوم ہے کہ علی علیہ السلام وہ شخص ہیں جو دین خدا میں بقدر طرفۃ العین شک نہیں لائے۔ اے پسر
عمر اپنی زبان بند کر ورنہ اپنی سنان لسان سے کہ تیغ براں سے کم نہیں تجھکو بری طرح مجروح کروں گا
یہ امر تجھ پر مخفی نہیں کہ میں زبان آوری میں کسی سے کم نہیں اور قریش میں بمنزلہ واسطۃ العقد (عقد کا درمیانی
موتی) ہوں میرا نسب معروف ہے۔ دعی یعنی باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہیں کیا گیا برعکس اسکے تو اپنا
حال جانتا ہے کہ چند کس تیرے باپ ہونے کے دعوی دار تھے ان میں سے ایک قصاب نحر کشندہ شتران نے
ان پر غلبہ پایا جو نسب میں سب سے پست اور نجابت میں تمام سے گرا ہوا تھا۔ دور ہو میرے پاس سے کہ تیری اصل
بالتحقیق رجس و نجس ہے ہم اہلبیت اطہار ہیں حق تعالٰے نے ہر رجس و پلیدی کو ہم سے دور کیا ہے اور پاک
کیا ہے جو حق پاک کرنے کا تھا عمر عاص جیسا بند و لاجواب ہو کر محزون و غمناک وہاں سے واپس ہوا۔

کید شیطان ضعیف و کید خدا شدید ہے

کافی میں اسمٰعیل بن ریان سے نقل ہے کہ حسن مجتبیٰ ایک روز مسجد رسول اللہ میں بنی امیہ کے حلقے کے پاس سے
گذرے یہ وہ زمانہ کا مذکور ہے کہ معاویہ حکومت ظاہری پر غلبہ پا چکا تھا حضرت کو دیکھ کر وہ اشرار با یکدیگر اشارے
و کنائے کرنے لگے آپ نے وہاں سے گذر کر دو رکعت نماز بدرگاہ بے نیاز پڑھی اور ان کی طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا میں نے تمہارے غمزے اور اشارے دیکھے قسم خدا کی تمہاری حکومت ایک دن ہوگی تو ہماری دو دن اور
تمہاری ایک ماہ ہوگی تو ہماری دو ماہ اور تم ایک سال بادشاہی کرو گے تو ہم دو سال کریں گے اور خدا کی قسم ہم تمہارے
عہد حکومت میں کھاتے پیتے لباس پہنتے سوار ہوتے اور بیاہ شادی کرتے ہیں تم ہماری بادشاہی میں ان
سب باتوں سے محروم رہو گے نہ کھا پی سکو گے اور نہ نکاح و زناشوئی کر سکو گے کسی شخص نے کہا اے ابو محمد کیا بات
آپ نے کہی تم میں سب سے زیادہ رحم و رافت و بذل و سخاوت ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ان کی حکومت میں
آرام پاؤ اور ان کو اپنے زمانہ میں کوئی کام کرنے نہ دو۔ فرمایا ہاں یہی بات ہے انھوں نے جو ہم سے عداوت کی
تو بکید شیطان کی اور ہماری ان کے ساتھ عداوت بکید خدا ہے اور کید شیطان ضعیف ہے و کید اللہ شدید
کید خدا سخت و شدید ہے۔

ابن زبیر و ابو سعید بن عقیل کی باہمی گفتگو

عبد اللہ بن زبیر بھی وہاں بیٹھا تھا معاویہ کی شیطانی کی عادت تھی کہ قریش کے درمیان تکرار کرا کر خود تماشہ
دیکھتا کہنے لگا اے ابو محمد علی و زبیر میں عمر میں بڑا کون تھا امام حسن نے کہا دونوں کی عمر قریب قریب برابر ہی
تھی الا علی قدرے بڑے تھے رحمہ اللہ علیہا خدا علی پر رحمت کرے۔ ابن زبیر نے کہا رحمہ اللہ الزبیر
زبیر پر بھی خدا رحمت کرے۔ ابو سعید بن عقیل بن ابیطالب وہاں حاضر تھے بولے اے عبد اللہ انھوں نے جو
اپنے باپ پر رحمت خدا بھیجی تو تجھے اس پر جوش آیا تھا تو نے بھی اپنے باپ پر رحمت بھیجی ابو سعید بولے تو نے زبیر
کو علی کا ہمسر و برابر خیال کیا ابن زبیر نے کہا کون سی شے مجھے اس سے مانع ہے وہ تو قریش سے ہیں۔ دونوں
نے اپنی طرف خلق کو دعوت کی اور کامیاب مراد نہ ہوئے ابو سعید نے کہا اے عبد اللہ یہ خیال دل سے دور
رکھو علی قریش سے ہیں اور رسول اللہ سے جو قرب و منزلت رکھتے ہیں اس سے تو بھی واقف ہے انھوں
نے جو اپنی طرف خلائق کو دعوت دی تو ان کی متابعت کی گئی اور ریاست ان کے لئے تھی اور زبیر نے جس
امر کی طرف خلقت کو بلایا اس میں رئیس ایک عورت تھی اور جب فریقین کا مقابلہ ہوا تو پچھلے پاؤں پھرا اور
پشت موڑ کر بھاگا قبل اسکے کہ حق الامر ظاہر ہو اسے اخذ کرے اور باطل پامال ہو اسکو چھوڑ دے پس
ایک مرد نے اسے جا لیا اگر اسکے کسی عضو سے قیاس کرتے تو اسکی برابر بھی نہ نکلتا اس نے اسکا سر کاٹا اور سلاح
و سلب تا کلتی کے پاس سر لے آیا حضرت اس سے اسی طرح پیش آئے جیسا کہ کسی اور ابن عم سے حسب عادت

پیش آتے فرحمہ اللّٰہ علیہا ابن زبیر بولا اے ابوسعید تیرے سوا کوئی اور یہ کلام کرتا تو اُسے حقیقت معلوم ہو جاتی - کہا جسکی طرف تیرا اشارہ ہے (یعنی امام حسنؑ) وہ تجھسے اعراض کرتے ہیں اور تجھکو لائق خطاب نہیں جانتے - معاویہ نے انکو روکدیا دو تو خاموش ہوگئے - عائشہ کو جو اس مکالمہ کی خبر پہنچی تو ایک روز ابوسعید اُنکے مکان کے نیچے سے گذر رہے تھے پکاریں اے ابوسعید تمنے میرے خواہر زادہ کے ساتھ یہ اور یہ باتیں کیں - ابوسعید اِدھر اُدھر دیکھنے لگے جب کوئی نتے آس پاس نظر نہ آئی - تو بولے شیطان ہے کہ تجھ دیکھتا ہے تو اُسے نہیں دیکھ سکتا - عائشہ نے کہا شاباش کیا لسان تیز زبان ہے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

بعضے از حالات و مقالات اہل زمان آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ

بحار میں خصال شیخ صدوق سے منقول ہے کہ عبدالملک ابن مروان نے کہا ہم ایکروز معاویہ کے پاس حاضر تھے تحت قریش کے بہت اشخاص اسکی مجلس میں تھے منجملہ اُنکے چند کس بنی ہاشم سے بھی شریک تھے - معاویہ نے کہا اے بنی ہاشم تمکو ہم پر کیا فخر و فوقیت ہے - حالانکہ ہم سب ایک ہی ایک باپ سے پیدا ہوئے - ایکجگہ پیدا ہوئے - عبداللہ ابن عباس وہاں موجود تھے بولے ہمکو تمہارے اوپر وہ فخر ہے جو تو دیگر قریش پر ظاہر کرتا ہے اور جس سے تمام قریش انصار پر فخر کرتے ہیں اور انصار تمام عرب پر اور کل عرب جملہ اعجام پر فخر کرتے ہیں وہ فخر ذات پاک سرور محمد احمد مصطفی سے ہے جس کا تو انکار نہیں کر سکتا اور راہ گریز تجھ سے مسدود ہے - معاویہ نے کہا یا ابن عباس تو زبان گویا رکھتا ہے جس سے تیرا باطل دوسروں کے حق پر غالب آجاتا ہے - ابن عباس نے کہا باطل کبھی حق پر غالب نہیں آیا کرتا مگر حسد بری عادت ہے ہمکو چھوڑ دے معاویہ نے کہا درست کہا تو نے قسم خدا کی میں تجھکو چار خصلتوں سے دوست رکھتا ہوں اور تیری چار خصلتوں سے درگذر کرتا ہوں لیکن وہ چار خصائل جن سے دوست رکھتا ہوں - ایک تیری رسول اللہ سے قرابت تیری ہے دوسرے تو خاص اولاد عبد مناف سے ہے میرے کنبے قبیلہ کا ہے تیسرے میرے اور تیرے باپ کے درمیان دوستی تھی چوتھی وجہ یہ کہ تو لسان قریش اور انکا زعیم و فقیہ ہے اور تیری وہ چار باتیں جو معاف کیں ایک تیرا روز صفین ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوڑے پھرنا یعنے انکو بخشا دوم اونکے ساتھ شامل ہوکر تیرا عثمان کے حق میں بدی کرنا تیسرے ام المومنین عائشہ سے تیرا اجتناب وجدال پیش آنا جو تھے زیاد کے نسب کو مجھسے جدا کرنا - پس میں جو اس معاملہ میں تو نے عرض کیا تو کتاب خدا یعنی کلام اللہ سے اور شاعروں کے کلام سے تیرے لئے عذر نکالا کلام اللہ کی یہ آیہ شریفہ تیری معذرت کیلئے کافی ہے خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا انھوں نے عملہائے نیک و بد کو باہم خلط ملط کر دیا

اور قول شعرائے برادر بنی دینار کا یہ کلام ہے

ساقبل ممن قد احب جمیله   واغفر ما قد کان غیر ذالکا

میں اپنے دوستوں کی نیک کاموں کو قبول کرتا ہوں اور انکے برخلاف کو انسے معاف کرتا اور بخشدیتا ہوں اتنا کہہ کر معاویہ
خاموش ہو گیا۔ ابن عباس نے حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا اے معاویہ تیرا یہ قول کہ قرابت رسول کی وجہ سے تجھکو دوست
رکھتا ہوں سو یہ تیرا اوپر اور ہر مسلمان پر جو خدا و رسول پر ایمان لائے فرض عین ہے کیونکہ بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ یہ
اجر رسالت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی کہدے اے محمد کہ
تمسے اجر رسالت نہیں مانگتا بجز اسکے کہ میرے رشتہ داروں عزیزوں سے محبت کرو پس جو مسلمان رسول اللہ کے اس سوال کی
اجابت نہ کرے وہ خسارے اور نقصان میں ہے اور جہنم کا مستحق ہے اور یہ جو کہا کہ میں تیرے کنبے اور قبیلے ہو تو ہم
واقفی ہے اور تیرا ارادہ اس صلہ رحم کا ہے اور خدا کی قسم کہ تو آج اس قطع و برید کا وصل کرنے والا ہے جو بحالت کفر تجھ سے
واقع ہوئی اور جو بقول رسولخدا لا تثریب علیکم الیوم کوئی گرفت آج تیرے نہیں مغفور و معاف ہو چکی ہے اور تیرا یہ
کہنا کہ میرے اور تیرے باپکے درمیان دوستی تھی فی الواقع امر ایسا ہی تھا اور یہی قول شاعر سابق ہو چکا ہے

ساحفظ من واخی ابی فی حیاته   واحفظه من بعده فی الاقارب

میں نگہبانی کرتا ہوں انلوگوں کی جنسے میرا باپ اپنی زندگی میں دوستی رکھتا تھا اور انکے بعد انکے رشتہ داروں کی بھی رعایت
رکھونگا پھر کہا اور تو نے جو کہا کہ میں لسان قریش اور انکا زعیم و خطیبہ ہوں انمیں کوئی کلمات بھی ایسی نہیں جو مجھ میں ہو
اور اسمیں میرا شریک اور سہیم نہ ہو یہ تیرا فضل و احسان ہے کہ مجھ کو اپنے اوپر فضیلت و فوقیت دیتا ہے اسمیں بھی پہلا شاعر کہہ گیا ہے

وکل کریم للکرام مفضل   یراہ له اهلا وان کان فاضلاً

(ترجمہ) کریموں کا دستور ہے کہ دیگر کرام کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں جنکو کہ انکا اہل پاتے ہیں ہر چند کہ وہ خود صاحب فضیلت
ہوتے ہیں۔ اور جنگ صفین میں میرا شامل ہونا پس قسم خدا کی میں ایسا نہ کرتا تو ناکس و لئیم ترین مردم سے ہوتا
اے معاویہ تو جائز رکھتا ہے کہ میں اپنے برادر اور ابن عم امیر المومنین سید و سردار دین کو چھوڑ دوں حالانکہ جملہ مہاجرین و انصار
و مسلمانان ابرار انکے گرد و پیش جمع ہوں کیونکر ایسا کر سکتا تھا۔ کیا مجھکو اپنے دین و ایمان میں شک تھا یا اپنی حمیت و خصلت
میں حیران تھا یا اپنی جان آنحضرت سے دریغ کرتا تھا اور خذلان عثمان کا جو تو نے ذکر کیا پس مجھسے زیادہ قریبی رشتہ داروں نے
اور مخذول کیلیے اس مقدمہ میں دو بزرگوں کی پیروی کی اسپر بھی اسکے قتل میں ساعی نہوا بلکہ اہل مروت و دانش کیطرح اسکے
دفع بلا میں گرم رہا اور عائشہ کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسکو اپنے گھر میں رہنے۔ اور پردے

میں بھیجنے کا حکم دیا تھا اس نے چادر شرم و حیا سر سے اتار ڈالی تو ہم نے اسکے ساتھ حتی المقدور اچھا سلوک کیا اور اسکے مکان میں اسے پہنچا دیا اور زیاد کو تیرے نسب سے مینے دور نہیں کیا رسول اللہ نے اسے نفی کیا ہے۔ جبکہ فرمایا الولد للفراش وللعاھر الحجر کہ مولود صاحب فراش یعنی شوہر کا ہوگا اور زنا کار کے لئے سنگ حرمان ہے مدعا یہ کہ زیاد بموجب حدیث شریف رسول اللہ تیرے باپ ابوسفیان زانی کا جائز بیٹا نہیں ہو سکتا ان باتوں کے سوائے معاویہ میں جمیع امور میں تیری خوشی کا خواستگار ہوں۔

عمر عاص کی ابن عباس سے گفتگو

اسپر عمر عاص نے کہا تم خدا کی لئے امیر المومنین یہ کبھی تمہارا دوست نہیں ہو اصرف تیز زبان اس کے منہ میں ہے اسکو جس طرف چاہتا ہے پھیر لیتا ہے اسکی اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے شاعر نے کہا ہے پھر ایک شعر پڑھا۔ ابن عباس نے کہا تم خدا کی اے عمر میں تجھ سے صرف فی اللہ عداوت رکھتا ہوں کبھی اس سے عذر خواہی نا کروں گا تو نے خطبہ میں کہا تھا انا شانی محمد میں محمد کا دشمن ہوں۔ حقتعالے نے قرآن میں نازل کیا ان شانئک ھو الابتر یس تو دین و دنیا میں ابتر دم بریدہ ہے۔ اور شانی محمد یعنی دشمن آنحضرت ہے اسلام و جاہلیت میں حقتعالے فرماتا ہے لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ نہیں پائے گا تو اے محمد ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خدا اور اس کے رسول پر کہ محبت کریں وہ دشمنان خدا و رسول سے۔ پس تو ہمیشہ خدا اور رسولؐ کا دشمن رہا اور رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں جد و جہد کرتا رہا سوار اور پیادے ان سے لڑنے کو لایا تا اینکہ حق تعالے نے آنحضرت کو تجھ پر غلبہ دیا اور تیرے کید و مکر کو تیرے حلقوم کی طرف رد کیا کہ حسرت و یاس اپنی حرکات سے باز رہا مگر رسولؐ اللہ کی وفات بعد آنحضرت کی اہل بیتؑ کی عداوت کو تازہ کیا یہ باتیں محبت معاویہ و آل معاویہ میں تجھ سے ظاہر نہیں ہوئیں بلکہ محض عداوت خدا و رسولؐ سے اور اس سے کہ قدیم سے آل عبد مناف کا بدخواہ رہا ہے صادر ہوئی ہیں اور میری اور تیری مثال شاعر کے اس قول کے موافق ہے ؎

منا ھو لی تذ فاشتم عرضہ ولا ھو لی عبد فابطش بالعبد

عمرو یعنی عمر و عاص براہ خزی و خواری مجھ سے معترض ہوا جس طرح کہ بیابان بے آب و دانہ کی رہنی والی گفتار شیر سرخ رنگ کے ساتھ تعرض کرے وہ میری برابر کا نہیں کہ اسکی بے آبروئی کے درپے ہوں نہ وہ

میرا غلام ہے کہ غلاموں کی طرح اسے جھڑک دوں۔ عمرو عاص نے کچھ بولنا چاہا معاویہ نے اسے منع کیا کہ اے عمرو تو اسکا مرد میدان نہیں عمرو نے اسکو غنیمت جانا اور خاموش ہو گیا ابن عباس نے کہا اے معاویہ اسے بولنے دو خدا کی قسم تمہارے ایسا ذلیل کروں گا اور وہ داغ عیب و عار اسپر لگاؤں گا جو قیامت تک چھوٹے اور بڑے غلام اسکا مدام تذکرہ کریں اور مجالس و محافل میں اس کے گیت گایا کریں معاویہ نے ابن عباس کے منہ پر ہاتھ رکھدیا کہ اے پسر عباس برائے خدا خاموش رہ اسکو اندیشہ ہوا کہ اہل شام یہ فضیحت و رسوائی سنکر کیا کہیں گے ابن عباس کا آخری فقرہ یہ تھا اخسا ایھا العبد وانت مذموم دور ہو اے سگ ناپاک جیسم غلام بحالیکہ تو مذمت کیا گیا ہے اسپر علیحدہ ہوئے ؛

معاویہ کی ابن عباس سے ایک اور چھیڑ چھاڑ

بیچارے کا حضرت معاویہ پر خاتمہ تھا کہ بار بار چھیڑ خانیاں نکالتے اور ناشنیدہ باتیں سنتے انکو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں ابن عباس کے مقابلہ کا مرد میدان نہیں اور حق حقیقی ہمیشہ انکے خلاف ہے مگر سر میں خارش اٹھتی بے اختیار چپ کھائی جی چاہتا چلی صحبت ہو جاتی تو پھر ولولہ پیدا ہوتا اور دو چار صلواتیں سنکر تسلی پاتے۔ یہاں ایک اور انکی رسوائی کی داستان سنئے۔ بحار میں مجالس شیخ مفید رحمتہ اللہ سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ بن عباس ایکبار معاویہ کی مجلس میں داخل ہوئے اس نے کہا اے ابن عباس تم چاہتے تھے کہ منصب خلافت بھی حاصل کرو جیسے نبوت سے اختصاص کہتے ہو قسم خدا کی یہ دونوں کام ایک جگہ جمع نہ ہونگے تمہاری حجت خلافت لوگوں پر مشتبہ رہی تم کہتے ہو کہ اہل بیت نبی ہیں تو خلیفہ بھی ہم ہی ہوں یہ ایک شبہ یعنی کلام شابہ بحق ہے اور اس میں شائبہ عدل و انصاف ہے مگر حق حقیقی اسکے خلاف ہے۔ خلافت قبائل قریش میں رضائے عامہ و شورائے خاصہ سے گردش کرتی رہے گی مجھے ابتک کیونکر کچھ نہ ملا کاش بنی ہاشم ہمارے والی ہوتے تو ہماری دنیا و آخرت کے کام درست ہوتے اگر تم ابتدا میں اس سے علیحدہ رہے جیسا کہ کہتے ہو تو اب اسکے لئے جنگ و جدل نہ کرو قسم خدا کی اے بنی ہاشم اگر تم اسپر قبضہ پالیتے تو امت کے لئے ریح عاد و صاعقہ ثمود سے زیادہ ہلاکت کے باعث ہوتے عبداللہ بن عباس نے انکو جواب میں کہا اے معاویہ تیرا یہ قول کہ ہم استحقاق خلافت میں نبوت سے احتجاج کرتے ہیں سچ ہے نبوت سے استحقاق خلافت نہو تو پھر کس سبب سے ہوگا اور تونے جو کہا کہ نبوت و خلافت ایکجگہ جمع نہیں ہو سکتے

یہ تیرا کلام کلام خدا کے خلاف ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ام یحسدون الناس علیٰ ما اتٰھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتینا ھم ملکا عظیما آیا حسد کرتے ہیں وہ لوگوں پر اور اس کے کہ عطا کیا ہے حق تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے یعنی ہم نے ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا کیا اور دیا ہم نے انکو ملک عظیم بیان مراد کتاب و حکمت سے کتاب و سنت یعنی نبوت ہے اور ملک و بادشاہی سے خلافت پس ہم آل ابراہیم ہیں اور حکومت ہمارے درمیان قیامت تک جاری رہے گی اور تیرا یہ دعوے کہ ہماری حجت مشتبہ ہے ہرگز ایسا نہیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے بڑھ کر نورانی ہے قرآن ہمارے ساتھ اور سنت رسول ہمارے درمیان ہے اور تو خود اچھی طرح ان باتوں سے واقف ہے مگر بھائی و خال و عم کے مارے جانے نے تیری حالت بدل دی پس اے معاویہ تو ستخوانہائے بوسیدہ پر گریہ نہ کر اور ارواح ہالکہ پر کہ جہنم میں داخل ہو چکیں غضبناک نہو جو خون کہ شرک نے بہائے۔ اور کفر نے حلال کئے اور اسلام نے ان کو مباح رکھا ان کا خیال دل میں نہ لا اور یہ کہ ہم کو امت نے مقدم نہ کیا اور ہمارے پیشوا تیا نے پر جمع ہوئے اسکی بابت یہ ہے کہ انھوں نے ہمکو اتنا محروم نہ کیا جس قدر وہ ہمارے خلاف ہو کر خود محروم ہوئے تو اس ملک و بادشاہی پر کہ زائل ہونے والی ہے ہمیں ناز کرتا ہے تجھ سے پہلے فرعون نے ایک عالم پر حکومت کی اور داخل جہنم ہوا اے بنی امیہ تمہاری سلطنت ایک دن ہوگی تو ہماری دو روز ہوگی اور تم ایک مہینے بادشاہی کروگے تو ہم دو مہینے کرینگے۔ علیٰ ھٰذا ایک سال کے مقابلہ میں ہمارے دو سال ہیں اور یہ بات کہ ہماری حکومت ہیچ عاد و صاعقہ ثمود سے بڑھ کر لوگوں کو تباہ کرتی ہے پس قول خدا کی تکذیب کرتا ہے وہ سبحانہ فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کہ ہم نے تجھکو اے محمد عالم کے لوگوں پر رحمت کر کے بھیجا ہے۔ ہم آنحضرتؐ کے قریبی رشتہ دار اور اہل بیت ہیں۔ بڑا عذاب خلائق پر اس وقت تیری سلطنت سے نازل ہوا ہے تیرے بعد تیرے بیٹے کی بادشاہی مسلمانوں کے حق میں ریح عقیم سے زیادہ مہلک آنیوالی ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے ہاتھوں اس کا بدلا لے گا والعاقبۃ للمتقین اور انجام کار پرہیزگار ہی کیلئے ہے

معاویہ اور ابن عباس میں ایک اور جھڑپ

احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ معاویہ اپنی عہد سلطنت میں کوفہ آیا تو کوچے لئے کوفہ سے گذرتا تھا تاگاہ اسکا گذر قریش کے ایک حلقہ کے پاس سے ہوا اسکو دیکھ کر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے

الا ابن عباس نہ اُٹھے معاویہ بولا یا ابن عباس تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے لئے نہ اُٹھے ۔ کیا اسکی وجہ تمہارا وہ غصہ ہے جو جنگ صفین سے تمہارے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے اے پسر عباس اسکا خیال چھوڑ دو کیونکہ میرا ابن عم عثمان بن عفان بظلم قتل ہوا ابن عباس نے کہا کیا کیا جائے ۔ عمر خطاب بھی بظلم قتل ہوا معاویہ نے کہا عمر کو کافر نے مارا ابن عباس نے کہا اور عثمان کو کس نے قتل کیا کہا اُسے مسلمانوں نے مارا ۔ ابن عباس نے کہا تیرا یہ بیان خود تیری حجت کے بطلان پر دلیل واضح ہے ۔ یعنی خود تیرے قول سے اسکو مسلمانوں نے قتل کیا تو وہ البتہ کشتنی وگردن زدنی تھا ۔ اسکا خون طلب نہیں کرنا چاہیے ۔ معاویہ نے قطع کلام کر کے کہا ہمنے تمام قلمرو میں فرمان بھیجکر علی ابن ابیطالب کے ذکر مناقب سے لوگوں کو منع کر دیا ہے یا ابن عباس تم بھی زبان بند رکھو ۔ ابن عباس نے کہا تو ہمکو تلاوت قرآن سے منع کرتا ہے کہا نہیں کہا تو کیا اسکی تفسیر اور تاویل سے باز رکھتا ہے کہا ہاں . . . . ابن عباس نے کہا قرآن پڑھیں اور یہ نہ کہیں کہ حق تعالٰے کی اس سے یہ مراد ہے ۔ پھر کہا زیادہ تاکید کس امر کی ہے آیا قرات قرآن کی یا اسکے بموجب عمل کرنے کی ۔ معاویہ نے کہا تو اسپر عمل کر ابن عباس نے کہا کیونکر عمل کیا جائے جبتک ٹھیک نہ جانیں کہ اس سے مراد خداوندی کیا ہے ۔ کہا اسکی تاویل ان لوگوں سے دریافت کرو جو تیرے اور تیرے اہل بیت کے برخلاف تاویل کرتے ہیں ۔ کہا قرآن میری اہل بیت پر نازل ہوا ہے اسکے معنی آل عثمان سے پوچھنے جائیں اے معاویہ تو ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم خدا کی عبادت بقرآن کریں یعنی جو حلال وحرام اس میں ذکر ہوئے ہیں اُنکے موافق عمل پیرا ہوں ۔

معاویہ نے کہا قرآن پڑھو اور اسکی تفسیر وتاویل کرو الا جس قدر اس سے تمہارے حق میں ہے اُسکی روایت مکرو باقی کی روایت کرو ابن عباس نے کہا حق تعالٰے فرماتا ہے یریدون ان لیطفؤا نور اللّٰہ بافواھھم کہ لوگ نور خدا کو اپنے مونہوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کا کامل کرنیوالا ہے ہرچند کہ مشرک اس سے کراہت کریں ۔ معاویہ نے کہا اے پسر عباس اپنی جان پر رحم کر اور اپنی زبان کو بند رکھو اگر ایسا ہی کرنا ہے تو اس طرح قرآن کے معنی بیان کرو کہ علانیہ اسکو کوئی نہ سُنے ۔ یہ کہکر اپنی قیام گاہ پر گیا اور ایک لاکھ درہم کا جائزہ ابن عباس کو بھیجدیا اور اس طرح اُن کے جوش کو ٹھنڈا کیا ؛

اُسامہ بن زید و عمرو بن عثمان کا تنازعہ اور معاویہ کا فیصلہ

امالی شیخ میں نقل ہوا ہے کہ عمر بن عثمان عفان و اسامہ بن زید کے درمیان ایک باغ دیوار بست پر تکرار ہوا انھوں نے اپنا مقدمہ معاویہ کے سامنے جبکہ وہ مدینہ آیا پیش کیا اور زور زور بولنے اور نزاع کرنے لگے عمر نے کہا تو میرے سامنے بولتا اور چیختا ہے حال آنکہ میرا مولا (آزاد) کردہ ہے اسامہ نے کہا قسم خدا کی میں تیرا مولی نہیں ملکہ تیری قوم و قبیلہ سے ہونا بھی عار جانتا ہوں میرے مولا و آقا صرف حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں۔ عمر بولا لوگو سنتے ہو کہ یہ غلام میرے ساتھ کیا باتیں کرتا ہے اور اس سے کہا اے پسر زن سیاہ کس قدر طغیان تجھ میں بھرا ہے۔ اسامہ نے کہا تیرا طغیان مجھ سے بڑھا ہوا ہے تو میری ماں پر عیب لگاتا ہے۔ حال آنکہ میری ماں رتبہ میں تیری ماں سے زیادہ ہے وہ ام ایمن آزاد کردہ رسولؐ ہے جسکو بارہا آنحضرت نے جنت کی بشارت دی۔ اور میرا باپ تیرے باپ سے بہتر زید بن حارثہ صاحب رسول خدا اور ان کا خلیل و مولی ہے کہ جنگ موتہ میں طاعت خدا و رسول میں قتل ہوا میں خود تیرے باپ پر اور اُن لوگوں پر جو اس سے بہتر تھے یعنی ابوبکر عمر، ابو عبیدہ و دیگر بزرگان مہاجرین و انصار پر امیر رہا ہوں اے پسر عثمان تو مجھ پر کس بات میں فخر کرتا ہے عمر نے کہا اے جماعت حاضرین سنتے ہو کہ یہ غلام کس طرح میرا مقابلہ کر رہا ہے پس مروان اٹھا اور عمر کے پہلو میں آ بیٹھا اُدھر حسن مجتبیٰ اٹھے اور اسامہ کی برابر بیٹھے پس سعید بن عاص مروان کے پہلو میں بحمایت عمر آ بیٹھا اور عبد اللہ بن جعفر امام حسنؑ کے ساتھ آکر بیٹھ گئے معاویہ نے دیکھا کہ بنی امیہ و بنی ہاشم دو فریق ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے اسکو اندیشہ ہوا کہ تو کہیں جوش میں کہیں فتنہ و فساد نہ قایم ہو جائے۔ بولا اس باغ کی نسبت میں ذاتی علم رکھتا ہوں انھوں نے کہا اپنے ذاتی علم پر فیصلہ کرو ہم دو فریق اسپر رضا مند ہیں۔ کہا شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ نے یہ باغ اسامہ بن زید کو دیا تھا۔ اٹھو اے اسامہ اور اپنے باغ پر قابض ہو خدا تجھ کو مبارک کرے۔

اسامہ اور بنی ہاشم معاویہ کو دعا دیتے اٹھ کھڑے ہوئے مگر عمر بن عثمان جل گیا اور معاویہ سے کہنے لگا خدا تجھ کو رحم و قرابت سے جزائے خیر نہ دے تو نے میری بھلائی نہ چاہی۔ ہمارے دعوے کی تکذیب کی اور حجت کو باطل کیا دشمن سے ہم پر شماتت کرائی۔ معاویہ نے کہا وائے ہو تجھ پر اے عمر میں نے ان جوانان بنی ہاشم کو دیکھا اُن کی آنکھیں روز صفین کے خودوں کے نیچے چمکتے یاد آئیں تو قریب تھا کہ میرے ہوش و حواس پرواز کر جائیں میں ان لوگوں سے ابھی بے خطر ہوں جبکہ انھوں نے تیرے باپ کے ساتھ وہ کچھ کیا۔ میری جان لینے کی فکر میں تھے تا اینکہ خطب جلیل و جنگ عظیم کے بعد اُن کا ممنون رہا ہوا

جاکر ہم تیرے اس باغ سے بہتر تجھکو دیدینگے انشاء اللہ راوی کہتا ہے کہ آپ نے بعد اسکے خراسان کا صوبہ دار بنادیا تھا

صعصعہ بن صوحان کا معاویہ کو دندان شکن جواب

معاویہ نے ایکروز مسجد جامع دمشق میں خطبہ کہا اس وقت ملک شام میں وفد سے جمع ہوئے تھے علماء قریش وخطباء ربیعہ واشراف وملوک یمن زیر منبر جمع تھے۔ معاویہ نے کہا اللہ تعالٰے نے اپنے خلفاء کا اکرام کیا جنت کو ان کے لئے واجب فرمایا اور جہنم سے رہائی بخشی۔ شکر ہے کہ مجھکو ان میں سے ایک کیا اور اہل شام کو میرا معین و مددگار بنایا کہ حرام خدا کے نگہبان اور ظفر خدا سے تائید یافتہ اور دشمنان خدا پر خشمند ہیں اہل عراق سے احنف بن قیس مع صعصعہ بن صوحان اس وقت حاضر مسجد تھے احنف نے صعصعہ سے کہا تو اس مہم کو کفایت کرے گا یا میں ہی اٹھوں اس نے کہا نہیں تمہاری ضرورت نہیں میں اسکے لئے کافی ہوں پس صعصعہ اٹھے اور کہا یا ابن ابی سفیان تو نے کلام کیا اور داد بلاغت دی یعنی اپنے مدعا حاصل کرنے میں کمی اور کوتاہی نہیں کی مگر تجھے معلوم ہے کہ ہماری مرضی سے تمہارا والی نہیں ہوا بقہر و جبر ہم پر قبضہ پایا۔ بطریق ناحق ہم سے سلوک ہوتا۔ اسباب دنیا سے ہم پر فضیلت و فوقیت طلب کرتا ہے اور اہل شام پر تیرا اترانا اور فخر کرنا فما رأیت اطوع لمخلوق واعصے لخالق منہم میں نے انسے زیادہ مخلوق کا اطاعت گزار و خالق کا نافرمان دوسرا نہیں دیکھا تو نے مال دنیا دیکر انکا دین وایمان جسم وجان خرید کیا ہے دیتا رہے گا تو تیری اطاعت کرینگے مددگار رہیں گے نہ دیگا تو تیری نصرت سے دست بردار ہو جائیں گے معاویہ نے کہا خاموش اے پسر صوحان قسم خدا کی اگر میں اپنے غیظ و غضب کو بحلم و کرم ضبط نکروں تو تجھ جیسوں کو میرے سامنے بولنے کا مقدور نہیں صعصعہ بیٹھ گئے معاویہ یہ شعر پڑھتا ہوا منبر سے اترا ؎

قبلت جاھلہم حلما ومکرمۃ   والحلم عن قدرۃ فضل من الکرم

میں جاہلوں کی باتیں حلم و کرم سے سن لیتا ہوں اور قدرت کے باوجود ضبط کرنا بڑی کریمی ہے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ صعصعہ بن صوحان معاویہ کے لئے بلائے بے درمان تھے بھری محفل میں نہ چوکتے اور بے تکلف اسکو ذلیل کر ڈالتے۔ حکایت مذکورہ کی مثل ایک دوسرے موقع پر آپ اسی مسجد جامع میں خطبہ کہہ رہے تھے کہ آپکے ایک دگوز صادر ہوئے یہ بیحیائی دیکھ کر حاضرین پریشان ہوئے آپ چالاک تو تھے ہی مضمون خطبہ کو دہیں چھوڑا اور ایک اور راگ یہ الاپنا شروع کیا کہ حمد وثنا ناتمام ہی ہے اس خدائے عزوجل کے لئے جس نے ہمارے

بدان میں ارواح اور ریاح پیدا کیں اور ان کے خروج کو باعث راحت و آرام نفوس بنایا صعصعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے فی الحقیقۃ خروج ریاح باعث سرور و راحت ہے الا ادرسالھا فی الکنائف سنۃ وعلی المنابر بدعۃ مگر ان کا چھوڑنا بیت الخلاؤں میں سنت ہے اور منبروں پر یہ حرکت صادر کرنی بدعت ہے اٹھو اے اہل شام فقد خرا امیرکم کہ تمہارے امیر نے منبر پر ہگ دیا۔

دیگر بحار میں اختصاص شیخ مفید علیہ الرحمۃ سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ کے پاس عراق سے وفد گیا تو اہل کوفہ سے عدی بن حاتم اور بصرہ سے احنف بن قیس وصعصعہ بن صوحان اسمیں شامل تھے عمر عاص نے اس سے کہا یہ لوگ مردان عالم شجاعان جہاں وشیعیان علی ہیں اسکے ساتھ ہو کر جمل وصفین میں جنگ کر چکے ہیں انسے ڈرتے رہنا پس معاویہ نے ہر ایک کے لئے ایک منزل شریف مقرر کی اور بڑے تپاک سے انکا استقبال کیا دربار میں داخل ہوئے تو کہا اھلاً وسہلاً ومرحبا تم ارض مقدس محل انبیاء ورسل وجائے حشر نشر میں داخل ہوئے اسپر صعصعہ بولے۔ راوی کہتا ہے وکان من احضر الناس جوابا آپ حاضر جوابی میں اپنا مثل ونظیر نہ رکھتے تھے اور کہا اے معاویہ تیرا یہ کہنا کہ یہ زمین انبیاء ورسل کی ہے تو جس قدر اس میں اہل شقاق ونفاق وکفار گذرے ہیں اور جتنے فراعنہ وجابرہ یہاں ہوئے ہیں انکی تعداد نبیوں اور رسولوں سے بہت زیادہ ہے اور یہ کہنا کہ ارض حشر ونشر ہے۔ مومن کو محشر کا دور ہونا ضرر رساں نہیں جیسا کہ منافق کو اسکا نزدیک ہونا فائدہ نہیں دیتا معاویہ نے یہاں یہ اور ایک فقرہ بھی بے جوڑ کہا کہ اگر تمام خلقت ابوسفیان کی پشت سے پیدا ہوتی تو سب کے سب عقلمند دانا صاحب رشد وتمیز ہوتے صعصعہ نے اسکے جواب میں کہا۔ تمام آدمی اس شخص کی پشت سے وجود میں آئے جو ابوسفیان سے بدرجہا بہتر تھے۔ پھر بھی ان میں فاسق احمق مجنون دیوانے پیدا ہوئے وہ آدم ابو البشر ہیں کہ ابوسفیان ان کے خاک پا کی برابر نہیں تھا معاویہ خجل ہو کر خاموش ہو گیا۔

جاریہ بن قدامہ اور معاویہ کی دلچسپ سوال و جواب

حارثہ بن قدامہ سعدی معاویہ کے پاس آیا اس وقت اسکے پاس احنف بن قیس وحباب مجاشعی تخت پر بیٹھے تھے۔ یہ شخص اپنی قوم وقبیلہ میں شرفا ورمعاویہ سے تھا معاویہ نے کہا تو کون ہے کہا حارثہ بن قدامہ معاویہ نے کہا تو کہانسے ہو سکتا ہے تو تو ایک بھوری کیڑی کی مانند ہے حارثہ نے کہا تونے

یہ کیا کہا مجھکو بھوڑے تشبیہ دی وہ بھی بھی اچھی چیز ہے خشن خار سے خالی منہ بھٹکارنے والی برخلاف اسکے
کے معاویہ اس کتیا کو کہتے ہیں جو کتوں کو دیکھ کر بھونکے اور سامیہ دراصل امۃ (کنیز) کی تصغیر ہے۔ معاویہ
نے کہا خاموش ہو۔ حارثہ نے کہا تو نہ بولے گا تو میں بھی خاموش رہوں گا یہ جوابہائے شافی پاکر معاویہ کا رنگ
بدل گیا از راہ شفقت بولے میرے پاس تخت پر آکر بیٹھو۔ حارثہ نے کہا ان دونوں نے آگے ہی تجھپر جگہ تنگ کر
رکھی ہے میں انکو بھیں کیونکر دخل دیں کہا اچھا نزدیک ہو تیرے کان میں بات کہوں۔ کان پاس کیا تو فرمایا
میں نے ان دونوں کا دین خرید لیا ہے۔ حارثہ نے کہا میرا دین بھی خریدے کہا خاموش یہ روایت شیخ مفید
علیہ الرحمۃ کی ہے مستطرفہ میں اسکو اور طرح پر نقل کیا ہے وہاں حارثہ نہیں جاریہ بن قدامہ ذکر ہوا ہے
بہت ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی ہو کہ جاریہ کو حارثہ لکھ گئے چنانچہ میں نے اسی لئے عنوان میں جاریہ ہی درج
کیا ہے۔ غرض لکھتے ہیں کہ معاویہ جاریہ نام معلوم کر کے بولا تو اپنی قوم کے نزدیک بہت ہی ذلیل شخص ہے کہ انھوں
نے تیرا نام جاریہ (کنیز) رکھا اسنے کہا تو اپنے کنبہ میں مجھ سے بھی ذلیل تر تھا کہ تیرا نام معاویہ کہا۔ جو مادہ
سگ یعنی کتیا کا نام ہے۔ معاویہ نے کہا اسکت لا ام لک خاموش ہو لے بے مادر جاریہ نے کہا کہ میری
ماں ہوتی تو تو کیونکر پیدا ہوتا۔ قسم خدا کی وہ قلوب جنسے ہم تیرے ساتھ جنگ آور ہوئے ہنوز ہمارے پہلوؤں میں جگہ
ہیں اور وہ تلواریں ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ تو نے شجاعت سے ہمکو ہلاک نہیں کیا نہ قہر و غلبہ فتحیاب ہوا ہے
ایک عہد و میثاق کے ساتھ ہم سے صلح کی ہے اسکو وفا کرے گا تو ہم بھی وفا کریں گے۔ کوئی دوسرا ارادہ
ہے تو ہماری پشت پر مردان شجاع و بہادر و سنانہائے تیز موجود ہیں۔ معاویہ نے کہا لا اکثر اللہ
مثلک فی الناس خدا کرے تجھ جیسے دنیا میں کمتر ہوں۔

تاریخ الخلفاء میں بھی یہ روایت ذکر ہوئی ہے مگر ایک اور رنگ سے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ جاریہ مذکور
معاویہ کے پاس داخل ہوا وہ اُسے دیکھ کر بولا تو وہی ہے کہ علی ابن ابیطالب کی ہمراہی میں ساعی و سرگرم تھا
آتش فتنہ و فساد روشن کرتا گاؤں گاؤں عرب کی خون ریزی کرتا پھرتا تھا جاریہ نے کہا اے معاویہ
اب علی کے ذکر کو چھوڑ دو ہم نے ان کے ساتھ دوستی کر کے عداوت نہیں کی اور نظروں کے بعد غش و دغل
ہم سے ظاہر نہیں ہوا کہا وائے ہو تیرے اوپر اے جاریہ تو اپنے اہل کے نزدیک کسقدر حقیر و خفیف تھا
کہ تیرا نام انھوں نے جاریہ رکھا اسکے بعد ان کے درمیان وہی جواب و سوال ہوئے جو دو روایت مذکورہ
بالا میں ذکر ہوئے آخر میں ہے کہ اُسنے کہا اے معاویہ تیرا کچھ اور ارادہ ہے تو ہم اپنے پیچھے مردان بلند

قباحت وجدرہ ملے شدید ومنا ہمارے تیز وتند جھونکے ہیں تو ہمارے ساتھ غدر وبیوفائی کرے گا تو ہم بھی تجھ سے جنگ وجہاد کے لئے تیار ہیں:

معاویہ وشریک بن اعور

مکر رفکر ہوا کہ معاویہ کو لوگوں میں عیب نکال کر اپنے عیب نکلوانیکا مرض تھا ایسے ہی ایک موقعہ پر اسنے شریک بن اعور کو چھیڑا کہ تو ذمیم یعنی بھونڈی شکل کا ہے اور صاحب جمال ذمیم (بدنُما) سے بہتر ہوتا ہے۔ نیز تیرا نام شریک ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں اور تیرا باپ اعور (کانا) تھا اور دونوں آنکھوں والا اکچشم سے بہتر ہوتا ہے تجھے اپنی قوم کی سرداری کیونکر ملی۔ شریک بھی زبان آور حاضر جواب تھا بولا تو معاویہ ہے اور معاویہ وہ کتیا ہے کہ خود بھونکے اور کتوں کو بھونکا دے اور پسر صخر (سنگ سخت) ہے اور سہل سنگ سے بہتر ہے نیز تیرے باپ کا باپ حرب تھا اور صلح حرب (جنگ) سے بہتر ہے اور تیرا پردادا امیہ تھا جو امۃ یعنی کنیز کی تصغیر ہے فکیف صرت امیر المومنین تو امیر المومنین کس طرح بنگیا۔

لطیفہ۔ نیز تاریخ الخلفاء میں ہے کہ خریم بن فاتک کی سا تھا رہا کھلی دیکھ کر آپ نے کہا لو کانت ھاتان الساقان لامرأۃ دو ساق یا تمہاری بہت خوبصورت ہیں کاش کسی عورت کی ہوتیں اس نے بے دھڑک کہا فی مثل عجیزتک یا امیر المومنین اے امیر اس کے ساتھ چوتڑ تمہارے جیسے ہوتے۔ از بسکہ آپ کی سرین فربہ اور بھاری تھی تو اسنے یہ پھبتی کہی۔ معاویہ خاموش ہو گئے

دیگر۔ ایک شخص نے رو در رو کہا اے امیر تمہاری مقعد تمہاری اماں ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے اسفل سے بہت مشابہ ہے شرمگاہ کے ساتھ مادر گرامی کا نام سنکر افروختہ ہو جاتے یہ تو کہا بولے ذاک الذی اعجب اباسفیان انکی ایسی ہی مقعد پر تو ابوسفیان فریفتہ تھا۔ مستطرف۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر ایک اور گرما گرم حکایت سنئے اور آپ کی حیا وغیرت کی داد دیجئے کہ اپنی حرم (زن مدخولہ) کے ساتھ غیر مرد کو غٹ پٹ دیکھتے ہیں اور اخفا کی وصیت کر کے اسکو چھوڑ دیتے ہیں اسی مستطرف فی کل فن مستظرف کے صفحہ ۱۵۲ سطر ۱۰ مطبوعہ مصر پر لکھا ہے کہ ایکمرتبہ ہاتھی شہر دمشق میں لایا گیا لوگ اسکے دیکھنے کو جمع ہو گئے۔ امیر صاحب بھی کسی بلند مقام پر چڑھ کر تماشا دیکھنے لگے۔ اسی تماشبینی میں مصروف تھے کہ ناگہاں آپ کی نظر اپنے قصر کے ایک حجرہ پر جا پڑی اسمیں ایک مرد کو اپنے حرم کے ساتھ دیکھا

وہاں سے آکر درِ حجرہ پر دق الباب کیا چار ناچار دروازہ کھولا گیا تو اس مرد اپنے رقیب کو دیکھ کر بولے اے شخص میرے ہی محل میں۔ میرے ہی ہاتھ سے میری ہتک حرمت کرتا ہے اس وقت میرے قبضہ قدرت میں ہے بتلا کہ کیا باعث اسکا ہوا وہ بہوت وحیران رہ گیا بولا تمہارے تحمل وبرداشت کے بھروسہ پر مجھ سے ایسا سرزد ہوا فرمایا اگر گناہ تیرا معاف کردوں تو تو اس پردہ دری کو چھپائے گا کہا ہاں چھپاؤں گا اسپر اسکو معاف کردیا وہ وہاں سے چلتا پھرتا نظر آیا صاحب کتاب کہ اس واقعہ کو آپ کے فضائل میں شمار کرتے ہیں اسکی نقل کے بعد لکھتے ہیں وھذا من الحلم الواسع ان یطلب الستر من الجانی کہ یہ علم فراخ سے ہے کہ جرم کرنے والے سے اسکے چھپانے کی درخواست کی جائے راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ مصنف کی خام خیالی ہے معاویہ نے اسکو اسکے جرم کے چھپانے کی نہیں خود اپنے ننگ وناموس کو جو اس نے خاک میں ملایا اسکے چھپانے کی استدعا کی اس لئے ان کا یہ فعل بجائے علم واسع ہونے کے پرلے سرے کی بیحیائی اور کمال بے غیرتی تھا ولا حول ولا قوۃ۔

معاویہ وسعد بن ابی وقاص

مروی ہے کہ معاویہ شام سے حج کو آیا تو زیارت روضہ رسول اللہ کی خاطر مدینہ آیا دوران قیام مدینہ میں ایکمرتبہ سعد وقاص اس سے ملنے گیا اس نے اپنے جلیسوں کو کہہ رکھا تھا کہ سعد آئے تو علی ابن ابی طالب کی مذمت کرنے لگنا اجازت ہوئی اور سعد اندر آکر معاویہ کے پاس تخت پر بیٹھے تو ان ملاعین نے سبِ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ شروع کی۔ راوی کہتا ہے کہ ان کی بیباتیں سنکر سعد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے معاویہ نے کہا اے سعد کیوں روتے ہو کیا اس لئے کہ تمہارے بھائی عثمان کے قاتل کی مذمت کی گئی۔ سعد نے کہا قسم خدا کی میرے آنسو جاری ہونے کے وجوہ ہیں ایک ان سے یہ ہے کہ ہم مکہ سے ہجرت کرکے مدینے آئے تو اس مسجد (یعنی مسجد رسول اللہ) میں نزول کیا یہیں رات کو سوتے اور اسی میں دن کو آرام کرتے۔ یہاں تک کہ ہمکو یہاں سے نکلنے کا حکم دیا گیا۔ الا علیؑ ابن ابیطالب کہ ان کا قیام بدستور یہیں رہا۔ ہمکو یہ امر ناگوار ہوا اور رعب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ مانع تھا کہ آپ سے اسکا سبب دریافت کریں پس بی بی عائشہ کے پاس گئے اور کہا یا ام المومنین ہمکو بھی وہی حق صحابیت حاصل ہے جو علیؑ کو ہے ہمنے بھی ایسی ہی ہجرت کی جیسی علی نے کی پھر کیا

وجہ ہے کہ مجھکو مسجد سے نکالا گیا وہ رہنے دیے گئے نہ معلوم کہ ناخوشی خدا اسکا باعث ہے یا ناخوشی رسول تم اسکا تذکرہ آنحضرت سے کرو کیونکہ مجھکو آپ کی ہیبت مانع ہے انھوں نے ذکر کیا تو رسول اللہ نے فرمایا اے عائشہ واللہ کہ میں نے ان کو نہیں نکالا اور نہ میں نے علیؑ کو وہاں رہنے کی اجازت دی بلکہ حق تعالیٰ نے ان کو نکلنے کا حکم دیا اور علیؑ کو رہنے کا۔

دوسرے جنگ خیبر کو گئے اور وہاں سے واپس آئے تو جناب رسولخدا نے کہا اب نشان لشکر اس شخص کو دوں گا جو اللہ و رسول کو دوست رکھے اور اللہ و رسول اُسے دوست رکھیں یہ کہہ کر علیؑ کو بلایا حالانکہ انکی آنکھیں دکھتی تھیں انکو علم لشکر عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے وہ غزوہ آپ کے ہاتھ پر فتح کیا۔

تیسرے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمرکاب جنگ تبوک کو گئے تو علیؑ وداع کے لیے ثنیۃ الوداع تک ہمراہ گئے اور رخصت کے وقت رونے لگے فرمایا اے علی روتے کیوں ہو عرض کی کیونکر نہ روؤں جب سے حق تعالیٰ نے آپکو مبعوث بہ نبوت کیا میں کسی غزوہ میں ہمرکابی سے محروم نہیں رہا کیا بات ہے کہ اس دفعہ آپ مجھکو مدینہ میں چھوڑے جاتے ہیں رسول اللہ نے ارشاد کیا اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اے علیؑ تم راضی نہیں کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون نبی کے ہو موسیٰ سے بجز اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا علیؑ نے کہا رضیت میں راضی ہوا

احنف بن قیس و معاویہ

مستطرف میں عقد الفرید سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ بیٹھا تھا اور امراء و روسا اس کے پاس حاضر تھے اسوقت ایک مرد اہل شام سے وہاں آیا اور بے ساختہ بولا لعن اللہ علیا حاضرین نے یہ سنکر اپنے سر جھکا لئے۔ احنف بھی اسمیں تھا بولا اے امیر اگر یہ قائل جانے کہ تو چاہتا ہے مرسلین پر لعنت کرنے سے خوش ہوتا ہے تو انپر لعن کرنے سے بھی دریغ نہ کرے پس خدا سے ڈر اور علیؑ کی مذمت کو ترک کر بتحقیق کہ انھوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی اور سب سے جدا ہو کر گوشہ قبر میں آرام لیا اب وہ ہیں اور ان کے اعمال۔ قسم خدا کی وہ سبقت اسلام میں کرتے تھے۔ پاک دامن مبارک نفس حق مصائب کے جھیلنے والے تھے معاویہ نے کہا تیری آنکھ میں قذی ہے واللہ کہ اے احنف تجھکو منبر پر جا کر طوعاً و کرہاً علی پر لعن کرنی ہو گی احنف نے کہا مجھ کو اس سے معاف ہی رکھے تو بہتر ہے اور جبر کرتا ہے تو قسم خدا کی تجھکو ان سے کبھی شفی نہ ہو سکے گا۔ معاویہ نے کہا تو کیا کہے گا کہا میں حمد خدا

صلوات بر محمد مصطفیٰ کہونگا پھر کہوں گا کہ امیر المومنین معاویہ نے مجھے علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے آگاہ رہو کہ علی ومعاویہ میں اختلاف ہوا اور نوبت لڑائی تک پہنچی ہر ایک نے دعوےٰ کیا کہ دوسرے نے مجھ سے بغاوت کی۔ ایہا الناس میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہنا رحمت خدا ہو تم پر پھر کہوں گا اللھم العن انت وملائکتک و انبیائک وجمیع خلقک الباغی منہما علی صاحبہ والعن الفئۃ الباغیۃ فآمنو رحمکم اللہ خداوندا تو لعنت کر اور جمیع فرشتے اور تیرے نبی اور تمام مخلوقات تیری لعنت کریں اس پر جس نے ان دونوں سے دوسرے پر بغاوت کی ہو۔ اور لعنت کر گروہ باغی پر آمین کہو لے جماعۃ حاضرین رحمت خدا ہو تم پر لے معاویہ میں ایک حرف اس سے زیادہ نہ لکھونگا۔ کم خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ جاتی رہے معاویہ نے کہا تو میں تجھے معاف رکھتا ہوں۔

عقیل بن ابیطالب ومعاویہ

نیز مستطرف میں ہے کہ معاویہ نے عقیل سے کہا۔ علی نے تجھ سے قطع رحم کیا اور میں نے وصل کیا میں راضی نہ ہونگا جبتک تو سر منبر اس پر لعنت نہ کرے گا کہا اچھا پس عقیل منبر پر گئے اور حمد وثنائے خدا کے بعد کہا کہ لوگو معاویہ مجھے کہتا ہے کہ علی پر لعنت کر۔ پس لعنت کرو اسکو لعنت خدا و ملائکہ وجمیع خلائق کی اس پر ہو یہ کہکر منبر سے اترے معاویہ نے کہا لے عقیل تم نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہم دونوں میں مراد تمہاری کون ہے۔ کہا قسم خدا کی میں اس سے ایک حرف زیادہ نہ کہونگا۔

احنف ومعاویہ

معاویہ نے ایک روز اپنے خطبہ میں کہا اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وان من شئی الا وعندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ کوئی شے نہیں الا یہ کہ ہمارے پاس اسکے خزانے موجود ہیں۔ اور ہم مقدار معین میں یعنی تھوڑا تھوڑا اسکو نازل کرتے ہیں۔ جب خدائے تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے تو پھر کس لئے تم مجھے ملامت کرتے ہو جب میں تمہاری عطایا میں کمی کرتا ہوں احنف نے یہ سنا تو کہا قسم خدا کی ہم تجھ پر ملامت نہیں کرتے جو خزائن خدا میں جمع ہے بلکہ اس پر کرتے ہیں جو وہ سبحانہ اپنے خزانوں سے ہمارے لئے نازل کرچکا ہے اور تو نے اسکو اپنے خزانوں میں بند کر چھوڑا ہے اور ہمارے اور اس کے

درمیان حائل ہو رہا ہے:

معاویہ کی بنی ہاشم کے بارے میں زباں درازی و ابن عباس کا مسکت جواب

ایکمرتبہ بنی ہاشم معاویہ کے پاس جمع تھے کہنے لگا اے بنی ہاشم میری بخشش تمپر جاری ہے باز نہیں رہتی اور میرا دروازہ تمہارے سامنے کھلا ہے بند نہیں ہوتا مگر میں اپنی اور تمہاری عجیب حالت پاتا ہوں تمہارے نزدیک جو کچھ میرے پاس ہے سب تمہارا مال ہے جب بنظر ادا ء حقوق کچھ تمکو دیتا ہوں تو کہتے ہو کہ ہمارے حق سے کمتر دیا میں میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی شے چھین لی اس سے وہ کسی مدح اور شکر کا مستحق نہیں ہوتا۔ یہ تمہارا منصفانہ کلام ہے زیادتی پر آؤ تو جو چاہو کہو عبد اللہ بن عباس نے کہا قسم خدا کی تو ہمکو کچھ نہیں دیتا جبتک ہم سوال نہیں کرتے اور اپنا دروازہ ہم پر نہیں کھولتا جبتک ہم اُسکو نہیں کھٹکھٹاتے تو اپنی عطا اور بخشش ہم سے بند کرے عطا و بخشش خدا اس سے فراخ تر ہے اپنا دروازہ ہم پر بند کرے تو تیرے پاس نہ آئیں گے مگر یاد رہے کہ اس مال میں ترا اسی قدر حصہ ہے جتنا کہ کسی ایک مرد مسلمان کا اس میں ہمارا حق ہوتا تو کوئی پیادہ یا سوار ہم سے تیرے پاس نہ آتا۔

پھر کہا اے معاویہ اتنا کہنا تیرے لئے کافی ہوا یا کچھ اور کہوں معاویہ نے کہا بس کر اے ابن عباس اسی قدر مجھکو کافی ہے از مستطرف۔

انصار اور معاویہ

ایکروز آپنے خطبہ کہا ایہا الناس حقتعالے نے قریش پر قرآن میں تین جگہ تحیہ بھیجا یعنی بھلائی سے یاد کیا ایکجگہ فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین انذار کرو اور خوف دلاؤ تم اپنے قبیلے کے نزدیکترین کو ہم اُن کے کنبہ کے قریب ترین ہیں دوسرے مقام پر ارشاد ہے وانہ لذکر لک ولقومک یعنی کہ یہ یاد دہانی ہے تیرے لئے اور تیری قوم کے واسطے ہم انکی قوم ہیں ایک اور جگہ فرمایا لایلٰف قریش واسطے الفت دینے قریش کے ہم قریش ہیں اسپر انصار سے ایک شخص اٹھا اور کہا اے معاویہ ذرا ٹھیرو اور میری گذارش سنو حقتعالے فرماتا ہے وکذب بہ قومک وھو الحق تکذیب کی اسکی تیری قوم نے حالانکہ وہ حق الامر ہے اور تم انکی قوم ہو نیز ارشاد خدا وندی ہے ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا

قومك منه يصدون جبکہ مثال بیان کی پسر مریم نے تو اے محمدؐ تیری قوم اس سے روگردانی کرتی تھی اور تم انکی قوم ہو نیز اس نے فرمایا وقال الرسول اللہ یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً یعنی رسولؐ نے کہا اے پروردگار میرے چھوڑ دیا اس قرآن کو میری قوم نے اسکے بعد انصار نے کہا تم انحضرؐ کے تم ہو جنھوں نے قرآن کو مہجور اور ترک کیا۔ پھر کہا یہ تین باتیں تیری تین کی جواب ہیں زیادہ اگر کہتا تو ان کا جواب سنتا۔

معاویہ کا ایک مرد یمنی نے ناطقہ بند کر دیا

ایک شخص باشندہ یمن کے ساتھ معاویہ کا سوال و جواب ہوا کہنے لگے کہ یمنی تمہاری قوم کیسی جاہل کہ ایک عورت کو فرمانروا بنا رکھا تھا اس نے برجستہ کہا کہ تمہاری قوم ان سے جاہل تر تھی کہ رسول اللہ انکو بطرف حق دعوت کیا تو انھوں نے کہا اللهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علینا حجارة من السماء خداوندا یہ امر جو پیغمبر اپنی تیری طرف سے لایا ہے یعنی امامت و خلافت امیرالمومنین اگر یہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم اسکو قبول کرنے کو تیار نہیں ہم پر آسمان سے پتھر برسا یہ قصہ حارث بن نعمان فہری ہے اسکو عداوت جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اس قدر لاچار کیا تھا کہ بمقابلہ آنحضرت کی خلافت امیر انکے اوپر پتھر برسنے کی دعا کی خداے تعالے نے دعا اس شقی ازلی کی قبول کی آسمان سے پتھر گرا اور وہ واصل جہنم ہوا چنانچہ قرآن شریف کی سورہ سال سائل بعذاب واقع الخ میں اسکا ذکر ہے۔

قیس بن سعد عبادہ کا معاویہ کو مسکت جواب

احتجاج میں ہے کہ معاویہ حج کو آیا تو مدینہ بھی آیا اہل مدینہ اسکے استقبال کو نکلے مگر استقبال کرنے والوں میں بیش ہی قریش تھے دوسرا کوئی نتھا منزل پر پہنچا تو کہا انصار کو کیا ہوا کہ کوئی ان سے میرے استقبال کو نہ آیا کسی نے کہا وہ مفلس ہیں سواری نہیں رکھتے کہا کیا شتران آبکش بھی نہ تھے انہی پر سوار ہو کر چلے آتے قیس بن سعد عبادہ رئیس انصار اور رئیس زادہ ان کا حاضر تھا بولا انھوں نے شتران آبکش جدر وا وغزوات رسول اللہ میں ہلاک کر دئے جبکہ تجھ سے اور تیرے باپ سے حمیت اسلام پر لڑتے تھے حتی کہ امر خدا ظاہر ہو کر رہا حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے تھے۔ معاویہ یہ سنکر دم بخود ہو گیا

قیس نے پھر کہا کہ رسول اللہ نے ہمکو خبر دی ہے کہ آنحضرت کے بعد ہمکو مصیبتیں پیش آئیں گی معاویہ نے کہا تو اس وقت کے لئے تمکو کیا حکم دیا ہے۔ کہا امر کیا ہے کہ صبر کرنا جبتک کہ آنحضرت سے ملاقات ہو معاویہ نے کہا تو صبر کرو

امام حسنؑ نے درخواست رشتہ یزید کو حقارت سے ٹھکرا دیا

بحار میں بعض کتب مناقب قدیمہ سے نقل ہوا ہے کہ معاویہ نے اپنے عامل مروان بن حکم کو لکھا کہ عبد اللہ بن جعفرؓ کی دختر کا یزید کے لئے خطبہ کرے بدیں شرح کہ اسکے باپ کو اختیار ہے جسقدر چاہے مہر مقرر کرے نیز اسکا قرضہ جو کچھ ہو گا چکا دیا جائے گا اور بڑا فائدہ اس رشتہ سے یہ ہو گا کہ قبیلہ بنی امیہ و بنی ہاشم میں جو قدیم سے عداوت چلی آتی ہے دور ہو کر صورت مصالحت و یگانگت پیدا ہو جائے گی مروان نے عبد اللہ کو بلا کر یہ مضمون اُن سے بیان کیا اُنھوں نے کہا ہماری لڑکیوں کا اختیار امام حسنؑ کو ہے ان سے درخواست کرو مروان نے حاضر خدمت حسن مجتبیٰؑ ہو کر یہ سوال پیش کیا حضرتؑ نے فرمایا جن جن لوگوں کو چاہو بلوالو۔ مروان نے دو نو قبیلوں کے چیدہ اشخاص کو طلب کیا جمع ہو گئے تو حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا امابعد امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان نے مجھے امر کیا ہے کہ دختر عبد اللہ بن جعفر کی اس کے بیٹے یزید کے لئے درخواست کروں اس شرط سے کہ اسکا باپ جس قدر چاہے اسکا مہر مقرر کرے قبول ہو گا نیز اسکا تمام قرضہ جو کچھ اسکے ذمہ ہے سب ادا کر دیا جائیگا اور بڑی مصلحت اس وصلت میں یہ ہے کہ دو قبیلوں میں جو عداوت ہے رفع ہو کر صلح و سلوک ہو جائے گا پھر کہا آگاہ ہو کہ یزید بن معاویہ وہ کفو ہے کہ کوئی اسکا ہمسر نہیں و لعمری لمن یغبطکم بیزید اکثر ممن یغبط یزید بکم و یزید ممن یستسقی الغمام لوجھہ اور مجھکو اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید پر تمہاری قرابت کی وجہ سے اس قدر غبطہ نہ ہو گا جتنا کہ تم پر یزید کی خویشی سے غبطہ کیا جائے گا اور یزید وہ شخص ہے کہ جس کی وجہ سے بادلوں سے بارش طلب کی جائے اسپر کلام کو تمام کیا اسکے بعد امام حسنؑ اُٹھے اور حمد و ثنائے خدا کے بعد کہا اے مروان تو نے جو کہا کہ مہر جو اسکا باپ کہے منظور ہے تو ہم اپنی لڑکیوں کا وہی مہر مقرر کرتے ہیں جو رسول خداؐ نے اپنی ازواج و دختران کا کیا اس سے تجاوز

غبطہ۔ دوسرے کی خوشحالی دیکھکر اسکی آرزو کرنا بغیر اسکے کہ اس سے اس کے زوال کی خواہش کی جائے بخلاف حسد کے جسکے معنی اپنے لئے حصول نعمت کی تمنا کے ساتھ دوسرے سے اسکا زوال بھی ملحوظ ہوتا ہے ۱۲ منہ

نہیں کرتے اور انکے باپ کے قرضوں کا ادا کرنا تو کب ایسا ہوا ہے کہ ہماری لڑکیوں نے ہمارے دیُون کو ادا کیا
ہو اور دو قبیلوں کی باہمی مصالحت تو ہماری عداوت تمہارے ساتھ للہ اور فی اللہ ہو دنیا کے واسطے صلح ہوگی اور تیرا
یہ کہنا کہ اس قرابت سے ہم پر غبطہ زیادہ ہوگا بہ نسبت اسکے کہ یزید پر اس سے غبطہ کیا جائے تو اگر خلافت نبوت سے بڑھ
جائے تو ایسا ہو سکتا ہے جبکہ نبوت خلافت سے یقیناً مرتبہ میں زیادہ ہے تو یزید اس سے مغبوط ہوگا نہ ہم اور تیرا یہ کہنا
کہ یزید کی وجہ سے سحاب سے بارش طلب کی جاتی ہے تو ان الغمام لیستسقی بوجھہ کے صحیح مصداق ذات پاک
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ ہیں دوسرا کوئی نہیں آگاہ ہو کہ میں نے زینب بنت عبداللہ کو عقد اسکے ابن عم قاسم بن
محمد بن جعفرؓ کے ساتھ کر دیا اور اسکے مہر میں اپنا مزرعہ جو مدینہ میں ہے اور جس کے معاویہ دس ہزار دینار مجھکو
قیمت دیتا رہا اور میں نے قبول نہ کیا تھا وہ اسکو بخش دیا وہ اسکے نفقہ کے لئے کافی اور وافی ہے۔ مروان نے
کہا لے بنی ہاشم یہ تمہاری غدر ورزی خالی ہے امام حسنؑ نے کہا واحدۃ بواحدۃ کہ یہ ایک کے مقابلہ میں
ایک ہو۔ مروان نے یہ کیفیت معاویہ کو بھیجی تو اسنے کہا میں نے ان سے لڑکی کی درخواست کی انھوں نے ہماری
درخواست قبول کی وہ ہم سے خطبہ کرتے تو ہم ان سے انکار نہ کرتے

معاویہ کا امام حسنؑ پر اظہار حسد کر کے خفت اٹھانا

منقول ہے کہ معاویہ مدینہ میں آیا تو دیکھا کہ قریش امام حسنؑ کے گرد مجتمع رہتے ہیں اور ان کی تعظیم اور
تکریم بدرجۂ غایت بجا لاتے ہیں یہ حالت دیکھ کر اسکے دل میں حسد پیدا ہوا اور ابو الاسود دئلی اور ضحاک
بن قیس الفہری کو بلا کر اپنا خیال اُن کے آگے ظاہر کیا اور جو کچھ حضرت امام حسنؑ کے بارے میں اُس نے
ارادہ کیا تھا اس میں مشورہ چاہا۔ ابو الاسود نے کہا جو امیر المومنین کی رائے میں آئے افضل ہے
مگر میرے نزدیک تو بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کیا جائے کیونکہ جو کچھ تم ان کے بارے میں کہوگے لوگ

؎ ظاہر مراد اس سے یہ ہے کہ تیری ہر ایک بات کا جواب میں ایک بات ہے یعنی جیسا تو نے کہا ویسا جواب پایا اور ممکن ہے کہ اشارہ ہو
طرف اس قصہ کے کہ آپ نے اس سے پہلے عائشہ بنت عثمان کے ساتھ اپنے عقد کی خواہش کی تھی اور مروان نے کہا تھا
کہ اس کو عبداللہ زبیر کو دونگا۔ مگر مناقب میں یہ حکایت امام حسینؑ کے زمانہ کی بیان کی گئی ہے یعنی آنحضرت سے
مروان نے یزید کے واسطے خطبہ کرنے پر ام کلثوم بنت عبداللہ کا عقد قاسم بن محمد سے کر دیا اور جب تم نے کیا عذر دیا
یعنی عائشہ بنت عثمان نے امام حسن کو مجھ سے انکار کرنے کے قصہ کو یاد دلایا کہ آنحضرت کا [illegible]
انشاء اللہ تعالیٰ [illegible]

حسد پر محمول کریں گے اس سے انکار رتبہ اور اونچا ہو گا اے امیر حسن کا شباب اعتدال پر ہے وہ حاضر جوابی میں
یگانۂ روزگار ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے کلام کو اس خوبصورتی سے رد کریں گے کہ تیرے تیر پلٹ کر تیرے
ہی لگیں گے اور تیری ساق پا کو چھید دیں گے اور تیرے عیب کھل جائیں گے تو سوقت تیرا کلام بجائے ذلت
کے انکی فضیلت کو ظاہر اور تمہاری منقصت کو آشکار کرے گا ہاں کوئی عیب اُن کے حسب و نسب میں ہوتا
تو اسکو زبان پر لا سکتے تھے مگر وہ اپنی ذات سے کمال مہذب و شائستہ ہیں اور نسب میں صریح عرب اور انکا
لب لباب ہیں اور پاک عنصر اور اصل کریم سے بنے ہیں۔ میں تو پھر یہی کہتا ہوں کہ امیر المومنین اُن کے مقابلہ کو
باز رہیں مگر ضحاک بن قیس نے کہا اے امیر جو کچھ اُن کے مقدمہ میں اندیشہ کیا ہے البتہ اسکو اضطرار تھا اور اپنی
عقوبت اور ایذا رسانی کو ابھی باز رکھو تحقیق کہ تم اپنے جارحانہ خطاب و محکم جواب سے ان پر گرفت کرو گے
اور وہ تمہارے آگے اسطرح ذلیل ہوں گے جیسے شتر پیر گلہ شتران جوان کے سامنے۔ معاویہ نے کہا ایسا
ہی کروں گا۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر گیا اور حمد خدا و درود بر محمد مصطفےٰ کے بعد امیر المومنین علی ابن ابیطالب
کا ذکر درمیان لایا اور تنقیص اور توہین کی آنحضرت کی۔ پھر کہا کچھ لوگ قریش سے اہل سفاہت و طیش ہیں
مقدر نے انکو مبتلائے معصیت کیا شیطان نے اُن کے سر و سینہ آشیانہ بنایا اور ان کی زبانوں پر قبضہ پایا۔ اُن کے
سینوں میں انڈے بچے دیئے اور بچے نکالے اور گوشت و پوست میں سرایت کر گیا کہ خطا و خلل اُن سے ظاہر
ہوتے اور راہ راست انکی نظر میں دھندلا و تاریک دکھائی دیتا اور وہ طریق بغی و عدوان و زور و بہتان
کی طرف رہبری کرتا ہے پس وہ شیطان کے شرکا ہیں اور وہ ان کا قرین ومن یکن الشیطان لہ
قریناً فساء قریناً جس کا شیطان قرین اور ہمنشین ہو پس بُرا قرین ہے اسکا میں انکی کافی تادیب
کروں گا اور حق تعالیٰ سے خواستگار اعانت ہوں گا امام حسنؑ اسکا کلام سنکر اٹھ کھڑے ہوئے اور منبر کا
بازو پکڑ کر خطبہ فصیح و بلیغ متضمن مدح اہل بیت و رسالت در بارۂ از فضل خود کہا معاویہ اور برہم ہوا اور
تھیں دو رکعت دے کر غیر متعلق سوال کرنے لگا حضرت اس کا جواب دیکر پھر مشغول خطبہ ہوتے تھے معاویہ نے
کہا تمہارا نفس خلافت کی خواہش کرتا ہے مگر تم اسکے اہل پُرش بال نہیں ہو۔ حسن مجتبیٰ نے فرمایا جو کتاب خدا
و سنت رسول پر عمل پیرا ہو وہ اسکا اہل ہے۔ اہل خلافت وہ نہیں جو کتاب خدا اور سنت رسول اللہ
کو معطل رکھے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی کو بادشاہی ملے وہ خوب عیش و عشرت کرے پھر اس سے چھین جائے
اور مطالبات اسکے ذمے رہ جائیں معاویہ نے کہا قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے اوپر ہمارے احسان اور

دستِ جمیل نعمت کا ہو حضرت نے کہا ہاں وہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے ذلت وخواری سے نکلکر تو نے عزت پائی اور قلت کے بعد کثرت سے فائدہ اٹھایا کہا اے حسنؑ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ ہیں جو معرفتِ خدا سے بچے باز رکھتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں یہ طولی انکو حاصل ہے پھر قدرے انحراف وجد کی مدح کر کے فرمایا اے معاویہ تو ان کی برابری کر سکتا ہے کہا نہیں اور تمہارے قول کی تصدیق کرتا ہوں فرمایا حق واضح اور روشن ہے اور باطل متروک و مردود ہے۔

ذکر بعض از حکام ستم انجام کہ معاویہ نے اپنی مملکت کے طول وعرض میں جاری کئے

معاویہ نے خلافت پر استقلال پاکر جو فرامین بلاد وامصار اسلام میں جاری کئے ان کا بیان اس سے پیشتر بروایت مورخ سنیہ ابو الحسن مدائنی ہم تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین میں کر چکے یہاں بروایت سلیم بن قیس ہلالی بحالہ الانوار سے مکرر انکا ذکر ہوتا ہے لکھا ہے کہ تمام قلمرو میں اعلان عام کر دیا گیا تھا کہ حکومت اس کے خون کی ذمہ داری سے بری ہے یعنی کچھ انکی بابت پوچھ پرسش نہ کرے گی جو منقبت علی اور انکے اہل بیت کی فضیلت میں کوئی حدیث بیان کرے۔ سب سے زیادہ مصیبت میں اس عہد میں اہل کوفہ تھے۔ کیونکہ وہاں شیعہ بہت تھے اس لئے زیاد کو وہاں کی حکومت دی اور عراق عرب وعجم یعنی کوفہ وبصرہ کی فرمانروائی کو اسکے لئے جمع کیا وہ شیعوں کو چن چن کر پکڑتا تھا چونکہ انکو خوب جانتا تھا کیونکہ پہلے خود شیعۂ علی تھا ہر سنگ وکلوخ کے نیچے سے نکلوا کر قتل کراتا تھا ڈراتا اور دھمکاتا تھا ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالتا شاخہائے خرما میں باندھ کر لٹکاتا۔ آنکھیں نکالتا ورنہ شہر بدر اور آوارہ وطن کر دیتا تا انیکہ عراق ان سے خالی ہو گیا کوئی مشہور ومعروف انمیں سے باقی نہ رہا یا قتل ہوئے پھانسی دئے گئے یا قید ہو کر زندان میں ڈالے گئے یا جلا وطن کر دئے گئے۔ نیز معاویہ نے تمام دیار وامصار میں لکھ بھیجا کہ شیعیان علی اور ان کے اہل بیت کی گواہی کہیں قبول نہ کی جائے اور لکھا کہ نظر کرو طرف شیعہ عثمان اور اس کے اہل بیت کے اور ان کے فضائل ومناقب بیان کرنے والوں کے اور دیکھو انکا اعزاز واکرام کرو اور مجالس میں انکو نزدیک بٹھاؤ اور جو کوئی انکی مدح ومنقبت کرے۔ انکا اور انکے باپ کا نام لکھ لو اور انکے قبیلے کا نشان درج کرو حکام وعمال نے پس عمل کیا حتی کہ عثمان کے فضائل میں ہزارہا احادیث وضع ہو گئیں کیونکہ انکی عزت ہوتی یا علام بھیجے جاتے تو ان کو بھاری صلہ وجائزے وانعام بھیجے جاتے خلعتیں عنایت ہوتیں۔ جاگیریں بخشی جاتیں ہر بلدہ وقصبہ میں ان

امور کی کثرت ہوئی۔ ہر ایک کو طمع اموال دنیا نے گھیر لیا یہ کہ جہاں کوئی مدح عثمان میں روایت کرتا فوراً اسکا نام درج رجسٹر کر لیا جاتا انعام دیتے مقرب بنا لیتے اسپر وقت گذر گیا تو معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ احادیث عثمان کے حق میں بہت ہو گئیں ہر قریہ اور قصبہ میں پھیل گئیں۔ اب لوگوں کو لکھو کہ میرے یعنی معاویہ کے حق میں یعنی اسکے فضل و مناقب میں حدیثیں وضع کرنی چاہئیں کیونکہ یہ ہمارے نزدیک محبوب تر ہے اور باعث ہماری خنکی چشم کا ہے اور اس گھرانے یعنی اہل بیت رسالت کی حجتیں اس سے پامال ہوتی ہیں اور کام اسپر دشوار ہوتا ہے پس ہر ایک قاضی و حاکم نے اسکے خطوط رعایا کے سامنے پڑھے لوگ ہر گوشہ و کنار میں معاویہ کے حق میں روایتیں بیان کرنے لگے ان کو معلمین مکاتب کو دیتے وہ بچوں کو ان کی تعلیم کرتے حتی کہ زنان و دختران دوشیزہ و نوکران و خادمان خانگی تک ان سے واقف ہو گئے یہ صورت بھی عرصہ دراز تک جاری رہی۔ زیاد بدنہاد نے معاویہ کو لکھا کہ اہل حضرت علی کے دین و مذہب پر ہیں۔ معاویہ نے جواب میں لکھا جسے اس مذہب پر پائے بیدریغ قتل کرے اس نے انہیں قتل کیا ناک کان کاٹ کر مثلہ بنایا۔ پھر اس مردود نے تمام ملک میں لکھ بھیجے کہ دیکھو اور نظر کرو جس پر گواہ شہادت دیں کہ علی کو اور ان کے اہل بیت کو دوست رکھتا ہے اسکا نام دفتر عطیات سے محو کر دو۔ دوبارہ خط لکھا جس پر دوست و شیعہ علی ہونے کی تہمت بھی ہو ہر سنگ و حجر کے نیچے سے نکالکر قتل کرو گواہ شہادت نہ دیں تو تہمت شبہہ و ظنہ پر قتل کرو حتی کہ ان کی طرف میلان کا ایک کلمہ بھی کسی کے منہ سے نکلتا تو اسکی گردن مارتے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اگر کسی کو کفر و زندقہ کی تہمت لگاتے تو اسکی عزت ہوتی کوئی بُری آنکھ سے نہ دیکھ سکتا تھا شیعہ علی کسی جگہ جان و مال سے امین نہ تھے خاصکر کوفہ اور بصرے میں ان کی حالت زبوں تھی حتی کہ کوئی معتمد علیہ و ثقہ سے بھی بات چیت کرنا چاہتا تو اسکے گھر جاتا اسکے غلام و خادم تک سے ڈرتا خود اس سے بھی غلیظ و شدید قسمیں اخفا کی لیکر بات کرتا پس کام شدید ہوتا گیا حتی کہ جھوٹی حدیثوں کی کثرت و شہرت ہوئی لڑکوں نے اسپر تعلیم پاتے ہوئے نشو و نما لی تشدید تر اس معاملہ میں قاریان قرآن و ریاکاران متصنع[1] تھے کہ خشوع و پرہیزگاری کا اظہار کرتے۔

پس جھوٹ بولتے اور جعلی حدیثیں بناتے اور امراء و حکام سے فائدہ اٹھاتے تقرب پاتے اور نقد مال اور جاگیریں و مکانات انعام میں لیتے یہانتک کہ انکی روایت کردہ حدیثیں ان کے نزدیک حق و صدق ہو گئیں ان کو قبول کیا اور اوروں کو تعلیم کی۔ اور دیندار محدث جو پرہیز رکھتے اسکو رد کر دیتے اور ان میں شک و شبہ کرنے

---

[1] ریاکاران متصنع یعنی ریاکاری بہ تصنع و بناوٹ کرکے اپنے آپ کو متقی و پرہیزگار دکھانے والے ۱۲ منہ

کرنیوالوں سے یہ عداوت رکھتے تھے۔ پس اس جماعت نے اسپر اتفاق کیا اور ان سے یہ اخبار اہل عبادت و مسکین و دینداروں تک پہنچے جو کذب و افتعال کو حلال کرتے تھے انھوں نے حق جان کر انہیں قبول کیا۔ اگر اسکا بطلان جانتے اور معلوم ہوتا کہ مفتعل اور بناوٹی ہیں تو البتہ ان سے اعراض کرتے اور انکی مخالفوں سے بغض و عداوت رکھتے پس حق انکے نزدیک باطل اور باطل حق ہو گیا اور کذب کو راست اور راست کو کذب جان لیا امام حسنؑ نے وفات پائی تو بلا و فتنہ میں اور زیادتی ہوئی کوئی ولی اور دوست خدا ایسا باقی نہ رہا کہ اپنی جان پر خائف اور ترساں نہو یا قتل کر دیا جاتا یا وطن آوارہ مارا مارا پھرتا کہیں جائے امن نہ تھی

شہادت آنحضرت صلوات اللہ علیہ

بنا بر مشہور ۲۸ صفر ۴۹ھ کو بمقام مدینہ سکینہ واقع ہوئی۔ بروایتے روز پنجشنبہ، عمر شریف اس وقت ۴۷ سال کی تھی کلینی علیہ الرحمۃ نے بسند معتبر جناب صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے سنہ ۵۰ ہجری میں وفات پائی عمر ۴۸ سال کی ہوئی چالیس سال رسول اللہ کے بعد زندہ رہے بعض دیگر علماء نے ۴۶ سال کی عمر بیان کی ہے اور کشف الغمہ میں آنحضرت سے روایت ہے کہ عمر شریف بوقت شہادت ۴۷ سال کی تھی اور آپ کے برادر گرامی قدر امام حسینؑ کے درمیان مدت حمل ۶ ماہ فاصل تھی اپنے جد امجد رسالت پناہ کے ساتھ سات سال رہے اور پدر بزرگوار امیر المومنین کے ساتھ تیس سال اور دس سال آنحضرت کے بعد زندہ رہے۔

علتِ شہادت

معاویہ نے صلح کے وقت جیسا پہلے گذر چکا قبول کر لیا تھا کہ اس کے مرنے پر خلافت امام حسنؑ کا حق ہے وہ خلیفہ ہوں گے جو کاغذ معاہدہ کا لکھا گیا اس میں یہ درج تھا ورنہ امر خلافت شورائے مسلمین سے طے کیا جائے اس سبب سے امارت اور حکومت پر مستقل ہونے سے اسکو فکر ہوا کہ امام حسنؑ کا قدم درمیان سے نکالا جائے اور یزید کو اپنا ولیعہد تجویز کرے چنانچہ وہ اسپر تل گیا کہ جس طرح ممکن ہو عالم کو آپکے وجود ذی جود سے خالی کردے اس مدعا کے حاصل کرنے کے لیے اس نے آپکی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کو منتخب کیا۔ اسکے پاس ایک لاکھ درم یا دس ہزار دینار سرخ بحسب اختلاف الروایات بھیجے و سند جاگیر

بعض دیہات نواح کوفہ وشام کی قاصد کے ہاتھ بھیجی اور زہر قاتل اسکے ہمراہ کیا کہ اس زہر سے آنحضرت کا کام تمام کر دے تو اس جائزے اور انعام کے سوا یزید کے ساتھ انکا نکاح کر دیا جائے گا۔

جلاء العیون میں ہے کہ معاویہ نے شاہ روم کو لکھا تھا کہ قدرے زہر قاتل اسکو بھیجدے اسنے جواب میں لکھا کہ میرا طریق مذہب یہ نہیں کہ کسی کے کشتن و ہلاکت میں ساعی ہوں جو ہمارے ساتھ جنگ آور ہو معاویہ نے کہا جسکو میں اس زہر سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں وہ ایک مرد ہے کہ مکہ میں بدعوائے پیغمبری ظاہر ہوا ہے خروج کرکے اپنے باپ کی بادشاہی لینا چاہتا ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ اُسے زہر دے کر بلاد و عباد کو اس کے فتنہ و فساد سے پاک کروں اور بہت سے تحف و ہدایا اس کے لئے روانہ کئے تب اس نے بشرائط بسیار و عدے لیکر زہر مطلوب اُسے بھیجا۔

تعیین قاتل آنحضرت

فرزند دلبند محمد مصطفیٰ حسن مجتبیٰ کو جعدہ بنت اشعث بن قیس آپکی زوجہ نے یقیناً زہر دیا یہ جعدہ ملقب بہ اسماء ام فروہ خواہر ابوبکر نابینا کے بطن سے تھی خلیفہ اول نے بعد خلافت خود اسکی شادی اشعث مذکور کے ساتھ کر دی تھی اسی وجہ سے عداوت اہل بیت رسالت اُن کے رگ و پے میں سرائت کر گئی خود اشعث امیر المومنین کے خون میں شریک ہوا اس کی بیٹی جعدہ مذکور نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا۔ محمد پسر اشعث عبید اللہ زیاد کے مقربوں سے امام حسین کی خونریزی میں شرکت رکھتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت نے اپنے اہل بیت سے کہا اے معاشر اہل بیت میں زہر سے شہید ہوں گا جیسے حضرت رسولخدا زہر سے شہید ہوئے۔ عرض کی کون حضرت کو زہر دے گا فرمایا زوجہ یا کنیز میری اس کام کی مرتکب ہوگی عرض کی اسکو گھر سے نکال دیجئے فرمایا کیونکر نکالوں جبکہ میری موت اسکے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے اس سے چارہ نہیں اسکو نکال دوں تو پھر کون مجھ کو قتل کرے گا اسی کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے نیز فرمایا کہ کیونکر اسکو نکالوں حال آنکہ ہنوز کوئی فعل اس سے سرزد نہیں ہوا جس سے وہ سزا کی مستوجب ہو۔ نیز حضرت نے فرمایا جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اسوقت اسے نکالوں تو اسکو طلاق میں ایک عذر اس ارتکاب کا پیدا ہو جائے گا۔ اس گفتگو کے کچھ عرصہ بعد معاویہ نے جعدہ کو زہر بھیجکر

آمادہ قتل کا کیا۔

واقعہ ہائلہ شہادت

ایک روز وہ امام مظلوم موسم گرما رشد یدمیں صوم سے تھے بوقت افطار پیاس کا غلبہ تھا۔ جعدہ ملعونہ شربت شیر دار آنحضرت کے لئے لائی جس میں زہر فرستادۂ معاویہ شامل کیا تھا آپ نے اسکو پی کر فرمایا اے دشمن خدا قتلتنی قتلک اللہ خدا تجھے قتل کرے تو نے مجھے مار ڈالا۔ قسم خدا کی تجھے مجھ سے بہتر مرد نہ ملے گا اس ملعون (معاویہ) نے تجھے فریب دیا حق تعالیٰ اسکو اور تجھے دونوں کو عذاب ابدی میں معذب فرمائیگا آگاہ رہ کہ اُسنے جو وعدہ تیرے ساتھ کیا اسکو وفا نہ کرے گا حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جیسا حضرت نے خبر دی تھی ویسا ہی واقع ہوا معاویہ نے یہ کہکر یزید سے اسکی شادی نہ کی کہ اس نے ریحانہ رسول و جگر بند علی و بتول سے کیا سلوک کیا جو یزید کے حق میں کرے گی اور اسکا انجام وہ ہوا جو آیندہ باب ازواج آنحضرت میں آتا ہے۔

کلینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا تو آپ کے ساتھ ایک کنیز کو بھی وہ شربت زہر آلود دیا مگر کنیز نے قے کر کے اسے نکالا اور شفا پائی حضرت کے معدہ میں باقی رہ گیا جس نے جگر مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کہتے ہیں کہ بُرادۂ طلا پانی میں گھول کر پلایا گیا تھا مروی ہے ایک شخص آیا، آپ کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ناگاہ خون حلق مبارک سے آیا طشت منگا کر اس میں اس خون کی قے کی تو طشت اس سے پُر ہو گیا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ کیا صورت ہے۔ فرمایا معاویہ نے زہر بھیجا وہ مجھکو کھلایا ہے اس نے میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے ہیں یہی پارہ ہائے جگر ہیں جو اس طشت میں گرے ہیں میں نے عرض کی آپ علاج نہیں کرتے فرمایا بیشتر دو مرتبہ مجھکو زہر دیا گیا۔ یہ تیسری باری ہے اب اسکی دوا نہیں ہو سکتی

زمانہ مرض آنحضرت

مدت مرض آنحضرت باختلاف ذکر ہوئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس یوم و کم از کم دو روز جنادہ بن ابی امیہ سے منقول ہے۔ اس نے کہا میں حسنؑ ابن علی کی خدمت میں آپ کے مرض موت

میں داخل ہوا تو آپ کے آگے ایک طاس رکھا ہوا تھا جس میں حضرت دہن مبارک سے خون ڈال رہے تھے
جگر اطہر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس میں گرتا تھا بوجہ اس زہر کے جو بامر معاویہ آنحضرت کو کھلایا گیا تھا میں نے
عرض کی حضور اسکا علاج کیوں نہیں کرتے فرمایا اے بندہ خدا موت کا بھی کہیں علاج ہوا ہے - میں نے کہا انا للہ و انا
الیہ راجعون پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں علیؑ و فاطمہؑ سے
بارہ امام ہوں گے جو یا قتل ہوں گے یا زہر سے مریں گے - پھر طاس وہاں سے اٹھایا گیا اس وقت وہ
حضرت گریاں ہوئے میں نے کہا یا ابن رسول اللہ مجھکو کچھ نصیحت کیجئے فرمایا ہاں مہیا سفر آخرت ہو اور زاد
راہ اسکے لئے تیار کر قبل اسکے کہ موت تجھ پر حلول کرے - آگاہ رہ کہ تو دنیا کو طلب کرتا ہے اور موت تجھکو طلب کرتی
ہے روز موجود میں آنے والے دن کا غم نہ کھا - جان لے کہ اگر تو اپنی قوت سے زیادہ مال کسب کر کے جمع کریگا
تو دوسروں کا خزانہ دار ہے دنیا کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عقاب اور شبہات میں عتاب دنیا کو
بمنزلہ مردار جان اور اس سے بقدر کفایت لے حلال ہے تو تو نے اس سے زہد اختیار کیا ہوگا حرام ہے تو نا روا
حذا سے باز رہیگا اور جسقدر تو نے لیا ہے حلال ہوگا جیسا ضرورت میں مردار حلال ہوتا ہے - عتاب ہو تو عذاب
کمتر ہوگا - دنیا کے لئے اس طرح کام کر گویا تو ہمیشہ رہے گا اور دین کے لئے ایسا کر کہ گویا کل مر جانے والا ہے
اگر تو بغیر کنبہ قبیلہ کے عزت کا طالب اور بلا تسلط و حکومت کے شکوہ و ہیبت کا خواستگار ہے تو معصیت خدا کی
ذلت کر چھوڑ کر طاعت خدا کی عزت کو اختیار کر - تجھکو آدمیوں کی مصاحبت کی ضرورت ہو تو اس شخص
کی مصاحبت کر کہ اسکی صحبت سے تجھے زینت ہو اور اسکی خدمت سے تیری صیانت ہو - اس سے اعانت چاہے
تو وہ تیری اعانت کرے تو بات کرے تو تیری تصدیق کرے حملہ آور ہو تو تیرے حملہ کو قوت بخشے - کسی
فضیلت کی طرف تو ہاتھ بڑھائے تو تیرے ہاتھ کو اور دراز کرے تجھ میں کوئی ورز یا چھید ظاہر ہو تو اسکو
مسدود کر دے - کوئی خوبی تجھ میں مشاہدہ کرے تو اسے مشتہر کرے - اس سے سوال کرے تو عطا کرے تو تجھ کو کچھ
تو وہ بات کہنی شروع کر دے - اس کے مصائب پر تجھے افسوس ہو وہ ایسا شخص ہو کہ اسکی وجہ سے تجھے
ایذائیں نہ پہنچیں اور راہیں اسکے سلوک کی تیرے ساتھ مختلف نہوں اور حقائق میں تیرا ساتھ چھوڑے - کسی
شئے کی قسمت پر نزاع ہو تو تجھکو اپنے اوپر ترجیح دے یعنی اپنے منتفع ہونے کے بجائے تجھے نفع پہنچائے
راوی کہتا ہے کہ کلام آنحضرت کا یہاں تک پہنچا تھا کہ سانس بند ہونے لگا اور رنگت زرد ہو گئی
اس وقت امام حسینؑ آپ کے پاس آئے اور جھک کر پیشانی مبارک کو چوما اور ان دونوں حضرات میں

کچھ راز باتیں ہونے لگیں۔

وصیت آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ

مروی ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تو فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون پس حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کے بالین پر حاضر ہو کر پریشان حال ہوئے کہ نے پر اور آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا اپنے تئیں اول روز من روزہا آخرت سے اور دنیا کے دنوں سے آخر دن میں پاتا ہوں اور جانتا ہوں کہ جو دن اجل کا معین ہے اس سے سبقت نہ کروں گا اپنے پدر بزرگوار وجد عالیمقدار و مادر نیک کردار کے پاس جاتا ہوں دو عمو حمزہ جعفر سے ملوں گا۔ تمہاری اور دیگر دوستان و برادران کی جدائی مجھ پر شاق ہے اور اپنے اس کلام سے استغفار کرتا ہوں اور دنیا سے جا رہا ہوں حقتعالےٰ عوض ہے ہر گذشتہ کا اور اسکے ثواب سے ہر مصیبت میں ہوتی ہے اور ہر امر فوت شدہ کا تدارک ملتا ہے لئے پر اور سینے ٹکڑے اپنے جگر کے طشت میں دیکھے ہیں اور جانتا ہوں جنے یہ کام میرے ساتھ کیا ہے اور جہاں سے اسکی اصل ہے حضرت ابو عبد اللہ الحسین کہا مجھے معلوم ہو کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے تو البتہ اس سے قصاص لوں فرمایا میں تمکو اس سے آگاہ نہ کروں گا جب تک کہ اپنے جد امجد رسول خدا سے ملاقات کروں مگر میری وصیتیں تحریر کرو۔ پھر فرمایا بتحقیق یہ وصیت ہے حسن بن علی کی اپنے وصی و برادر حسین ابن علی کو اول یہ کہ شہادت دیتا ہوں وحدانیت خدا کی جو اپنی خدائی میں کوئی شریک وسہیم نہیں رکھتا اور بادشاہی میں کوئی اسکا ہمسر نہیں اس کی اطاعت کرنے والا رستگار ہے اور عاصی گمراہ جسنے اسکے آگے توبہ کی ہدایت پائی۔ پس لے حسین اپنے پس ماندگان اپنی عیال واولاد کو تمہارے سپرد کرتا ہوں ان کے گناہوں سے درگذر کرنا اچھی بھلائیوں کو قبول فرمانا تم مانند پدر مہربان میرے خلیفہ وجانشین ہو ان کے اوپر نیز وصیت کرتا ہوں تمکو کہ مجھکو میرے نانا رسول خدا کے نزدیک دفن کرنا کیونکہ میں احق اور اولیٰ ہوں اُنسے اور حجرۂ مقدس آنحضرت سے بہ نسبت اُن لوگوں کے جن کو بے اذن واجازت وہاں دفن کیا حقتعالےٰ اپنے اس کلام پاک میں فرماتا ہے۔ کہ یا ایہا الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم اے ایمان والو نبیؐ کے گھروں میں داخل ہو جبتک کہ تمکو اجازت نہ دیجائے ان سے بھی یہی فرماتا ہے بخدا کہ آنحضرت نے اپنی حیات میں انکو اسکی اجازت نہیں دی نہ بعد اسکے اجازت پائی خلاف

بھائے کہ مجاز ہیں کہ جو کچھ از روئے میراث تمکو پہنچا ہے اسپر تصرف کریں۔ لیکن اگر وہ عورت (عائشہ) اسکا
سے مانع آئے تو تمکو اپنے رحم اور قرابت کی قسم دیتا ہوں کہ میرے جنازے پر بقدر محجمہ کے خونریزی نہونے پائے
جبتک کہ آنحضرت سے ملاقات کروں اور شکایت کروں نقصان امت کی اور جنت البقیع میں لیجا کر
مجھے دفن کرنا؛

سبز رنگ امام حسنؑ سے مخصوص سرخ امام حسینؑ

بحار میں ہے کہ ہمارے علماء نے نقل کیا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کا رنگ مبارک قریب زمانہ
وفات میں اثر زہر سے سرخ ہو گیا تھا۔ امام حسینؑ نے کہا کیا بات ہے کہ میں آپکا رنگ مبارک مائل بخضرۃ
(سبزی) پاتا ہوں حضرتؑ نے اپنے برادر عزیز کو آغوش میں لیا کہ دونو بھائی دیر تک روتے رہے
پھر فرمایا یا اخی میں نے رسول اللہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں شب معراج باغہائے بہشت میں داخل ہوا
اور منازل مکانات اہل ایمان کو مشاہدہ کیا تو دو قصر عالیشان ایک طرز و انداز کے پاس پاس دیکھے کہ ایک
زمرد سبز کا بنا ہوا تھا دوسرا یاقوت سرخ کا جبرئیل سے دریافت کیا یہ دو قصر کیسے ہیں انھوں نے
کہا ایک حسنؑ سے متعلق ہے دوسرا حسینؑ سے میں نے کہا ان دونوں کا رنگ ایک کیوں نہوا وہ اس کا
جواب نہ دیتے تھے جب میں نے خدا کا واسطہ دیکر پوچھا تو کہا امام حسنؑ کا قصر اسلئے سبز ہے کہ اسکو
زہر دینگے اس لئے مرتے وقت اسکا رنگ زرد ہو جائے گا اور حسینؑ کو سنان و تیر و نیزہ و شمشیر
لگائیں گے جس سے وہ اپنے لہو میں نہائیں گے اس لئے رنگ سرخ انکے قصر میں ہوا۔ اسپر دونو بھائی
پھر گریاں ہوئے اور حاضرین سے صدائے شیون واہ بلند ہوئی؛

پائے مبارک حضرتؑ غسل خانہ میں دیکھے گئے

حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی میں نقل ہوا ہے کہ عمر بن اسحاق نے کہا میں اور ایک اور مرد
حسن بن علی کی خدمت میں انکی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے آپ نے ارشاد کیا اے فلاں
مجھسے سوال کرو میں نے کہا نہیں خدا کی قسم میں کسی بات کا سوال نہ کروں گا جبتک حضرت کو شفا
ہو جائے آپ کے صحتیاب ہونے پر شوق سے مسائل دریافت کریں گے پس حضرت غسل خانہ کو

تشریف لے گئے وہاں سے آئے تو فرمایا سوال کرو قبل اسکے کہ کچھ نہ پوچھ سکو میں نے مگر عرض کیا حضور
کو خدا تندرست کر دے تو ہم سوال کریں گے۔ فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے نکلے ہیں زہر مجھکو بار بار دیا گیا مگر
اگر ایسا شدید زہر کبھی نہیں دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ دوسرے روز جو حاضر خدمت ہوا تو حالت دگرگوں
پائی امام حسین علیہ السلام سرہانے بیٹھے استفسار کرتے تھے اے برادر تمکو کس نے زہر دیا فرمایا کیوں کیا
اسلئے کہ اُسے قتل کرو۔ کہا ہاں۔ فرمایا اگر واقع میں وہی ہے جس پر میرا گمان ہے تو خدا کا عذاب شدید
اسکے لئے مہیا ہے ورنہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے مارا جائے۔

قصاص کے لینے سے ممانعت

کمال حلم آنحضرت سے ہے کہ اپنے خون کا بدلہ لینے سے منع کیا اور بدلا اسکا دارِ آخرت پر رکھا۔
جلاء العیون میں قبہ بن سمعلہ سے روایت ہے کہ امام حسن علیہ السلام کا جب وقت رحلت قریب آیا تو

لے اس ماجرا زہر دینے کی مفصل کیفیت کتاب کامل بہائی میں جسکو شیخ حسن بن محمد بن علی بن الحسن نے ۶۷۵ھ میں بحکم خواجہ بہاء الدین محمد
بن شمس الدین محمد صاحب الدیوان سے منسوب کی درج ہے بنظر ازدیاد معلومات ناظرین یہاں اس سے نقل کی جاتی ہے لکھتے ہیں کہ معاویہ نے
مروان بن الحکم کو جو انکی طرف سے حاکم مدینہ تھا قتل امام حسنؑ پر مامور کیا انہوں نے کنیز عبداللہ بن عمر خطاب سے جو جنگ صفین میں محمد بن حنفیہ کے
ہاتھ سے مارا گیا تھا سازش کی یہ عورت گھروں میں جاکر زنان مدینہ کی مشاطگی کیا کرتی تھی مروان نے اس سے کہا کہ جعدہ بنت اشعث زوجہ امام
کو بہکا کر قتل آنحضرت پر آمادہ کرو اس ملعونہ نے جعدہ سے مل کر اسکو ورغلایا کہ حسن کو قتل کرے گی تو معاویہ یزید سے تیرا عقد کر دے گا اور بہت
خوب بچکا پہنچا۔ جب ملعونہ اسپر رضامند ہو گئی مروان نے اپنے بیٹے عبدالملک کو یہ مژدہ دے کر شام کو بھیجا۔ معاویہ نے ایک ہزار دینار
نقد بہت سے مخمل و ہدیوں کے ساتھ مع ایک انگشتر طلا و سند ملکہ حکومت واعقد سے زہر اسکو بھیجا۔ امام حسنؑ کو شہد مرغوب خاطر تھا
ملعونہ نے شہد میں زہر ملا کر انکو کھلایا۔ رات ہوئی تو زیرناف درد پیدا ہوا جو شدادہ شدید ہوتے کرتے کم ہوئی تھی اور دیگر علامت ہوئے اگلے
روز پھر درد اُٹھا شربت تیار کرایا گیا تو اس ملعونہ نے کہ عادت زہر تو دوا تھا اس میں ملا دیا وہ شربت پی کر شدت سے درد اٹھا آپ نے روضہ
رسول اللہ پر جاکر قصد شفا کیا قبر شریف اٹھائی اور شربت میں ملا کر نوش جان کی درد ساکن ہوا اسکے بعد چالیس روز متواتر آپ کا
کھانا خانہ امام حسینؑ سے آتا تھا ایک روز اس ملعونہ نے کہا جاسے باغ سے رطب تازہ آئے ہوئے ہیں چل کر کیا تو کسی قدر حاضر کروں
اجازت پاکر ایک طبق پُر از خرما لائی زہر آلود آپکی طرف اور صاف رطب اپنی طرف رکھ کر ساتھ کھانے بیٹھ گئی اور آپ کھا ڈالی تھی
چند دانے حضرت نے کھائے درد و تکلیف بڑھ گئی بولی تعجب ہے سرپوش کچھ عرصہ رکھا رہا معلوم ہوتا ہے کہ کیڑے مضرات سے لگا

تو فرمایا مجھکو صحرا میں بھیجو تاکہ ملکوت سماوات میں نظر کروں یعنی آیات وعلامات حق جل وعلا کا مشاہدہ کروں تو لے گئے تو فرمایا اللھم انی احتسب نفسی عندك فانھا اعز الانفس علی پروردگارا میں احتساب کرتا ہوں اپنے نفس کا تیرے پاس یعنی اپنی جان کے جانے کا کہ میرے نزدیک تمام جانوں سے عزیز تر ہے راضی ہوں اور تیری رضا کی طلب میں خواہان قصاص نہیں ہوتا راوی کہتا ہے کہ انفعال ایزدی سے آنحضرت پر ایک یہ تھا کہ اپنے خون کے بدلا لینے سے منع کر دیا تھا یعنی اپنی عوض دنیا میں کسی کا مارا جانا روا نہ رکھا۔ حوالہ باخرت کیا فان عذاب الاخرۃ اشد واقوی جیسا کہ آپ کے والد والا قدر بعد ضرب ابن ملجم کے جب تک زندہ ہے اس ملعون کی سفارش کرتے رہے اور جو طعام شیر وشربت آپ کے لئے آتا تا کید اسکے لئے بھی ویسا ہی بھجواتے اور عزم صمیم رکھتے تھے کہ اس ہلاکت سے نجات پائیں تو شقی عاق زادہ خائن کو عفو فرما دیں ولصورت دیگر صرف ایک ضرب کی اجازت دی۔ کان ناک کاٹنے سے سخت ممانعت فرمائی تھی اور تاکید کی کہ کسی اور سے متعرض نہ ہوں

بقیہ صفحہ (٢١٥) اس وقت سے امام تقضا انکی طرف سے شبہہ ہو گئے انکے گھر جانا چھوڑ دیا۔ الغرض جب علاج کر رہا تھا آخرش وہ گھری مدینہ کی زہر آلود ہو گئی کے تشنہ لب ملک میں نا بستان بسر کرنے کے لئے چلا گیا مروان نے معاویہ کو کیفیت لکھی کہ چند بار زہر دیا گیا اثر نہیں ہوا کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے اس بدبخت نے ایک اندھے صوفی کو کہ تھا چند اشرفیاں دے کر آمادہ کیا اور ایک عصا نوکدار اپنی زہر میں بجھی ہوئی دی وہ شیطان مدینہ آیا اور بہت تپاک سے حضرت سے ملا اور حسب عادت صوفیہ وقت رخصت گھٹنے پر عصا کا نوک عصا پشت پائے مبارک پر رکھ کر دبا دیا لوگوں نے چاہا کہ اس خبیث کو پکڑ کر واصل جہنم کریں بسبب حلم دنیا نے اجازت نہ دی۔ دیگر۔ ایک شخص جمیل نام خدمت اقدس میں رہتا تھا معاویہ نے اسے خفیہ توڑ لیا ایک روز خربوزہ کا سونا زہر آلود سے تراش کر حضرت کو دیا دوسرے چاقو سے چھیلکر خود کھاتا اوروں کو دیتا تھا دہان مبارک میں تلخی زہر کی معلوم ہوئی تو چاہتے تھے پھینکدی حضار نے اس کے سر لینے کا ارادہ کیا اجازت نبوی کر رہا تھا کہ یہ خدمت کر رہا ہے کیونکر لے سکیں سعد غلام امیر المومنین شام میں گئے تھے واپس آتا تھا راہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ مرا پڑا ہے۔ شتر سواری ذوالفقار جاگ گیا اس کے آگے ایک تو برا پڑا تھا سعد نے اتر کر تو برہ میں دیکھا کہ ایک خط از طرف معاویہ بنام جمیل مذکور ملا اور ایک شیشہ زہر ساتھ تھا۔ لا کر امام کی خدمت میں پیش کیا امام نے خط پڑھ کر رکھ لیا کیونکہ حیات نبوی دریافت کریں گیا مگر جب عبداللہ بن عباس نے خط لیکر پڑھا تو شور مچ گیا۔ عون بن علی کو حکم ہوا کہ جمیل مردود کو حاضر کرے۔ حاضر ہوا تو با آواز ضعیف فرمایا اے جمیل آل یاسین اس امت میں کون لوگ ہیں کہا علی و فاطمہ اور آپ اور بھائی آپ کے امام حسین بن علی علیہ السلام۔ مختار وہب جعیدہ نے انکو بلا تحرج ما نجازہ دہا ملعون کو قتل کیا اس کا ایک بیٹا بھی مارا گیا اور ہمراہ سیاہ معاویہ نے پھر مروان کے پاس زہر بھیجی اور ہیرے کی کنی ہمراہ کی

دوسری روایت میں زیاد مجازی سے نقل ہے کہ وقت وفات امام حسن نزدیک آیا تو امام حسین کو بلایا اور
فرمایا اے برادر میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور اپنے پروردگار سے ملحق ہوتا ہوں میرا جگر ٹکڑے ہو کر طشت
میں گرا میں جانتا ہوں جس نے مجھے زہر پلایا اور یہاں سے یہ آیا ہے میں اسکی خصومت خدائے عزوجل کے سامنے
پیش کرونگا لیکن تمکو اپنے اس حق کی جو تم پر ہے قسم دیکر کہتا ہوں کہ ذرا نہیں۔ بولنا اور جو اللہ تعالےٰ
میرے حق میں حادث کرے اس کے منتظر رہنا۔ میری جان بدن سے نکلجائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور
مجھے غسل دینا اور میرا جنازہ میرے جد امجد رسول اللہ کے روضہ پر لیجانا تاکہ میں عہد آنحضرت سے
تازہ کرلوں۔ پھر میری جدہ ماجدہ کے مقبرے پر لیجا کر دفن کرنا اے پسر مادر عنقریب تمکو معلوم
ہوجائے گا کہ یہ لوگ کہیں گے کہ تم مجھے رسول اللہ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہو۔ لہذا تیر چلہ آور
ہوں گے اور مانع ہوں گے دفن سے میں تمکو قسم دیتا ہوں خدائے عزوجل کی کہ میرے معاملہ میں قطرہ ایک
مجھے کے خون نہ گرانا۔ لہذا آپ اپنے اہل وعیال، اولاد و اموال کے بارے میں وصیتیں کیں اور جملہ امور جو جناب
امیرالمومنین نے اپنا خلیفہ و جانشین کرنے کے وقت تلقین کئے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کو تلقین کئے
اور اس انتقال کا اپنے اعزہ و احباب وجملہ اصحاب کے درمیان اعلان فرمایا یعنی علم ہدایت نصب فرمایا۔

آخری وقت میں حال آنحضرتؑ بجا رہے

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے قریب وقت وفات حسن مجتبیٰؑ آپ کے برادر گرامی سید الشہداؑ نے ان سے
کہا یا اخی میں چاہتا ہوں کہ تمہارے آخری وقت کی کیفیت مجھ پر منکشف ہو فرمایا ہاں میں نے رسول خداؐ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶- ان لوگوں نے جعدہ ملعونہ کے حوالے کی اور تاکید سے وعدہ و وعید ہوئے خود زہر کو اپنی انگلی اور لپ تیس
ہار سے آراستہ کر کے مکان پر آئی اور نیز اگر خواہش حضرت میں لائے یا پھر شہد میں کچھ تھی کوئی جانتا ہوگا تو کبھی وہ بھی
اپنے شوہر کے پاس آئی تھی نہیں تو اپنا کام کر آئی اس وقت آفتاب سو رہے تھے کوزہ تیار تھا آگے رکھا تھا اس سے سائیہ اپنے ڈالا
ہاتھ سے ملایا کہ اندر چلا جائے یہ کارروائی کر کے واپس چلی آئی اور نیز وہاں سے اٹھوا دیا امام بیدار ہوئے تو پھر دست پا گھبرا کر ملا
اور پانی پیا زہر کا اثر بدن میں پاکر زندگی سے مایوس ہوئے امام حسین علیہ السلام کو بلوایا وصیتیں کیں۔ لباس و سلاح رسول اللہ
و امیرالمومنین کو سپرد کیا حضرت کو سپرد کئے تھے ان کے سپرد کئے امام حسینؑ نے چاہا کہ اس کوزے سے پانی نوش کر کے جان
گرامی برادر گرامی پر نثار کریں امام حسنؑ نے اسے ہاتھ کر دیا پھر دے مارا کہ ٹکڑے ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے حسنؑ نے امام حسین فانی

سے سنا ہے کہ ہم اہل بیت کے بدن میں جب تک روح باقی رہتی ہے عقل اُن سے جدا نہیں ہوتی تم اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھو ملک الموت کا معائنہ کرونگا تو محمد بن حنفیہؓ نے دستِ مبارک برادر معظم کے ہاتھ میں دیا تھوڑی دیر کے بعد بھینچ اسے دبایا۔ امام حسینؑ کان اپنا دہن مبارک حسنؑ کے پاس لے گئے تو سنا کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت نے مجھ سے کہا کہ بشارت ہو تم کو کہ خدا تم سے راضی اور جد امجد تمہارے شفاعت خواہ ہیں۔

تتمۂ روایت جُنادہ بن ابی اُمیہ مذکورۂ بالا

راوی مذکور نے کہا اس وقت سانس آپ کا رُکنے لگا اور رنگت زرد ہو گئی۔ امام حسینؑ اس وقت ہاں تشریف لائے اور اپنے برادر مکرم کو آغوش میں لیا اور سر مبارک اور درمیان دو چشم کو بوسہ دیا ابو الاسود نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون گویا حضرت کو اپنی موت کی خبر ہو گئی ہے پس امام حسینؑ کو اپنا وصی مقرر کیا اور اسرار امامت اُن کے آگے بیان کئے اور ودائع خلافت ان کے سپرد کئے اور روح مقدس نے ریاض خلد کو پرواز کیا روز پنجشنبہ اٹھائیس ۲۸ ماہ صفر سنہ ۵۰ ہجری میں۔ عمر مبارک اس وقت سینتالیس ۴۷ سال کی تھی۔

کفن و دفن امام حسنؑ و فتنہ انگیزی مروان وغیرہ

روح مقدس حسن مجتبیٰؑ نے عالم اعلیٰ کو پرواز کیا تو سبط اصغر امام حسینؑ متوجہ تجہیز و تکفین انجناب ہوئے محمد بن حنفیہؓ و دیگر برادران آنحضرت مع عبد اللہ بن عباس و علی بن عبد اللہ وغیرہم حاضر ہوئے آپ نے جملہ اعزہ و احباب کی اعانت سے آنحضرتؑ کو غسل دیا، کفن کیا، حنوط فرمایا اور جہاں نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی وہاں لے گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۱۷) نانی کو سپرد کیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مثنوی از روضۃ الشہداء سے

امامے کو امامت را حسن بود — حسن آمد کہ جملہ حسن ظن بود
ہمہ لطف و ہمہ خلق و ہمہ علم — ہمہ لطف و ہمہ جود و ہمہ حلم
شب از زلف سیاہش تیرہ ماندہ — ز روئیش ماہ روشن خیرہ ماندہ
بجنش قائم مقام حق کوثر — کہ بودے چشمۂ نوشش ہمیشہ
جفا را نوشے زہر آلود کردند — دلش خون و جگر پالودہ کردند
ز نوشش چون جگر شد پارہ پارہ — ز غصہ گشت خونی سنگ خارہ

اور اس مجمع کے ساتھ نماز جنازہ بجا لائے مگر جناب ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ آنجناب سعید بن عاص والی مدینہ نے پڑھائی جسکو آپ کے برادر گرامی جناب امام حسینؑ نے مقدم کیا اور فرمایا لولا انھا سنۃ ما قدمتک اگر یہ امر کہ نماز جنازہ امیر بلد پڑھائے سنت نہ ہوتا تو میں تجھکو آگے نہ کرتا سو ہو سکتا ہے اپنا اعزا و احباب کی ساتھ ادا ء نماز کے بعد آپ نے سعید بن عاص کو بھی اسکی اجازت دی ہو۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام حسن نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا تو امام حسینؑ نے غسل و کفن کر کے انکا جنازہ تیار کیا مروان و دیگر بنی امیہ نے کہ حاضر مدینہ تھے خیال کیا کہ آپ ان کو رسول اللہؐ کے جوار میں دفن کرینگے۔ لہذا یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور ہتھیار لگائے امام حسینؑ ان کو روضہ رسولخداؐ پر تجدید عہد کے لیے لیگئے تو وہ مجمع آگے بڑھا اور وہ خچر پر سوار ہو کر ان کے ساتھ شامل ہو گئی تھیں اور کہتی تھیں کہ تم لوگ میرے مکان میں اس شخص کو داخل کیا چاہتے ہو جسے میں دوست نہیں رکھتی اور نہیں چاہتی کہ یہاں دفن ہو۔ مروان پکارتا تھا ع یا رب ھیجا ھی خیر من دعۃ بیت سا لڑائی کرنا صلح جوئی سے بہتر ہے امیر المومنین عثمان بیرون مدینہ اتنی دور دفن ہو اور حسنؑ رسول اللہؐ کے پہلو میں رکھے جائیں لا واللہ لا یکون ھذا ابداً قسم خدا کی ایسا کبھی نہونے پائے گا جبتک کہ قبضہ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے اور قریب تھا کہ حادثہ عظیم بنی امیہ و بنی ہاشم کے درمیان واقع ہو۔ عبد اللہ بن عباس نے آگے بڑھ کر کہا اے مروان واپس چلا جا کہ ہمکو امام حسنؑ کا رسول اللہؐ کے پاس دفن کرنا منظور نہیں بلکہ تجدید عہد اور زیارت آنحضرتؐ کی غرض سے ان کو یہاں لائے ہیں بعد کو حسب وصیت آنجناب بقیع میں لیجا کر دفن کریں گے اگر وہ اپنے جد امجد رسول اللہؐ کے پاس دفن کرنے کو کہہ جاتے تو تجھکو معلوم ہو جاتا کہ اس سے باز رکھنا تیری طاقت سے باہر ہے۔ مگر وہ حضرت رسولخداؐ کی عزت اور ان کے قبر مبارک کی حرمت سے بخوبی آگاہ تھے نہ چاہا کہ انکی قبر کے نزدیک بیلچہ و پھاوڑہ کا استعمال ہو اور کوئی جز اسکا منہدم کیا جائے جیسا کہ پہلوں نے روا رکھا ہوا تھے امام حسینؑ نے مروان کے جواب میں کہا قسم بخدا اے بکہ حسن ابن علی رسول اللہؐ اور ان کے حجرۂ شریفہ کے لئے ان لوگوں سے اولی و احق ہیں جو بلا اذن و اجازت اس میں داخل ہوگئے اور قسم خدا کی وہ اس حمال الخطبات سے افضل ہیں جس نے ابو ذر غفاریؓ کو جلا وطن کیا عمار یاسرؓ کے ساتھ بتشدد پیش آیا۔ عبد اللہ بن مسعود کے استخوان پہلو کو شکستہ کیا۔ طرید و رسول کردہ) رسول اللہ (مروان) کو واپس مدینہ بلایا۔ اگر تم آنحضرتؐ کے بعد صاحب اختیار ہو گئے اور دشمنان دین تمہارے معین و مددگار

پس جو چاہتے ہو کرتے ہو۔

بی بی عائشہ کا اندازِ سلوک

ام المومنین عائشہ اس روز جوش و خروش میں بھری تھیں ایک اشتر رہوار پر سوار ہوئیں چالیس سوار کماندار آپ کے ہمراہ تھے جن کو تحریص و رغبت جنگ کرتی چلی آتی تھیں ابن عباس کو دیکھ کر بولیں یا ابن عباس تم مجھ پر دلیر ہو گئے ہو ہر روز ستاتے ہو۔ اب چاہتے ہو کہ اس مرد کو میرے گھر میں داخل کرو جس کو میں یہاں داخل کرنا نہیں چاہتی بقول مروان مردود یہی آپ کو باعث ہوا کہ حسینؑ اپنے بھائی کا جنازہ لائے ہیں کہ رسول اللہ کے پہلو میں دفن کریں ایسا ہوا تو تمہارے باپ اور عمر خطاب کا تمام فخر قیامت تک خاک میں مل جائے گا عائشہ بولی تو مجھکو کیا کرنا چاہئے مروان نے کہا تم یہ کرو کہ ہمارے ساتھ آؤ اور انہیں اس سے منع کرو مروان نے اپنا گسا کٹا یا خچر پیش کیا عائشہ بے تکلف اس پر سوار ہو کر روضہ رسول اللہ کی سمت متوجہ ہوئیں اور ہمراہیان بنی امیہ کو چلا کر کہتی جاتی تھیں کہ حسن کو یہاں دفن نہ ہونے دو۔ ابن عباس نے کہا واسوأتاہ ہائے غضب کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے کبھی خچر پر چاہتی ہے کہ دوستان خدا کے ساتھ جنگ و جدل کرے اور نور خدا کو بجھاوے رسول خدا اور ان کے حبیب عزیز و فرزند کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ یہ روایت جلاء العیون کی ہے اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے

تجملت تبغلت و ان عشت تفیلت آگے شتر پر سوار ہوئی تھی اب استر پر سوار ہوئی اور زندہ رہی تو ہاتھی پر چڑھے گی۔ ابن حجاج بغدادی شاعر نے اسی پر اور مصرعے لگائے اور منظوم مصرعہ موزوں کیا ہے

لبنت ابا بکر لا کان و لا کنت ۔ لک التسع من الثمن و بالکل تملکت

تجملت تبغلت و ان عشت تفیلت

یعنی اے بنت ابا بکر نہ ہو معاملہ ہو المردہ تو بیوی تیرا حجرہ شریفہ میں آٹھویں حصہ کے نواں حصہ یعنی بہترواں[1] تھا۔ تو تمام کی مالک بن کر بیٹھ گئی۔ غرض عائشہ دیوانہ وار چلی آئی اور قبر رسولؐ کے نزدیک پہنچکر بیٹھے آپ کو

[1] یہ مسئلہ ہے کہ حضرت رسالت پناہ کے بوقت وفات ۹ بیبیاں تھیں اور زوجہ کا حق ترکہ صاحب اولاد سے آٹھواں ہوتا ہے وہ آٹھواں حصہ نو بیبیاں پر تقسیم ہو اور جملہ ترکہ کا بہترواں حصہ ہر ایک بی بی کو پہنچا جس کو لے لے ابو بکر نے [illegible]

خچر سے گرا دیا اور سر کے بال نوچنے لگیں کہ حسنؑ کو یہاں دفن ہونے دونگی جب تک کہ ایک بال میرے سر میں
موجود ہے اُدھر ان ملاعین نے جنازہ پر تیر برسائے حتی کہ ستر تیر جنازے سے نکالے گئے تھے منقول ہے کہ
عائشہ نے اپنے اسی غیظ و غضب کی حالت میں یہ بھی کہا کہ حسنؑ کو یہاں دفن ہونے دونگی میں نہیں چاہتی کہ
رسول اللہؐ کی پردہ دری ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے یہ کلمات اس کے سنے تو فرمایا کہ آج انکی پردہ
دری ہوتی ہے تیرے باپ اور انکے فاروق ایسے سالہا سال پہلے آنحضرتؐ کی ہتک حرمت کر چکے ہیں
آگاہ رہ کہ ہم آنحضرتؐ کو تجدید عہد کے لئے زیارت کرانے لائے ہیں یہاں دفن کرنا ہمارا مقصود نہیں
پردہ دری تم لوگوں نے کی کہ بموجب آیہ شریفہ یا ایہا الذین امنوا لاتدخلوا الخ کے یہ تھا کہ بلا اذن و
اجازت خانہ آنحضرتؐ میں داخل نہو تم داخل ہوئے اور حسب الحکم خداوندی یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا
اصواتکم الخ ممانعت تھی کہ آواز کو آپ کے سامنے بلند نکرو تم نے اپنی آوازوں پر کفایت نہیں بیلچے اور کلنگ

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۳۰) میں بیان کیا اسنے پھر کہا کہ اے ابوحنیفہ کیا آیہ شریفہ یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان
یؤذن لکم منسوخ ہے۔ کہا نہیں فضال نے کہا تو تم کیا کہتے ہو اس مقدمہ میں کہ بہترین آدمیان بعد رسول اللہ ابوبکر و عمر ہیں یا
علی ابن ابیطالب ابوحنیفہ نے کہا تجھے معلوم نہیں کہ شیخین رسول اللہ کے ساتھ ایک جگہ میں دفن ہیں اس سے بڑھ کر ان کی
فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔ فضال نے کہا کہ اگر انھوں نے ایسی جگہ جہاں ان کا کوئی حق نتھا دفن کرنیکی وصیت کی تو بڑا ظلم کیا
کہ بیگانے کی زمین میں تصرف کیا اسلئے کہ یہ مکان اُن کا اپنا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر چکے تھے
تو دی ہوئی شے کو واپس لینا اور نقض عہد کرنا یہ اور بھی برا ہے۔ اور یہ تم اقرار کر چکے ہو کہ آیہ شریفہ
یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا منسوخ نہیں ہوئی ابوحنیفہ نے سر جھکا لیا اور سوچ کر کہا وہ بنظر حقوق اپنی
بیٹیوں عائشہ و حفصہ کے وہاں دفن ہوئے تھے فضال نے کہا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو اس
وقت آپ کی نو ازواج موجود تھیں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میراث کے صاحب اولاد ہونیکی صورت میں ازواج کا حق
آٹھواں حصہ ترکے کا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ترکے میں جو موجود ہوتے آپ کی دختر جناب فاطمہ زہرا اُنکا
حصہ ہوا حجرہ نو حصہ پر تقسیم ہونے سے ہر ایک بی بی کا بہترواں حصہ آیا اور وہ ایک بالشت بھر سے زیادہ
نہیں ہو سکتا پس اتنی بڑی لاشیں اپنی بیٹیوں کے حصہ میں کیونکر سما سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کیا بات ہے کہ فاطمہ زہرا کو تو حدیث
نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث پیش کر کے ترکہ رسول سے جواب ملگیا اور عائشہ او حفصہ وارث کی حق دار ہوں یہ
صریح تناقض ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا اسکو میرے پاس سے دور کرو قسم خدا کی یہ رافضی خبیث ہے ۱۲ بحار

مار مار کر یہ مقدس زمین کھود ڈالی۔ حالانکہ آنحضرتؐ کی زندگی میں اور وفات کے بعد ان کی حرمت یکساں امت پر واجب ہے کیونکہ یہ احکام ہر وقت واجب العمل ہیں قسم بخدا اے عائشہ اگر یہ امر ، یہ مد نظر ہوتا کہ اس موقع پر خونریزی نہ ہونے پائے تو تم دیکھ لیتیں کہ حسن مجتبیٰ اسی جگہ دفن ہوتے اور اس میں تمہاری ناک زمین پر رگڑی جاتی۔

عائشہ اور محمد حنفیہ رضؓ

محمد نے کہا اے عائشہ تو اپنے تئیں ضبط نہیں کرتی اور اس مقام پر جو تیرے لئے مقرر ہو قرار نہیں پکڑتی کبھی اونٹ پر چڑھتی ہے کبھی خچر پر سوار ہوتی ہے۔ عداوت بنی ہاشم تیرے رگ و پے میں پیوست ہے عائشہ بولی اے پسر حنفیہ یہ پسران فاطمہؑ ہیں انکو بولنا روا ہے۔ تو کس سبب و نسبت پر کلام کرتا ہے۔ امام حسینؑ نے کہا محمد کو فاطمیوں سے حبابت کر تین بزرگوار فاطمہ ان کے سلسلہ اور ان میں داخل ہیں فاطمہ بنت عائذ بن مخزوم ، فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ، فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم عائشہ نے کہا جنازہ یہاں سے اٹھا کر لیجاؤ تم کو مناظرہ میں مہارت کمال ہے۔ ہم گفتگو میں تم سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ مزید توضیح کے لئے یہ کیفیت تاریخ طبری سے بھی نقل ہوتی ہے

اصل عبارت ترجمہ تاریخ طبری محمد بلعمی

تاریخ ابو جعفر محمد بن جریر طبری کا ترجمہ ابو علی محمد بن محمد بلعمی نے فارسی میں کیا ہے اس میں لکھا ہے پس او را گورے کنند ہم پہلوے گور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و بر جنازہ اش نہادند و بیاوردند او را کہ گور کنند حضرت عائشہؓ آگاہ شد بیامد و بر اشترے نشست و ساز کرد کہ آنجاش در گور کنند و مردمان مدینہ بر عائشہ بشوریدند کہ نیکو نیکی یکروز بر اشتر ہی جنگ میکنی و دیگر روز بر استر نہ بر جنازہ فرزند پیغمبر و ماہ نمی کہ نبیرۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را بگور بکنند و ہر چند کہ گفتند عائشہ رضی اللہ عنہا رہا نہ کرد کہ او را بگور بکنند و مردمان دو گروہ شدند گروہے کہ شیعہ عائشہ بودند تیر انداختن گرفتند تا جنازہ امیر المومنین حسنؑ پر تیر گشت پس حسن رضی اللہ عنہ را بہ بقیع الغرقد بگور کردند و کسان حسن رضی اللہ عنہ آن را یوم البغل خواندند چنانکہ حرب بصرہ را یوم الجمل خواندند۔

ؔ یوم دفن امام حسنؑ کو نام یوم البغل اس طور رکھا گیا کہ مشہور عائشہ نے خچر پر چڑھ کر جنازۂ آنحضرتؐ پر تیر لگائے اور دفن آنحضرت ﷺ کے روضہ میں نہ ہونے دیا۔

منقول ہے کہ ان ملاعین نے جنازہ آنحضرتؑ پر تیر لگائے تو بنی ہاشم کو غضب آیا تلواریں میان سے نکال لیں اور ارادہ جنگ کا کیا حضرت امام حسینؑ نے کہا تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو خونریزی اصلاً بہتر نہ پائے پس جنازہ وہاں سے اٹھایا اور جنت البقیع میں لیجا کر آپ کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہؑ بنت اسد کے نزدیک دفن کیا ؛

کلام محمد حنفیہ بر قبر آنحضرت علیہ السلام

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ امام حسنؑ دفن ہوئے تو محمد بن حنفیہ آپ کے بھائی آپ کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا

لئن عزت حیاتک لقد ھدت وفاتک
ولنعم الروح روح تضمنہ کفنک و
ولنعم الکفن کفن تضمن بدنک وکیف
لا یکون ھکذا وانت عقبۃ الھدیٰ و
خلف اھل التقویٰ وخامس اصحاب الکساء
وغذتک بالتقویٰ اکف الحق وارضعتک ثدی
الایمان وربیت فی حجر الاسلام وطبت حیا
وان کانت انفسنا غیر سخیۃ بفقدک
رحمک اللہ یا ابا محمد برواےت دیگر فرمایا
یا ابا محمد لئن طابت حیاتک ولقد فجع مماتک
وکیف لا یکون کذلک وانت خامس اھل الکساء
وابن محمد المصطفےٰ وابن علی المرتضیٰ وابن
شجرۃ طوبیٰ ؛

اے حسن تمہاری زندگی عزیز تھی جیسا کہ تمہاری وفات ایذا دینے والی ہے
کیا ہی اچھا تمہارا جسم ہے جس کو کفن نے اپنے اندر لیا ہے اور
اور کیا اچھا تمہارا کفن ہے جو جسم تمہارا ہو لیا
ایسا نہ ہو جبکہ تم عقبہ ہدایت ہو۔ اور اہل
تقویٰ اور پرہیزگاری کے جانشین اور اصحاب کساء کے پنجتن ہو
کہ ہاتھ دست حق نے تقویٰ و پرہیزگاری تمکو غذا دی اور
پستان ایمان سے تمہیں دودھ پلایا اور آغوش اسلام میں تمہاری پرورش ہوئی
پس تم زندگی میں اور مرنے کے بعد پاک و پاکیزہ ہو پس ہمارے دل اگرچہ تمہاری
مفارقت پر خوش نہیں تاہم خدا رحم کرے تم پر اے ابو محمد ۔
دیگر کہا اے ابو محمد اگر تمہاری زندگی خوش تھی تو تمہاری
وفات نے ہمکو دردمند کیا کیونکر ایسا نہ ہو جبکہ تم پانچویں ہو اصحاب کساء کے
اور پسر جناب محمد مصطفیٰ صلعم اور علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہراؑ کے
اور پسر ہو درخت طوبیٰ کے ؛

مناقب ابن شہر آشوب میں کچھ اشعار نقل ہوئے ہیں کہ حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ نے بوقت دفن اپنے برادر معظم حسن مجتبیٰؑ انشا کئے اور مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا ماتم برادر خود بعض ان سے مندرجہ ذیل ہیں ۔

ادھن راسی ام اطیب محاسنی ... وراسک معفور وانت سلیب

فلا زلت ابکی ما تغنت حمامة ... علیک وما ھبت صبا وجنوب

وما ھملت عینی من الدمع قطرة ... وما اخضر فی دوح الحجاز قضیب

بکائی طویل والدموع غزیرة ... وانت بعید والمزار قریب

غریب واطراف البیوت تحوطہ ... الا کل من تحت التراب غریب

ولا یفرح الباقی خلاف الذی مضی ... وکل فتی للموت فیہ نصیب

ولیس حریب من اصیب بمالہ ... ولکن من واری اخاہ حریب

آیا میں اپنے سر میں روغن لگاؤں یا اپنی ڈاڑھی کو خوشبو کروں حال آنکہ تمہارا سر مبارک خاک آلود ہو اور تم سلب الردا ہو۔ پس میں ہمیشہ تم پر مصروف گریہ و بکا ہوں گا جبتک کہ پرندے چہچہاتے اور باد شمال و جنوب چلتی رہے گی اور اس وقت تک بہ بیک کہ میری آنکھیں ایک قطرہ اشک گرائیں اور جبتک کہ حجاز کے درختوں کی ایک شاخ سر سبز رہے میری گریہ و بکا دراز ہے اور آنسو کثیر اور تم دور ہو اور تمہاری قبر ہمارے نزدیک تم حالت غربت میں ہو اور قبر کی دیواریں تمہیں احاطہ کئے ہیں آگاہ ہو کہ ہر ایک مٹی کے نیچے دبا ہوا غریب ہے باقی رہنے والا مرجانے والے کے خلاف خوش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر مرد میں موت عنقریب ٹھہرا ہے یعنی وہ بھی مرے گا جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگزری ... شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

حریب (جس کا وہ مال کہ اسے زندگی بے تلف ہو جائے) وہ نہیں کہ جس کے مال پر کوئی آفت آئے حریب وہ ہے جو اپنے برادر قوت بازو کو اپنے ہاتھ سے مٹی میں دفن کرے۔

نیز آنحضرت کے کلام معجب النظام سے ہے ؎

ان لم امت اسفا علیک فقد ... اصبحت مشتاقا الی الموت

اگر میں تمہارے رنج و اندوہ میں مر نہیں گیا تو البتہ اس غم میں مرجانیکا شائق تو ضرور ہو گیا ہوں۔

ثواب زیارت قبر آنحضرت و گریہ بر آنجناب صلوٰۃ اللہ علیہ

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ حسن میرا لخت جگر و نور نظر و میوۂ دل ہو وہ

وہ سید و سردار ہیں جوانان بہشت کا وہ حجۃ خدا ہے میری امت پر اسکا امر میرا امر ہے اور اسکا قول میرا قول
ہے جسنے اسکی متابعت کی مجھ سے ہے جو اسکا نافرمان ہوا میرا عصیان کیا۔ میں اسکو دیکھتا ہوں تو جو ذلتیں
اور جو مصیبتیں میرے بعد اسکو اٹھانی ہونگی یاد آجاتی ہیں بتحقیق کہ وہ آفات و مصائب میں مبتلا رہیگا
تا اینکہ بزہر ستم شہید کیا جائے جب وہ شہید ہوگا تو ملائکہ آسمان ہائے ہفتگانہ اس پر گریہ و بکا کریں گے
اور ہر شئے حتیٰ مرغان ہوا و ماہیان دریا اس پر روئیں گے جو اس پر روئے گا اس کی آنکھیں اسدن
کور ہونگی جسدن کہ بہت سی آنکھیں کور ہوں گی اور جو کوئی اسکی مصیبت پر اندوہناک اور غمگین ہوگا
تو اسکا دل اسدن غمگین ہوگا جبکہ بہت سے دل اندوہناک اور غمگین ہوں گے اور جو کوئی بقیع میں
جاکر آنحضرت کی زیارت کرے گا اس کے قدم پل صراط پر ثابت ہوں گے جبکہ بہتیرے قدم اسپر لغزش
کریں گے۔

دیگر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار حضرت حسن مجتبیٰ آغوش رسولؐ میں جاگزیں تھے
تو سر مبارک بلند کرکے کہنے لگے یا رسول اللہ جو کوئی آپ کے وفات کے بعد آپ کے مرقد مبارک کی زیارت
کرے اسکا کیا ثواب ہے ارشاد کیا اے فرزند جو میرے مرنیکے بعد میری قبر کی زیارت کو آئے اسکے گناہ بخشے
جاتے ہیں اور مستحق جنت کا ہوتا ہے۔ علی ہذا جو تمہارے باپ علی مرتضیٰ کی زیارت اس کے مرنے کے بعد
کرے اسکے لئے جنت ہے نیز جو تمہاری اے حسن وفات کے بعد تمہاری زیارت کرے وہ اہل بہشت سے ہے۔

دیگر حضرت محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ ہر جمعہ کو بوقت عصر زیارت قبر امام حسنؑ کے لئے جنت
البقیع کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔

استبشار معاویہ بموت امام حسنؑ

آپ کو زہر دیا گیا اور آپ مریض ہوئے تو عامل مدینہ نے معاویہ کو شام میں یہ حال لکھا اسنے جواب میں
لکھا کہ اگر تجھ سے ہوسکے تو ہر روز ان کا حال لکھا کر، اسلئے ہر روز قاصد روانہ کرتا تھا تاآنکہ آپ نے رحمت خدا کی طرف
انتقال کیا۔ اسنے یہ خبر بھی لکھ بھیجی۔ آپ کی وفات معلوم کرکے معاویہ نے بیحد اظہار مسرت و بشاشت کیا اور سجدہ شکر
بجالایا اسکے ساتھ اسکے اصحاب نے بھی سجدہ کیا۔ بروایتے یہ خبر اسکو پہنچی تو اسوقت اپنے قصر موسوم بہ خضرا میں
تھا یہ خبر پاکر باواز بلند تکبیر کہی اسکو سنکر جو لوگ مسجد جامع میں تھے انہوں نے بھی تکبیر کہی یہ حال عبداللہ ابن عباس کو

کو جو اس زمانہ میں دمشق میں مقیم تھے یہ حال معلوم ہوا تو معاویہ کے پاس آئے اس نے کہا اے پسر عباس حسن ہلاک ہوئے انھوں نے کہا انھوں نے وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون اور مکرر استرجاع کیا اور کہا اے معاویہ جو گڑھا حسن کے بدن سے بھرا گیا ہے وہ تیری قبر کو پُر نہیں کرے گا اور نہ انکی عمر کی کوتاہی سے تیری عمر دراز ہوگی وہ مرتے دم تک تجھ سے بہتر تھے۔ مگر یہ کیا اس مصیبت سے بھی عظیم پیش آچکی ہے وہ رسول اللہ کی وفات ہے پس اللہ تعالیٰ نے جبر نقصان کیا۔ انحضرت کے بعد آپ کی خلافت کا حق بخوبی ادا کیا۔ پھر ابن عباس نے شدت درد والم سے ایک چیخ ماری اور زار و قطار رونے لگے ان کو دیکھ کر حضار مجلس بھی گریاں ہوئے۔ معاویہ بھی باوجود سنگدلی و عداوت سو پرداز ادی کہتا ہے کہ اس دن سے زیادہ گریہ و زاری کبھی میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ بعد ازاں معاویہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ حسن نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں ابن عباس نے کہا ہم سب چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے بروایتے فرمایا کہ کلنا کان صغیرا فکبر وان طفلنا لکھل وان صغیرنا لکبیر جو چھوٹے ہیں وہ بڑے ہو جائیں گے تحقیق کہ ہمارے چھوٹے بڑے ہیں اور ہمارے اطفال مانند ادھیڑوں کے ہیں معاویہ نے کہا حسنؑ کی کیا عمر ہوگی ابن عباس نے کہا کہ حسن کا کام اس سے ارفع ہے کہ کوئی انکے زمان ولادت سے آگاہ ہو معاویہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا یا ابن عباس اب ان کے بعد اپنے خاندان میں تم سید و سردار قبیلہ ہو ابن عباس نے کہا امام حسینؑ کی زندگی میں کوئی دوسرا سردار نہیں ہو سکتا معاویہ بولا لله درک یا ابن عباس میں نے کبھی تم سے گفتگو نہیں کی الا تمکو جواب کے لئے مستعد پایا حلکذا فی الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ۔

دیگر مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ معاویہ کے سبز محل سے صدائے تکبیر بلند ہوئی اور اہل مسجد نے اس آواز پر تکبیر کہی تو فاختہ بنت قرعہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف نے اپنے مکان کے دریچہ سے سر نکال کر کہا خدا امیر المومنین کو خوش و خورم رکھے کیا خوشی حاصل ہوئی جس پر تم نے تکبیر کہی ہے کہا ہاں حسن کے مرنے کی خبر آئی ہے اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور رونے لگی۔ پھر بولی افسوس فوت ہوئے سید و سردار مسلمانوں کے اور نواسے رسول اللہ کے۔ معاویہ نے کہا تم درست کہتی ہو وہ درحقیقت اسی قابل تھے کہ ان کی وفات پر گریہ و بکا کی جائے۔ اور کشف الحقائق تاریخ امام جعفر صادقؑ مولفہ راقم میں تاریخ الخمیس سے نقل ہوا ہے کہ فاختہ مذکورہ نے معاویہ سے کہا اللہ اللہ فاطمہ بنت رسول اللہ کے لخت جگر کے مرنے پر یہ تکبیر کہی جاتی ہے معاویہ نے کہا بر او شمات یہ تکبیر نہیں کہی۔ الا میرے دل نے راحت پائی۔

راوی کہتا ہے کہ یہ عند معاویہ کا بد تر از گناہ تھا کیونکہ شماتت کرنے والے ہی کا دل کسی کے مرنے پر راحت پاتا ہے نہ کسی اور کا۔

تنبیہہ صاحب کشف الغمہ رحمۃ اللہ علیہ باب کفن و دفن امام حسنؑ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اس فصل میں چند مقام تحقیق طلب ہیں اول یہ کہ سعید بن عاص نے نماز جنازہ آنحضرتؑ پڑھائی کیونکہ وہ والی مدینہ تھا اور منع دفن آنجناب بروضہ رسول اللہ میں مروان کا نام لیا گیا اس کے جواب کے مقام میں کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مروان نے بحیثیت امیر البلد ہونے کے نہ بحیثیت سربرآوردہ و بنی امیہ ہونے کے اس ممانعت میں حصہ لیا ہو۔ مقام ثانی عبداللہ ابن عباس کی گفتگو ہے کہ اوپر تو مدینہ میں عائشہ اور مروان کے ساتھ بحث کرتے ہیں اور شام میں معاویہ کے ہمراہ جبکہ خبر شہادت آنجناب پا کر اسنے اظہار انبساط و استبشار کیا انکو سوال و جواب بعد ہو چکے۔ تو ایک ابن عباس ایک وقت میں دو جگہ کس طرح موجود ہو گئے۔ فاضل مصنف اس مقام پر صرف عجیب ان یحقق بمجھکر اسکا تحقیق کرنا ضرور ہے کہکر خاموش ہو گئے اس ایراد کا کچھ جواب نہیں دیا کہا تو یہ کہا کہ عبداللہ بن عباس کے سوا ان باتوں کا قائل دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جہاں کہیں ابن عباس مذکور ہوا ہے اس سے مراد عبداللہ ابن عباس ہی ہوا کرتے ہیں اس سے اشکال حل ہونے کے بجائے اور قوی ہو جاتا ہے۔ بنا برایں حقیر کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ درحقیقت ابن عباس سے بیشتر عبداللہ کا قصد کیا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ولد ابن عباس سے عبداللہ ہی ہوا کرتے ہیں۔ مگر کسی موقع پر اگر ان کے بھائی عبیداللہ مراد ہوں تو کوئی ممانعت بھی نہیں آخر وہ بھی عباس ہی کے بیٹے ہیں۔ پس کون قباحت ہے کہ شام میں معاویہ کے ہم کلام عبیداللہ مذکور ہوں اور مدینہ میں اس موقع پر جہاں جہاں ابن عباس کا ذکر آیا اس عبداللہ کا ارادہ کیا جائے اور جگہ دیکھا جاتا ہے کہ عائشہ کے ساتھ تجملت تبغلت الخ کا اور کا خطاب بموجب روایت معتبرہ مجلسی علیہ الرحمۃ محمد حنفیہ کا کلام ہے تو ابن عباس سے منسوب فقط مروان کو خطاب رہ جاتا ہے جو ایک معمولی کلام تھا کہ اے مروان مطمئن ہو کہ حسنؑ کا یہاں دفن کرنا منظور نہیں اصلاً صرف تجدید عہد کے لئے روضہ رسول اللہ پر لائے ہیں۔

اور روضۃ الشہدا میں نقل کیا ہے کہ بعد شہادت امام حسنؑ مروان کو اندیشہ ہوا کہ حسین بن علی مرد غیور ہیں اپنے بھائی کے قاتل کی ضرور جستجو کریں گے اگر اس عورت یعنی جعدہ نام اسماء بنت اشعث کو پکڑوا اور اس سے بیان کے خوف سے کہدیا کہ زہر الماس ز ساز دہ مروان دیا تھا تو بنی ہاشم جوش میں آئیں گے اور آتش فتنہ و فساد اس طرح مشتعل ہو گی کہ بحر محیط کے پانی سے بھی نہ بجھیگی۔ پس اس نے جعدہ کو کہا کہ بیٹی کیا ہوا کہ

اور اس شہرت سے فرار ہو کہ امام حسینؑ تیسرے قتل کی فکر میں ہیں۔ وہ خود پہلے سے خائف و ترساں تھی دشمن ظالم
کا آمادہ کیا۔ مروان نے دو غلام مع تمناکنیزیں اسکے ہمراہ کیں اور معاویہ کو خط لکھا کہ اس عورت کو پوشیدہ رکھو
کسی سے بات نہ کرنے دو اگر قصہ زہر خورانی امام حسنؑ سے ذرا بھی اسکے لب آشنا ہوئے تو آتش فتنہ و فساد
روشن ہو جائے گی یہ خط اور اسماء شام میں پہنچے تو معاویہ نے حکم دیا کہ صورت حسنؑ میں آثار سوگ پر شہر کے دروازے
سیاہ کریں دوکانیں بند کریں اور تین شب و روز تمام شہر کے لوگ رسوم تعزیت ادا کریں پھر اسماء کو خلوت میں
بلاکر حال دریافت کیا اسنے ریزہ ہائے الماس پانی میں ڈالنے اور آپ کی شہادت پانے کی مفصل کیفیت
بیان کی اور کہا یہ سب کام محبت یزید اور تمہاری وفاداری میں کئے امیر شام نے کہا تو نیکو کیا فلاح پائیگی
جبکہ تجھکو خدا اور رسول سے شرم نہ آئی اور رخسار گلعذار و گیسوئے تابدار اس پیشوائے اخیار کا ذرا خیال نہ
کیا۔ جعدہ خلق و کرم و ملاحت و سماحت امام حسنؑ کو یاد کرکے رو پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ تین شبانہ روز مشغول
گریہ و بکا رہی چوتھے روز معاویہ نے حکم دیا کہ اسکو دم اسپ سے باندھ کر چار شخص اسپر سوار کر دوڑائیں اور حکم
دیا ہوا کہ اسکو جزیرہ میل میں لیجائیں اور دست و پا باندھ کر دریا میں ڈالدیں ایک فرسخ اس جزیرہ میں گئے
تھے کہ طوفان و باد سیاہ پیدا ہوئی اور ایک مچھلی اسکو اٹھا کر لیگیا اور اس جزیرہ میں لیکر ڈالدیا۔ پھر اس کا
کہیں پتہ و نشان نملا ۶ آنرا کہ چناں کند چنیں آید پیش ؛

ازواج

بیبیاں جو آنحضرت کے عقد میں آئیں کثرت سے ہیں حتیٰ کہ بعض روایات میں تعداد ازواج جنسے
یکے بعد دیگرے نکاح ہوا ستر تک بیان ہوئی ہے کنیزیں ان کے سوا تھیں ظاہراً زیادہ تر باعث اسکا
یہ ہے کہ جمال بیمثال آنحضرت صلوات اللہ علیہ کا دیکھکر عورات فریفتہ ہوتیں اور اکثر ابتداءً خواہش انکی
طرف سے کیجاتی۔ نیز فرزند رسولؐ جان کر بقصد تبرک عورات آپکی ہم بستری کی خواستگار تھیں اور گو ان
کو یہ معلوم تھا کہ عرصہ دراز تک اس شرف سے مشرف نہ رہیں گی تاہم تھوڑی مدت بھی اس سے سعفیض ہونا
اپنے لئے کافی جانتی تھیں یہی باعث تھا کہ امیر المومنین نے جو ایکمرتبہ بطور عذر خواہی سر منبر اسکا ذکر
کیا اور فرمایا اے اہل کوفہ حسنؑ مطلاق ہیں یعنی ازواج کو کثرت سے طلاق دیتے ہیں تم اپنی لڑکیاں
ان سے باز رکھو۔ تو بعض اکابر قوم نے بروایتے ایکمرتبہ نے قبیلہ ہمدان سے کھڑے ہوکر کہا قسم بخدا

ہم ان کو برابر لڑکیاں دیں گے انہ ابن رسول اللہ وابن فاطمۃ الزہراء ان اعجبہ تمسک وان کرہ طلق کیونکہ وہ فرزند بند رسولخدا و لخت جگر فاطمہ زہرا ہیں ان کو پسندیدہ ہو رکھیں کراہت کریں طلاق دیدیں اور عورات کا آپکے حسن وجمال پر فریفتہ ہو کر طالب وصال ہونا کوئی پوشیدہ امر نہیں ایکدن جعیقہ جو خود بھی حسن وجمال میں بیمثال تھی آپ کی خوبصورتی کا شہرہ سنکر منزلیں طے کر کے ماہ حج میں مقام الوبیہ حاضر ہوئی اور عرض مدعا کے ساتھ بیان کیا کہ کسی کے حبالۂ نکاح میں نہیں آزاد ہوں۔ مگر آپ ایک مجبول النسب نا معلوم الحال عورت کی درخواست کیونکر منظور کر سکتے تھے۔ صاف انکار کیا اس نے زیادہ اصرار کیا تو گریاں ہوئے۔ عورت یہ صورت دیکھ کر بے نیل مرام واپس ہوئے چنانچہ باب اخلاق میں آنحضرت کی یہ قصہ مفصلاً مذکور ہوا۔

پس ایک جعدہ معونہ کے سوا کہ معاویہ قادیہ کے اغوا سے بطمع دنیا اپنا دین و دنیا تباہ اور برباد کر گئی باقی ازواج عاشق زار و فریفتۂ محبت آنحضرت میں اسقدر سرشار تھیں کہ باوجود طلاق ملنے کے تا وقت جنازہ آنحضرت کے ساتھ دفن تک سب کی سب برہنہ پا گئیں۔ جعدہ کے ساتھ آپ نے سنت رسول اللہ کے موافق ایک ہزار دینار پر عقد کیا تھا مگر اُس نے بیوفائی حد کو پہنچا دی۔

انجام کار جعدہ نابکار بقول دیگر

معاویہ نے اس ملعونہ کے ساتھ بھی وفائے عہد نہ کیا یعنی نہ جاندا و موعودہ لے دی۔ نہ یزید کے ساتھ اس کی شادی کی اور کہا جس نے فرزند رسول اللہ کے ساتھ بیوفائی کی یزید اس سے کیا فلاح پائیگا خسر الدنیا والآخرہ و ذالک ھو الخسران المبین۔ ازجنات الخلود او عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ آخر کو جعدہ نے آل طلحہ سے ایکمرد کے ساتھ نکاح کیا جس کے یہاں اس سے اولاد ہوئی جب انکے اور دیگر قبائل قریش کے درمیان گفتگو ہوتی تو ان میں عیب نکالتے کہ تم وہی ہو جنکی ماں نے اپنے ذی مرتبت شوہر کو زہر دیا تھا اور یہی مسمۃ الازواج سے عنہا انکا نام شہرت پاگیا تھا واللہ اعلم۔

وجہ دیگر میلان طبیعت نسوان عالی نسبی آنحضرت ع ہی

ابو الحسن مداینی کی روایت ہے کہ آپ نے کسی مرد سے اس کی دختر کی درخواست کی اس نے کہا میں ضرور اپنی

لڑکی آپکی زوجیت میں دونوں کا حال آنکہ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ طلاق بہت دیتے ہیں مگر نسب کی رو سے اور اپنے آباء و جد سے عالی رتبہ ہو۔

اور محمد بن سیرین نے روایت کی کہ حسنؑ بن علیؑ نے منظور بن ریان سے اسکی دختر خولہ کی درخواست کی اسنے کہا قسم خدا کی میں ضرور اسکی شادی تمہارے ساتھ کروں گا وَاِنّی لاعلم انک غلق طلق ملق غیر انک اکرم العرب بیتاً و اکرمہم نفساً تحقیق کہ جانتا ہوں کہ عورات کے ساتھ تمہارے اخلاق اچھے نہیں طلاق دیدیتے ہو۔ لیکن تم عرب میں از روئے خاندان اور بذات خود کریم تر ہو حضرتؑ نے انکے ساتھ شادی کی اور حسن بن حسن معروف بہ حسن مثنیٰ اس مخدرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

نکاح مشروط سے انکار

مناقب ابن شہر آشوب میں کتاب احیاء علوم سے نقل ہوا ہے کہ امام حسنؑ نے عبدالرحمان بن حارث کی انکی دختر کی خواستگاری کی عبدالرحمن نے سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر بولا قسم خدا کی میرے نزدیک روئے زمین پر تم سے زیادہ کوئی عزیز و کریم نہیں مگر آپ کو معلوم ہے کہ وہ لڑکی میری پارۂ جگر ہے اور آپ کثرت سے طلاق دیتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اسے طلاق دیں اور میرا قلب آپ کی جانب سے متغیر ہو جائے حالانکہ آپ رسول خدا کے فرزند دلبند ہیں۔ اگر شرط کرلیں کہ طلاق نہ دیں گے تو اس کے نکاح کے لئے آپ سے بہتر کوئی نہیں حضرتؑ خاموش ہو کر وہاں سے اٹھے اور کسی نے سنا کہ فرماتے تھے کہ عبدالرحمن اپنی لڑکی کو میرے گلے کا طوق بنانا چاہتا ہے؛

لہ عمدۃ المطالب میں ہے کہ خولہ مذکورہ دختر محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کے نکاح میں تھی جب وہ جنگ جمل میں قتل ہوا تو امام حسنؑ نے انکے ساتھ عقد کیا اس کے باپ کو یہ حال معلوم ہوا تو مدینہ آیا اور اسکو محمل میں سوار کر کے بیچا اور کہا امثلی یفتات علیہ کہ مجھ جیسا شخص اپنی دختر پر عتاب کیا جائے گویا اس وصلت پر اظہار کراہت کیا نوبت بقیع تک پہنچی تھی کہ خولہ نے کہا اے پدر مجھے کہاں لئے جاتا ہے انہ الحسن بن امیر المومنین علی ابن ابیطالب و ابن بنت رسول اللہ وہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب و فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کے لخت جگر حسنؑ ہیں ان سے بہتر کون میرا شوہر ہو سکتا ہے اسنے کہا اسکو اگر تیری ضرورت ہوگی تو عنقریب مجھے آکر مجھ سے کہیں گے۔ نخلستان مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ و عبداللہ بن جعفر بھی انکے ہمراہ ہیں منظور نے خولہ کو ان کے حوالے کر دیا اور وہ اسکو مدینہ لے گئے۔

معاویہ کی نابکاری اور امام حسنؑ کی کامگاری

یزید نے ایک بار عبداللہ بن عامر کی زوجہ ام خالد نام کو کہ دختر ابو جندل تھی دیکھا اور اسپر عاشق ہوگیا
اس سودا میں مبتلا رہ کر غم والم رہنے لگا آخر یہ راز دلی معاویہ کے روبرو ظاہر کیا عبداللہ جو معاویہ کے پاس آیا
تو کہا میں نے تجھکو بصرہ کی حکومت بخشی اس طرف کو جانا وسامان روانہ ہو اور اگر تیری زوجہ نہ ہوتی تو میں چاہتا
تھا کہ اپنی دختر رملہ کا تیرے ساتھ نکاح کر دیتا عبداللہ نے مکان پر پہنچکر رملہ کے شوق میں اپنی زوجہ ام خالد
کو طلاق دیدی معاویہ نے ابو ہریرہ کو بھیجا کہ ام خالد کا یزید کے لئے خطبہ کرے اور جتنا مہر وہ مانگے قبول
کرے اس کی اطلاع مدینہ میں آئی تو امام حسنؑ و امام حسینؑ ۔ عبداللہ جعفر نے بھی اپنے اپنے واسطے اس کی
خواستگاری کا پیام دیا ام خالد نے چاروں خواستگاروں سے امام حسن کو اپنی زوجیت کے لئے انتخاب کیا تا دیکہ
آپ کے ساتھ ہی شادی ہوگئی یہ روایت اجمالی ہے مگر ابو الحسن مدائنی نے اس عورت کا نام زینب بنت سہیل
بن عمر بتایا ہے اور کہا ہے کہ پیشتر وہ عبداللہ بن عامر بن کریز کے نکاح میں تھی اسکے طلاق دینے پر
معاویہ ابو ہریرہ کو لکھا کہ یزید کے لئے اسکا خواستگار ہو امام حسنؑ نے اپنے لئے ابو ہریرہ سے ذکر اسکا کیا
اس نے دونو کا ایک ساتھ پیغام پہنچایا ہند نے ابو ہریرہ سے مشورہ کیا اس نے امام حسنؑ کو ترجیح دی
لہذا آپ کے ساتھ اسکا نکاح ہوگیا ۔ بہت قوی ظن ہے کہ ہند ام خالد کا نام ہو یا باپ کے نام میں راوی
نے غلطی کی ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو یا دو جدا جدا حکایتیں دو عورتوں کی ہوں واللہ اعلم

بعض وجوہ طلاق

عائشہ خثعمیہ حضرت کے نکاح میں تھی حضرت امیرالمومنین درجہ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے اور امام
حسن علیہ السلام کے ساتھ بیعت ہوئی تو اس نے مبارکباد دی اور کہا تمکو خلافت و حکومت گوارا ہو اے
امیرالمومنین آپ نے فرمایا علی قتل کئے جائیں اور تو مبارکباد دے یہ شماتت ہے جا میں نے تمکو طلاق دیا تو وہ اپنے
اسباب و سامان سمیت چلی گئی انقضائے عدہ پر آپ نے مبلغ بارہ ہزار درہم مہر کے بھیجدیئے وہ روپیہ پاکر بولی
متاع قلیل من حبیب مفارق" مفارقت کرنے والے دوست کے مقابلے میں یہ مال ایک متاع قلیل ہے
دیگر مدائنی کی روایت ہے کہ امام حسنؑ نے حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر یعنی خلیفہ اول کی پوتی کے ساتھ

شادی کی۔ منذر بن زبیر بھی اس کے ساتھ نکاح کی خواہش رکھتا تھا حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو طلاق دیا پس منذر نے خطبہ کیا حفصہ نے درخواست منذر کی منظور کی اور کہا میں اسکے نکاح میں نہ آؤنگی کیونکہ اس نے مجھے شہرت دی ہے۔

بذل وبخشش اموال بہ ازواج

حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہ نے بعض اوقات گران گران رقوم مہر ازواج میں بذل کی ہیں۔ روایت ہے کہ ایکبار ایک عورت کے ساتھ شادی کی اس کے گھر کی سو کنیزیں اسکی پیشوائی کو بھیجیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک تھیلی ہزار درہم کی تھی۔

دیگر حسن بن سعید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے دو عورتوں سے متعہ کیا بیس ہزار درہم اور کچھ مشکیں پر از شہد کی ان کے لئے مہر میں بھیجیں انھوں نے کہا ایک حبیب قلبی سے جدائی ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں یہ متاع کیا چیز ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورات آپکے مقابلہ میں مال کی ذرا حقیقت نہ سمجھتی تھیں۔

صورت طلاق آں امام آفاق

ابن ابی الحدید معتزلی نے ابو جعفر محمد بن حبیب سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کی بی بی کے طلاق کا قصد کرتے تو انکے پاس بیٹھ کر فرماتے ایسّرُک ان اھب کذا وکذا چاہتی ہو کہ تم کو اسقدر مال بخشوں وہ کہتے جو کچھ مرضی مبارک ہو یا کہتی ہاں فرماتے یہ تجھکو ملیگا اٹھتے تو اسقدر مال اور پیام طلاق اس کے پاس بھجوا دیتے۔

ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپنے پچاس بیبیوں کو طلاق دی۔ اور ابو الحسن مدائنی مورخ کا قول ہے کہ امام حسن کثیر التزویج تھے۔ خولہ بنت منظور بن ریان سے شادی کی اس کے شکم سے حسن بن حسن پیدا ہوئے اور ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ سے عقد کیا اس سے ایک پسر ہوا جسکا نام طلحہ تھا۔ ایک زوجہ آپکی ام بشر بنت مسعود انصاری تھی جس کے بطن سے زید بن حسن وجود میں آئے۔ جعدہ بنت اشعث بن قیس وہ زوجہ تھی جسنے زہر ہلاہل پلا کر آپ کو شہید کیا اور نیز

بنت جبل بن بطر وہند بنت عبد الرحمن بن ابی بکر ہاور ایک عورت بنی کلب سے اور ایک دختر امرء القیس منقری ہے اور
ایک بنی ثقیف سے جس سے عمر بن حسن ہوئے اور ایک زوجہ دختران علقمہ بن زرارہ سے اور ایک بنی شیبان بن
آل ہمام بن مرہ سے تھی جسکی نسبت کسی نے کہا کہ وہ خارجی المذہب ہے فوراً اسکو طلاق دیا اور فرمایا انی اکرہ ان یضم
الی ضجعی جمرۃ من جمر جہنم میں کراہت کرتا ہوں کہ ایک چنگاری آتش جہنم کی اپنی گردنمیں باندھ لوں بطور تحقیق جب کہ شمار
کیا گیا تو کل بستر ازواج سے آپنے مت العمر میں نکاح کیا اور ایک سو ساٹھ زر خرید کنیزیں تصرف میں آئیں
دو حرّہ ایک تیمیہ دوسری قبیلہ جعف کی آپ کے عقد میں تھیں ان دونوں کو ایک ساتھ طلاق دیا
اور دس دس درہم اور کچھ مشکیں گھی اور شہد کی بھیجیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں یہ خبر لیکر گیا جعفیہ سے کہا
کہ اپنا وعدہ پیدا کرو تو اس نے آہ سرد بھری اور کہا متاع قلیل من حبیب مفارق کہ جدا ہونے والے معشوق
کے مقابلہ میں یہ متاع قلیل ہے۔ تیمیہ اسکے معنی نہ سمجھی حتی کہ اور عورتوں نے اسکو سمجھایا سنکر خاموش
ہوگئی۔ میں نے جا کر جعفیہ کا کلام حضرت سے نقل کیا تو زمین کریدنے لگے اور کہا اگر میں کسی عورت
کو طلاق دے کر مراجعت کرتا تو البتہ اُس سے بھی مراجعت ہوتی۔

اولاد و امجاد

کل پسران و دختران بقول شیخ مفید علیہ الرحمۃ پندرہ ہیں بدیں تفصیل زید بن الحسن اور ان کی
دو بہنیں ام الحسن و ام الحسین از بطن ام بشیر بنت ابی مسعود بن عقبہ خزرجیہ حسن مثنیٰ بن الحسن خولہ بنت منظور
فزاریہ سے عمرو، قاسم، عبد اللہ ایک ام ولد سے عبد الرحمن ایک اور ام ولد سے حسین معروف بہ
اثرم جسکے آگے کے دانت گرے ہوئے ہیں، طلحہ، و فاطمہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمی سے
ام عبد اللہ، فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ مختلف ماؤں سے۔ یہ آٹھ پسر اور سات دختر ہیں۔ مگر اعلام الوریٰ
میں ابوبکر نواں پسر زیادہ کیا ہے جو کربلا میں اپنے عم محترم حسینؑ کے ساتھ شہید ہوا نیز پسران آنحضرتؑ
عبد اللہ و قاسم شہدائے کربلا میں محسوب ہیں۔ اور عمدۃ الطالب میں ابوبکر عبد اللہ ہی کی کنیت بتائی گئی ہے
اور اسمٰعیل و حمزہ و یعقوب تین پسر کا اضافہ کرکے کل تعداد پسران گیارہ اور دختران سے ایک فاطمہ کم
کرکے کل چھ اور جملہ اولاد کی تعداد سترہ رکھی ہے اور بعضوں کے نزدیک دختر فقط
ایک ام الحسن مادر امام محمد باقرؑ تھیں شاید ان کو دیگر بنات پر وقوف نہیں ہوا یا صغر سنی میں فوت ہو گئیں

واللہ علیم اور نسل آپ کی زید۔ حسن مثنیٰ و حسین اثرم و عمر چار بیٹوں سے جاری ہوئی الا حسین اثرم و عمر کی نسل جلدی منقرض ہو گئی تھی۔ پس سلسلہ اولاد حسن کا برابر جاری چلا جاتا ہے وہ فقط زید بن الحسن و حسن مثنیٰ ہیں۔

عمدۃ الطالب میں ہے کہ اعقاب حسنین علیہما السلام بارہ اسباط سے ہوا ہوئی ہیں چھ امام حسن سے اور چھ امام حسینؑ سے۔ کیونکہ حضرت رسولخداؐ سے مروی ہے کہ فرمایا میری اولاد تعداد میں بقدر نقبائے بنی اسرائیل بارہ ہونگی۔ چنانچہ بعض شعرانے اسکو رشتہ نظم میں کھینچا ہے ؎

تو نحی بلا عقب ولیس معقب وما ہیک بالعقب الکرام الاعاظم فستۃ ابناء الحسین وستۃ من الحسن المحاد ذکل عالم

وہی یہ اولاد ہیں اور محمد مصطفیٰ کی اولاد دنیا میں پھیلی اور سکانی ہیں جنکو لوگ عظیم المرتبہ و کریم العادۃ ہیں چھ سبط ان سے حسینؑ کے ہیں اور چھ ہدایت کنندہ حسن کے ابدیہ تمام نسل فاطمہ صلوات اللہ علیہا سے ہیں

اب ہم اولاد امام حسنؑ کا جدا جدا حال حتی المقدور دریافت ہوا علم واطلاع ناظرین کے لئے درج ذیل کرتے ہیں

زید بن الحسن

معروف بابلج (صاحب روئے روشن) اکبر اولاد آنحضرت ہیں عمر دراز بقولے سو سال پائی۔

ارشاد میں ہے کہ آپ متولی صدقات رسول اللہ جلیل القدر کریم الطبع پاکیزہ نفس سخی و فیاض تھے شعراء نے انکی مدح کی ہے۔ لوگ ان کے احسان و اکرام کے لئے آفاق عالم سے آپ کے پاس آتے تھے اور دامن

لہ صاحب سیرت لکھتا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اپنے عامل مدینہ کو لکھا۔ اما بعد جس وقت میرا خط تجھکو ملے زید بن حسن کو تولیت صدقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے معزول کرکے بیٹھا دے یہ کام فلاں شخص کے جو اسکا قبیلہ ہی ہے سپرد کر۔ عمر بن عبدالعزیز تخت نشین ہوا تو اسنے اپنے عامل کو لکھا کہ زید بن الحسن شریف بنی ہاشم اور ان کا بزرگ ہے میرا یہ خط تجھکو ملے تو تولیت صدقات رسولؐ کو ان کی طرف رجوع کر اور جس امر میں تیری امداد کے خواستگار ہوں اسمیں انکی حمایت کر۔ مورخ لکھتا ہے کہ یہ صدقات بعد وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی بن ابی طالب و عباس بن عبدالمطلب کے قبضہ میں رہتے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ بعد علیؑ نے ان پر غلبہ پایا تو وہ صرف ان کے ہاتھ میں رہے پھر ان کے بیٹے حسنؑ کے ان کے بعد ان کے بھائی حسینؑ کے بعد اس علی ابن الحسین۔ پھر حسن بن حسن۔ پھر زید بن الحسن پھر عبداللہ بن الحسن اس کے متولی ہوئے اسکے بعد بنی عباس نے اس پر جبراً قبضہ کر لیا ۱۲ نور الابصار

آمدند گھہائے مراد سے پُر کر کے واپس جاتے محمد بن بشیر خارجی (کہ بنی خارجہ سے تھے) نے اشعار ذیل انکی مدح میں کہے ؎

اذا نزل ابن المصطفیٰ بطن تلعۃ ... نفی جذبها واخضر بالنبت عودها

وزید ربیع الناس فی کل شتوۃ ... اذا اخلفت انواءها ورعودها

حمول لاشناق الدیات کانہ ... سراج الدجیٰ اذ قارنتہ سعودها

فرزند رسول زید بن الحسن جب کسی میدان کے درمیان میں نزول کرتے ہیں تو وہاں کی خشک سالی جاتی رہتی ہے اور سوکھی لکڑیاں اسجگہ کی روئیدگی سے ہری ہو جاتی ہیں۔ زید لوگوں کے لئے خزاں کے موسم میں بہار کی مانند ہیں جبکہ اس کے برق وباران دور ہو چکے ہوں وہ برداشت کرنے والے ہیں خونبہاؤں کے گویا کہ چراغ شبہائے تار ہیں جبکہ اپنی نیکیوں کے قرین ہو

عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ انکی کنیت ابو الحسین تھی اور موضح شاب سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے ایام میں متولی صدقات رسول اللہ تھے اپنے عم کرم امام حسینؑ کے ساتھ عراق کو نہیں گئے۔ یعنی معرکہ کربلا میں شریک نہ تھے اور بعد شہادت آنحضرت علیہ السلام مکہ میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ بیعت کی کیونکہ ان کی بہن ابن زبیر کے نکاح میں تھی ابن زبیر قتل ہوا تو بہن کو لیکر مدینہ چلے آئے ان کی عمر سو سال یا پچانوے یا نوے سال کی ہوئی تب میں مکہ مدینہ کے درمیان ایک مقام پر جسے حاجر کہتے ہیں رحمت خدا کی طرف انتقال کیا ان کی والدہ خالدہ بنت ابی مسعود بن عقبہ خزرجیہ قبیلہ انصار سے تھی۔ ان کی نسل صرف ابو محمد حسن بن زید بن الحسن سے جاری ہوئی یہ منصور دوانقی کی طرف سے مکہ مدینہ و دیگر مقامات پر امارت وحکومت کرتا رہا وہ عباسیوں کا دم بھرتا تھا اور اپنے عم حسن بن الحسن کی اولاد کے خلاف تھا علویوں میں سب سے پہلے جس نے لباس سیاہ اختیار کیا وہ یہ تھا۔

ارشاد میں ہے کہ زید بن الحسن نے مدت العمر میں کبھی اپنے لئے امامت وخلافت کا دعوے نہیں کیا نہ کبھی کوئی شیعہ وغیر شیعہ ان کے حق میں اس کا مدعی ہوا۔ کیونکہ شیعہ دو قسم پر ہیں ایک زیدی دوسرے امامی۔ امامیہ کا تمام تر مدار امامت کے متعلق نصوص پر ہے۔ جو اولاد امام حسن کے حق میں بالکل مفقود ہیں اور نہ کوئی ان سے اپنے لئے اسکا دعویدار ہوا ہے کہ اسکے بارہ میں

لہ تلعۃ بلند جگہ جہاں سے پانی بہہ کر نشیب میں جاتا ہے۔ سوے بلند آمدن روز وگردن افراشتن آب از جائے خود (صراح)

اشتباہ واقع ہوا اور زیدی فرقہ امامت میں علی و حسنین کے بعد دعوت و جہاد لازم جانتا ہے زید بن حسن اس کے برخلاف بنی امیہ سے صلح و سلوک کرتے تھے اور ان کی طرف سے منصب و حکومت قبول کرتے تھے اور ان کی رائے دشمنوں کے ساتھ تقیہ و تالیف کی تھی اور مدارات سے کام لیتے تھے زیدیوں کے نزدیک یہ سب باتیں امامت کے خلاف اصول کی ضد ہیں اور حشویہ انکا دین و مذہب یہ ہے کہ بنی امیہ کی خلافت حق و صدق ہے وہ اولاد رسول اللہ کے لئے خلافت کسی صورت روا نہیں رکھتے یہی معتزلہ سو وہ انکا امام جانتے ہیں جو ان کے مذہب پر ہو اور جس نے جس کام کے لئے مشورہ کرکے انتخاب و اختیار کیا وہی اُن کے لئے احکام سے خصوصیت رکھتا ہے۔ الغرض زید بن حسن جیسا اوپر بیان ہوا ان عقائد سے خارج ہیں اور خارجی مثل شیعہ دوست امیر المومنین و دیگر اہل بیت طاہرین کے لئے کسی حال میں خلافت جائز نہیں جانتے۔ حال آنکہ زید بلاشبہ اپنے باپ دادا کے دوست تھے:

مرویات زید بن الحسن

کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے فصول المہمہ میں ایک باب ترتیب دیا ہے جس میں احادیث مرویہ کردہ اولاد امام حسن جمع کی ہیں اس میں روایت ہے کہ زید بن حسن نے اپنے باپ حسن مجتبیٰ سے انھوں نے رسول خدا سے نقل کیا کہ لما آخی رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم بین الصحابۃ آخی بین ابی بکر و عمر و بین طلحۃ و زبیر و حمزۃ بن عبد المطلب و زید بن حارثۃ و بین عبد اللہ بن مسعود و المقداد بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین فقال علی علیہ السلام آخیت بین اصحابک و اخرتنی قال ما اخرتک الا لنفسی۔ جس وقت رسول اللہ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد مواخات مستحکم کیا یعنی بھائی چارہ تو مواخات کے درمیان ابوبکر و عمر کے اور ما بین طلحہ و زبیر کے اور درمیان حمزہ بن عبد المطلب و زید بن حارثہ کے اور درمیان عبد اللہ بن مسعود و مقداد بن عمر کے غرض ان سب سے راضی ہوا اس وقت علی علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے صحابہ کے درمیان اخوت قایم کی اور میری کسی کے ساتھ اخوت نہ کی حضرت نے فرمایا اے علی میں نے تمکو اپنی اخوت کے واسطے رکھ چھوڑا ہے انت اخی فی الدنیا والآخرۃ اے علی تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت میں

حسن بن الحسن علیہ السلام

معروف بہ حسن مثنیٰ یعنی حسن دوم، جلیل القدر، رئیس صاحب ورع وتقوے وعلم وفضیلت تھے
صدقات امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کے اپنے جد میں متولی ہے انکی حکایت حجاج بن یوسف کے ساتھ
مشہور ہے جس کو زبیر بن بکار وغیرہ اہل تاریخ وسیر نے نقل کیا ہے لکھا ہے کہ حسن مثنیٰ اپنے زمانہ میں صدقات
امیرالمومنین کی تولیت رکھتے تھے۔ ایکروز حجاج بن یوسف جو کہ امیر مدینہ تھا امامت کے گرد خر سے ان
کے پاس سے گذرا اور کہنے لگا کہ عمر بن علی کو ان کے باپ کے صدقات میں شریک کرو کیونکہ وہ تمہارے چچا
اور بقیہ بزرگان خاندان ہیں حسن نے کہا میں شرط علی کو توڑ نہیں سکتا جس کو آنحضرت نے انہیں داخل نہیں
کیا اسکو داخل نہ کروں گا۔ حجاج نے کہا تم داخل نہ کروگے تو میں جبراً انکو داخل کروں گا حسن اسوقت
بات کو ٹال گئے تھوڑے عرصہ بعد حجاج کو غافل پاکر شام میں عبدالملک کے پاس پہنچے اس کے دروازے پر
طلب اذن کے لئے کھڑے تھے کہ یحییٰ بن ام الحکم نے انکو دیکھا اور نزدیک آکر سلام کیا پھر ان کے یہاں
آنیکا سبب پوچھا حسن نے حجاج کا قصہ بیان کیا یحییٰ نے کہا میں امیرالمومنین (عبدالملک بن مروان) کے پاس تمکو
کچھ نفع پہنچا دونگا حسن عبدالملک کے سامنے گئے تو وہ اچھی طرح پیش آیا اور احوال کی پرسش کی حسن کے
بال قبل از وقت سفید ہو گئے تھے عبدالملک نے کہا اے ابو محمد تم جلدی سے بوڑھے ہو گئے یحییٰ بن ام الحکم
حاضر تھا بولا ان کو اہل عراق کی امیدوں نے بوڑھا کر دیا وفد بر وفد آپکے پاس آتے اور طمع خلافت دلاتے
ہیں حسن کو غصہ آیا اور تیوری چڑھا کر بولے تو روز و روسو میری بدی کرتا ہے یہ بات ہرگز درست نہیں جو تو
کہتا ہے۔ بلکہ ہمارے خاندان میں بڑھاپا جلدی سے آتا ہے۔ عبدالملک بیٹھا یہ باتیں سن رہا تھا
بول اٹھا اچھا اب یہاں آنے کی غرض وغایت بیان کرو حسن نے حجاج کا کلام اس سے نقل کیا۔
عبدالملک نے کہا اسکی کیا مجال جو ایسا کر سکے میں اسکو خط لکھتا ہوں وہ اپنی حد سے قدم باہر
رکھے گا یہ کہکر خط لکھا اور معقول جائزے وانعام کا ان کے لئے حکم دیا حسن وہاں سے نکلے تو یحییٰ سے
ملاقات ہوئی۔ حسن خفا ہو کر بولے تو نے وعدہ کیا تھا کہ نفع پہنچا دونگا یہ نفع پہنچایا یحییٰ نے کہا واللہ تم نہیں جانتے
قسم خدا کی آئندہ وہ تم سے ڈرتا رہے گا اسوقت بھی میرے اس کلام سے اسپر تمہاری ہیبت چھا گئی کہ طلب
تمہاری مطلب برآری کر دی ورنہ مشکل امر تھا میں برابر تمہارا خیر خواہ رہونگا۔

نور الابصار میں لکھا ہے کہ حسن بن حسن نے اپنے عم محترم امام حسین سے آپکی دو لڑکیوں فاطمہ و سکینہ سے ایک کا خطبہ کیا تو آپ نے فرمایا یا ابن اخی میں اسکا منتظر ہی تھا اور آپ کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئے کہا ان دونوں میں سے جو تمکو پسندیدہ ہو اسکا عقد تمہارے ساتھ کر دیا جائے انھوں نے فاطمہ کو اختیار کیا اس کا عقد ان کے ساتھ ہو گیا بروایتے حسن کو حیا دامنگیر ہوئی کچھ جواب نہ دے سکے۔ حضرت نے فرمایا میں اپنی بڑی دختر فاطمہ کو تمہارے لئے انتخاب کرتا ہوں وہ میری والدہ فاطمہ زہرا بنت رسولخدا سے بہت ہی مشابہ ہے۔

مروی ہے کہ حسن مذکور معرکہ کربلا میں اپنے چچا حسین علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھے امام انام شہید اور ان کے بقیہ اہل وعیال اسیر سرپنجہ ظلم وستم اعدا ہوئے تو اسماء بن خارجہ بن عیینہ فزاری نے آپ کو قیدیوں کے درمیان سے نکالا اور کہا خدا کی قسم پسر خولہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ عمر سعد نے کہا کہ ابوحسان کی خاطر اس کے بھانجے کو چھوڑ دو بروایتے حسن زخمی خستہ حال زمرہ شہدا کے درمیان پڑے تھے رمق جان ان میں باقی تھی جب ملاعین ان کے سر کاٹنے آئے۔ اسماء مذکور نے کہا اسکو میری خاطر چھوڑ دو امیر عبداللہ چاہے گا تو اسکو بخش دیگا ورنہ جو اسکے دل میں آئے کرے۔ ابن زیاد سے جو ذکر آیا تو کہا دعوا لابی حسان ابن اختہ غرض اسماء ان کو کوفے لے گیا وہاں علاج کیا اچھے ہو کر مدینہ آ گئے۔ جس نے بقول شیخ مفید علیہ الرحمۃ ۳۵ سال کی عمر میں وفات پائی راقم آثم کہتا ہے یہ جب ہی درست ہو سکتا ہے جبکہ ان کی وفات کے قریب ترسنہ میں ہو اور جو زید یا سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں جیسا کہ مشہور ہے وفات لی جائے تو ۳۵ سال عمر نہیں ہو سکتی زیادہ ہوگی۔

پھر ارشاد میں ہے کہ حسن کی وفات کے وقت انکے بھائی زید بن حسن زندہ تھے مگر انھوں نے اپنے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو ارشادی مقرر کیا تھا۔

فصول مہمہ سے نقل ہوا ہے کہ حسن مثنیٰ کا انتقال ہوا تو انکی زوجہ فاطمہ بنت الحسین نے ان کے درد فراق میں انکی قبر پر خیمہ لگایا دن کو روزہ رکھتیں رات کو مشغول عبادت رہتیں وہ فرط حسن وجمال سے حورعین کے مشابہ تھیں ایکسال کامل وہاں رہیں بعد ازاں غلاموں سے کہا آج رات تاریک ہو تو یہاں سے خیمہ اٹھا لو رات ہوئی تو وہ تعمیل حکم خیمہ اکھاڑنے لگے اسی وقت ایک منادی کی آواز آئی آواز دینے والا دکھائی نہ دیتا تھا کہ کہتا ہے هَلْ وجدوا ما فقدوا جو کچھ ان سے کھو گیا تھا

اسکو پایا۔ اس کے جواب میں مسری تحواز گوش زد ہوئی بل یئسوا فانقلبوا لکھ مایوس ہوکر لوٹ گئے مگر تعز
کا سنا فاطمہ مذکورہ کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے ہو گیا تھا۔ حسن مثنیٰ کے فاطمہ سے تین پسر عبداللہ محض
و ابراہیم غمر و حسن مثلث پیدا ہوئے جو سب صاحب اشال و اعقاب گذرے ہیں؛

مرویات حسن مثنیٰ

حسن صاحب علم و فضیلت تھے لاجرم بہت سی احادیث اپنے آباء طاہرین سے نقل و روایت کرتے ہیں
ان کے از بسیار یہ ہیں۔

عن الحسن بن الحسن عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ان من موجب
المغفرة ادخالك السرور علی اخیك المسلم۔ حسن اپنے پدر عالی قدر سے وہ رسول اللہ سے روایت کی کہ جو
اشیاء مغفرت گناہان واجب کرتی ہے ایک اُن سے یہ ہے کہ تو اپنے برادر مسلمان کو مسرور کرے۔

دیگر نیز بواسطہ اپنے باپ امام حسن و جد امیر المومنینؑ حضرت ختم المرسلین سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا
الرحم شجنة[1] من الرحمان من وصلها وصله الله و من قطعها قطعه الله رحم اور قرابت
رحمان رحیم کا مقرر کردہ ایک شجنہ رحمتوں کا جال ہے) جنے اسکو وصل کیا خدا اس کو اپنی علاقہ ربوبیت سے وصل
رکھے گا جنے اسے قطع کیا خدا اس سے قطع کرے گا

دیگر عن عبد الله بن الحسن عن ابیه حسن بن علی عن ابیه علی ابن ابیطالب
قال قال رسول الله للنساء عشر عورات فاذا تزوجت المرأة ستر الزوج عورة و اذا
ماتت ستر القبر عشر عورات اور عبداللہ بن حسن نے چنانچہ حسن مثنیٰ جو اُن کے ابوی ہیں نے اپنے باپ حسن
مجتبیٰ سے انہوں نے اپنے باپ علی ابن ابیطالب سے انہوں نے رسول اللہ سے روایت کی کہ فرمایا عورت
دس عورات (پوشیدگیاں) رکھتی ہے جب شادی ہوتی ہے تو شوہر ان دس سے ایک عورت کو چھپاتا ہے اور جب مرتی
ہے تو قبر دسوں عورات کو ڈھانپ لیتی ہے۔

دیگر عن بن الحسن عن امه فاطمة بنت الحسین عن ابیها الحسین عن امه فاطمة الکبریٰ
بنت رسول الله قالت قال رسول الله [illegible] من اراد ان [illegible] من مات و فی یده عمرا ای سهمه

[1] جوہری نے کہا کہ شجنہ بجائے شجر باہم پیوستہ ہیں و شجنہ رحم یعنی قرابت کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

حسن مثنیٰ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت الحسین سے انہوں نے اپنے باپ امام حسینؑ سے انہوں نے اپنی والدہ
فاطمہ کبریٰ بنت رسول اللہ سے نقل کیا کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص رات کو بلا ہاتھ پاک صاف کئے
یعنی آلودگی طعام وغیرہ دور کئے سوئے اور کوئی بلا اسکو پیش آئے تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے
آپ ہی کو کرے۔

دیگر عنہ عن ابیہ عن جدہ علی ابن ابیطالب عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ قال
من اجری اللہ علی یدیہ فرجاً لمسلم فرج اللہ تعالیٰ عنہ کرب الدنیا
والآخرۃ نیز انہوں نے بسند خود اپنے اب و جد سے انہوں نے رسول اللہ سے روایت کی کہ حضرت رسالت
پناہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کسی کے ہاتھ پر مرد مسلمان کے فرج و کشائش جاری فرمائے تو البتہ اس سے
کرب و بیچینی دنیا و آخرت کی دور فرمائے گا۔

دیگر وبالاسناد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عال اہل بیت من
المسلمین یومھم ولیلتھم غفر اللہ لہ الذنوب نیز باسناد سابق روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے
فرمایا جو شخص مسلمانوں کے ایک کنبہ کو ایک شب و روز کفیل اخراجات ہو تو حق تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیگا
پھر شیخ مفید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حسن مثنیٰ نے انتقال کیا حال آنکہ نہ خود انھوں نے کبھی خلافت کا
اپنے لئے دعوےٰ کیا نہ کسی اور نے اُن کے حق میں یہ دعوےٰ کیا جیسا کہ ہم پیشتر ان کے بھائی زید بن
الحسن کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ پس صاحب جنات الخلود کو وہم ہوا جیسا کہ انکی نسبت کہا کہ وہ صاحب
سیف و امام مفید بود و زیدیہ اورا امام خود میدانند۔ وہ زید بن علی بن الحسین سمجھے نہ کہ زید بن الحسن۔
اور لیکن عمرو و قاسم و عبداللہ پسران حسن مجتبیٰ جیسا کہ روز عاشورہ کربلا میں اپنے عم مکرم امام حسینؑ صلوات
اللہ علیہ کے ہمراہ شہید ہو کر گلگونہ شہادت سے سرخرو ہوئے رضی اللہ عنہم وارضاھم واحسن عن الدین
والاسلام جزاھم اللہ ان سے راضی ہو اور انکو اپنے سے رضامند کرے اور دین اسلام اور اہل
کی طرف سے انکو جزائے خیر دے اور عبدالرحمن بن حسن اپنے عم امام حسینؑ کے ساتھ حج کو گئے تھے ابواء
کے مقام پر جبکہ انھوں نے احرام باندھ رکھا تھا انھوں نے وفات پائی اور کافی میں ہے کہ عبدالرحمن بن
الحسن نے مقام ابواء میں بحالت احرام وفات پائی اور قافلہ میں اس وقت حضرت امام حسن و امام حسین و عبداللہ
بن جعفر و عبداللہ و عبیداللہ پسر العباس بن المطلب تھے تو ان لوگوں نے عبدالرحمن کو کفن دیا اور حنوط کیا

اور سر کو چھپا دیا اور حنوط نہ کیا اور کہنے لگے کہ کتاب علی میں یہی لکھا ہے۔

پھر مفید رہ کہتے ہیں کہ حسین بن الحسن معروف بہ اثرم صاحب فضیلت تھے مگر اس میں کوئی ان کا ذکر نہیں ہے اور طلحہ بن حسن سخی و جواد تھے۔ قاسم بن الحسن مع اپنے دو بھائیوں عبداللہ و عمر کے معرکہ کربلا میں روز عاشورہ اپنے عم محترم سید الشہداء پر جان نثار ہوئے انکی شہادت کا قصہ آیندہ جلد حالات امام حسین علیہ السلام میں مذکور ہوگا۔ یہاں اس قدر گذارش ہے کہ حکایت عروسی قاسم یعنی ان کا بروز کربلا ایک دختر آنحضرت کے ساتھ عقد ہونا جیسا کہ آجکل ہندوستان میں مشہور ہے بہت پڑھا جاتا ہے اور بیشتر اوقات عزاخانوں میں باعث رقت و رونق مجلس ہو رہا ہے نیز شب ہشتم محرم کو اسی سلسلہ میں مہندیاں نکالی جاتی ہیں ان کا ذکر کتب معتبرہ علماء متقدمین و متاخرین میں نہیں پایا جاتا آخوند مجلسی کتاب جلاء العیون میں بعد قصہ شہادت جناب قاسم کہتے ہیں کہ قصہ دامادی در کتب معتبرہ بنظر حقیر نرسیدہ و انا اقول جسنے اس قصہ کو بلا استناد باحدے اپنی کتاب میں اول درج کیا وہ ملا حسین کاشفی صاحب روضۃ الشہداء ہیں خلاصہ ان کے کلام کا یہ ہے کہ جناب قاسم کو ہمدران باوجود اصرار کے اذن جہاد نہ ملا تو حزین و دلگیر ہو کر گوشہ خیمہ میں بیٹھ گئے اس وقت انکو یاد آیا کہ ایک کتبہ ان کے والد امام حسن نے بوقت وفات انکے بازو پر باندھا تھا اسکو کھولکر دیکھا تو اس میں تاکید تھی کہ اے فرزند کربلا میں تمہارے عمو امام حسین پر وقت تنگ ہو تو تم اپنی جان گرامی ان پر نثار کرنا اسکو خوشی خوشی ابو عبد اللہ کی خدمت میں لے گئے آپ بھائی کی تحریر دیکھکر گریاں ہوئے اور فرمایا اے فرزند تمکو وصیت کی ہے تو میری طرف سے بھی آنحضرت کی ایک وصیت ہے جسکو اب بجا لاتا ہوں یہ کہکر ہاتھ قاسم کا پکڑا اور خیمہ میں لے گئے اور مادر قاسم سے کہا کہ ان کو نئے کپڑے پہناؤ اور زینب خاتون کو حکم دیا کہ جامہ دان امام حسن حاضر کریں اس میں سے دراعہ بیش قیمت نکالکر قاسم کو پہنایا اور عمامہ انکا دست حق پرست سے سر قاسم پر باندھا اور اپنی دختر منسوبہ قاسم کا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ میں دیا یعنی اسکا عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا کہ یہ امانت تمہارے باپ کی میرے پاس تھی جو تمہارے حوالہ کرتا ہوں انتہی۔

مولانا الحاج مرزا حسین بن محمد تقی نوری الطبرسی رہ کہ علماء سر برآوردہ عراق سے ہیں تھوڑا ہی عرصہ گذرا ابھی کہ بقید حیات تھے۔ آنحضرت نے ایک رسالہ در بارہ ممانعت روضہ خوانان از ذکر روایات مجعولہ موسوم مسمی بلولو و المرجان حدود ۱۳۱۹ھ میں لکھی ہے اس میں بہت سی احادیث و مجعولات مذکورہ

شہزرہ کا ذکر کرتے ہیں از انجملہ شادی قاسمؑ کے مقدمہ میں لکھا ہے" وقصہ دامادی قاسمؑ قبل انسدغتہ الشہدا
و صحیح کتابے دیدہ نشد۔ از عصر شیخ مفیدؒ تا آن زمان کہ بجمہا نسد مولفات بسیار در ہر طبقہ علما موجود اند
وے ازاں بردہ نشد وچگونہ میشود کہ قصہ این عظمت وچنیں انکار المحقق ومضبوط باشد وبنظر تمام ایں جماعت
نرسیدہ باشد۔ حتیٰ کہ مثل ابن شہر آشوب کہ تصریح کردہ اند کہ ہزار جلد کتاب مناقب نزد او بود۔

یعنی ابتدا اس قصہ کی روضۃ الشہدا کاشفی سے ہوئی مفید علیہ الرحمۃ کے زمانہ سے اس وقت تک ہر
عہد میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر ان میں اسکا نام نہیں کیسے ہوسکتا ہے کہ اتنا بڑا قصہ ایسا مستند اور
محقق ہو مگر ان لوگوں کی نظر سے نہ گزرا ہو حتیٰ کہ ابن شہر آشوب جیسے عالم وفاضل نے بھی اسے نہ دیکھا ہو جس
کے پاس کہتے ہیں ایک ہزار کتاب فن مناقب کی موجود تھیں۔ پھر کہتے ہیں کہ علاوہ برآں بتقضائے تمام کتب
معتمد سابقہ مولفہ در فن حدیث وانساب وسیر نتوان پیدا ساخت حضرت سید الشہدا دختر قابل تزویج بے شوہر
پیدا کرد تا کہ این قصہ قطع نظر از صحت وسقم نقل دتو عش ممکن باشد یعنی تمام معتبر کتابیں حدیث وانساب
وسیر کی موجود ہیں انہیں سے حضرت سید الشہدا کی لیک لڑکی ایسی تو نکال دیجئے کہ بے شوہر شادی کے قابل ہوتا کہ
اس قصہ کا محض نقل کرنا قطع نظر اسکے ضعف وصحت کے صحیح ہو جب صفت بالا کی کوئی لڑکی آپکی تھی تو اسکا
نکاح کیسا۔

اصحاب آنجناب

اصحاب حسن مجتبیٰ سے زیادہ تر آپ کے پدر عالیقدر امیر المومنین علی ابن ابیطالب صلوات اللہ علیہما کے اصحاب
تھے مثل عبد اللہ وعبید اللہ پسران عباس بن عبد المطلب وصعصعہ بن صوحان وقیس بن عبادہ وعدی
بن حاتم وکمیل بن زیاد وغیرہ وغیرہ کے۔

عبدُ اللہ بن عبّاس

آپ کا سن شریف بوقت وفات رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول اصح تیرہ سال کا تھا
اس وقت سے اپنے ابن عم امیر المومنین کی خدمت میں رہ کر کسب علم وفضل کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے امثال واقران
پر فوقیت لے گئے یعنی ایک عالی رتبہ مفسر ومحدث بن گئے کہ ترجمان قرآن کہلائے ان کے تلامذہ انکو اسم بحر العلم

موسوم کرتے تھے حضرت امیرؑ بھی آپ کو عزیز برادر جا کر بنظر التفات دیکھتے اور عہد خلافت میں ان کے صلاح ومشورہ کو بگوش توجہ اصغا فرماتے۔ تا اینکہ رفتہ رفتہ بصرہ کی ریاست جیسا جلیل القدر اور ذمہ داری کا عہدہ ان کو عنایت کیا مگر ابن عباس کی وہاں کا بیت المال دیکھ کر رگ حرص وطمع حرکت میں آگئی صبر نہ ہو سکا خوشتن داری وپرہیزگاری نے کلیتہً جواب دیدیا۔ جو مال وہاں پایا لئے ہمیشہ کہ کی طرف فرار کیا اور حضرت امیرالمومنینؑ کو اس کی اطلاع ہوئی نسبت برہم ہوئے اور خطوط عتاب وخطاب لکھ کر متنبہ کرنا چاہا مگر وہ سلاور براہ نہ ہوئے۔ ایک خط میں حضرت لکھتے ہیں۔ اما بعد میں نے اپنے خاندان میں معتبر ومعتمد جان کر امانت خدا میں تجھ اپنا شریک کیا تھا مگر اوروں کی طرح تو بھی مجھ سے پھر گیا۔ اور دیگر خاذلین کی مانند اپنے ابن عم کو مخذول گردانا۔ گویا کہ اپنے پہلے جہادات میں تو لوگوں کو فریب دیتا تھا حشر ونشر پر ذرا ایمان نہیں لایا تھا جب خیانت کا موقع ملا تو مال خدا پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسا کہ بھوکا بھیڑیا اپنے پچھاڑے ہوئے شکار پر گرتا ہے گویا کہ یہ مال تیرے باپ کی میراث تھا جس کو اپنے گھر لئے جارہا ہے۔ سبحان اللہ روز قیامت اور اس کے حساب کتاب کا خوف بالکل دل سے اٹھا دیا بازپرس خدا سے ذرا نہیں ڈرتا اور نہیں جانتا کہ اس مال میں مہاجرین وانصار کے یتیموں اور بیواؤں کا حق شامل ہے جسے تو اپنی لذات نکاح وشرا ولاء میں اڑانا چاہتا ہے۔ قسم خدا کی جب قدرت پاؤنگا تو جو کچھ تیرے ساتھ عمل در آمد کروں معذور ہوں واللہ کہ یہ فعل جس کا تو مرتکب ہوا ہے اگر حسنؑ وحسینؑ سے بھی سرزد ہوتا تو ان سے بھی ستم رسیدہ کی داد لئے بغیر نہ رہتا والسلام۔

ابن عباس بڑے زبان آور حاضر جواب تھے۔ معرکوں میں انھوں نے تقریریں کی ہیں جہاں معاویہ وعمرو عاص بھی ان کے آگے ناطقہ بند ہوتا تھا۔ ابن زبیر جیسے بیباک کو اپنی مدلل تقریروں سے کوفتہ اور مالیدہ رکھتے تھے اہل بیت عصمت وطہارت کو شرف ونجابت کو بے دھڑک بیان کرتے۔ ام المومنین عائشہ بھی بڑی بولنے والی تھیں نیز امور ہستی خلائق کی مالک ہو رہی تھیں۔ جنگ جمل کے بعد جب بصرہ میں عبداللہ بن ابی خلف خزاعی کے مکان میں مقیم تھیں تو ابن عباس بحکم امیرالمومنین علیہ السلام ان کے پاس گئے مکان میں داخل ہوئے تو عائشہ پس پردہ سے بولیں اے ابن عباس تو سنت رسول اللہ کے برخلاف بغیر اجازت لئے میرے مکان میں داخل ہوا اور میرے متاع خانہ پر بے مرضی کے بیٹھ گیا۔ ریا رچہ حصیر کہنہ پر گوشۂ خانہ میں پڑا دیکھ کر بیٹھ گئے تھے) ابن عباس نے کہا ہم سنت رسول اللہ پر عمل کرنے

کے لئے تم سے زیادہ احق و اولی ہیں ہم نے ہی تم کو سنت کی تعلیم کی تمہارا مکان مدینہ میں وہ حجرہ ہے جس میں رسول اللہ نے تم کو چھوڑا تھا اور تم نے اپنے نفس پر ظلم کیا و خدا و رسول کی نافرمانی کر کے وہاں سے نکل کھڑی ہوئیں جب اپنے اس مکان میں واپس جاؤ گی تو ہم بلا اجازت نہ وہاں جائیں گے نہ تمہاری کسی شے پر بیٹھیں گے یہاں تو بوجہ عصیان امیر المومنین اس مکان میں بیٹھے ہو ورنہ اس میں تمہاری اجازت درکار ہے نہ کسی شے پر بیٹھنے میں۔ اب امیر المومنین کا حکم ہے کہ زیادہ توقف نہ کرو جلد سفر مدینہ کے لئے آمادہ ہو جاؤ عائشہ بولی رحمہ اللہ امیر المومنین ہو عمر بن الخطاب رحمت خدا ہو امیر المومنین پر وہ عمر خطاب تھے۔

ابن عباس نے کہا واللہ کہ علی امیر المومنین علیہ السلام ہیں خواہ چہرے اس میں غضبناک ہوں اور ناکیں خاک پر رگڑی جائیں وہ رحم و قرابت میں رسول اللہ سے قریب ہیں اور اسلام میں سبقت رکھتے ہیں اور علم و فضل میں تمام سے بڑھے ہوئے ہیں اُن کے آثار و انوار تیرے باپ ابوبکر اور عمر خطاب سے زیادہ ہیں عائشہ نے کہا میں تو اسکو نہیں مانتی - ابن عباس نے کہا تو اس انکار سے بیکار محض ہو جائیگی اور جو عزت و توقیر تجھے حاصل ہے باقی نہ رہے گی پھر تجھے کوئی نہ پوچھے گا نہ کسی کو امر و نہی کر سکے گی عائشہ پر یہ سنکر رقت طاری ہوئی سمجھ گئی یہ اسکے گلے میں بند ہوا اور نفس گلوگیر ہونیلگا پس بولی تم مجھے یہیں تمہارے پاس رہونگی جس شہر میں تم ہو روئے زمین پر اسکی برابر کسی کو دشمن نہیں جانتی

ابن عباس نے کہا کیوں ہم سے کیا ایذا تجھے پہنچی - کون برا سلوک تیرے ساتھ کیا آیا یہ کہ تجھکو ام المومنین بنا دیا حالانکہ تو ام رومان کی دختر تھی یا یہ کہ تیرے باپ کو صدیق کر دیا اور وہ ابو قحافہ کا بیٹا تھا جو ابن جدعان کے یہاں مہمانوں کے بلانے پر نوکر تھا عائشہ نے کہا اے ابن عباس تم رسولخدا سے بیرو او پر منت رکھتے ہو کہا کیوں نہ منت رکھیں اگر تجھ سے ایک تراشہ ناخن بھی آنحضرت کا ہوتا تو البتہ اس سے ہم پر منت رکھتی ہم تو آنحضرت کے گوشت و خون ہیں اے عائشہ تو آنحضرت کی نو بیبیوں میں سے ایک بی بی ہے جنکو حضور نے اپنے بعد چھوڑا کوئی جمال ظاہری و حسن سیرت اُن سے زیادہ نہیں رکھتی نہ حسب نسب ان کی نسبت بڑھی ہوئی ہے بجز شرف زوجیت آنحضرت کے یہ مخدوم و مطاع بن رہی ہو جو کہتی ہے لوگ اسے سنتے ہیں جسکو بلاتی ہے چلے آتے ہیں پھر کچھ اشعار پڑھے اور وہاں سے واپس ہوئے۔

ابن عباس بعد وفات امیر المومنین امامین ہمامین سیدین سبطین امام حسن و حسین علیہما السلام کی خدمات میں حاضر ہوتے رہے بوقت بیعت امام حسن وہ موجود تھے اور بار دار کلمات مدح و منقبت

امام حاضرین کو بیعت آنحضرت کی ترغیب دیتے اور کہتے تھے ایہا الناس یہ تمہارے نبی کے فرزند دلبند ہیں اور سیر چشم، بھی جانشینی کے اہل اور لائق ہیں تو ان کے ساتھ بیعت کرو۔ لوگ اکثر بیعت کرتے تھے۔
نیز ہنگام توجہ ابوعبداللہ الحسین سمت عراق شریک رہے تھے۔ اور مثل دیگر بنی ہاشم محمد بن حنفیہ و عبداللہ جعفر کے انھوں نے بھی شرائط خلوص و نصیحت پیش کیں مگر مقدرات الٰہی کو کون روک سکتا ہے۔ جد بعلت عام آفاق بجانب عراق عبداللہ بن زبیر کے ساتھ (جو دل سے آنحضرت کے کوچ کا خواہاں تھا کہ حجاز اس کے لئے خالی ہو جائے) آپکا کلام اس سے پہلے تہذیب المتین ابن زبیر کے حال میں گذرا کہ اس کو چنڈول جانور کے مادہ سے تشبیہ کر کے کہا تھا کہ اے چنڈول لمبی اب تیرے لئے میدان فراخ کھل گیا ہے شوق سے انڈے دے اور انکو سے کر جو دکر جو تیرا مقصود تھا حاصل ہوا حسین مکہ سے چلے گئے۔
رجال کشی میں ایک طولانی روایت میں ہے کہ محمد بن حنفیہ سے ابن عباس مذکور کی طرح کے پیر ولی کی تحریر پر گفتگو تھی انھوں نے کہا یہ لوگ بہیر فخر کرتے ہیں کہ ہم سے علم میں زیادہ ہیں امام حسن نے سنا قیدلدو کو طلب کیا اور عبداللہ سے خطاب کر کے فرمایا اے ابن عباس یہ آیت فلبئس المولی ولبئس العشیر کس کے حق میں نازل ہوئی میرے باپ کے حق میں یا تمہارے باپ کے حق میں اور بہت سی آیتیں قرآنی اور پڑھیں پھر فرمایا اگر تم جانتے ہوتے تو تمہارا انجام تمکو بتلاتا وہ عنقریب تمکو خود دریافت ہو جائے گا غالباً یہ اشارہ جناب حسن علیہ السلام کا اس طرف ہے کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے چنانچہ اپنی نابینائی کے بارہ میں شعر پڑھا کرتے تھے جو استیعاب میں اُن سے نقل کئے ہیں۔

ان یاخذ اللہ فی عینی نورھما فمی لسانی وقلبی منھما نورٌ
قلبی ذکی وعقلی غیر ذی دخل وفی فمی صارم کالسیف ماثورٌ

اگر اللہ تعالے نے میری آنکھوں کا نور لیلیا ہے تو میری زبان اور دل میں انکے سبب سے نور موجود ہے میرے دل کی تیزی اور عقل میں مطلق خرابی نہیں آئی اور میرے منہ میں زبان تیغ براں کی مانند کشیدہ ہے۔
نیز کشی کی روایت ہے کہ ایک مرد نے امام محمد باقر کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں یعنی عبداللہ بن عباس کہتا ہے کہ مجھکو تمام قرآن کا حال معلوم ہے کہ فلاں آیہ کس وقت نازل ہوئی کس کے حق میں نازل ہوئی آپ نے فرمایا اس سے دریافت کرنا کہ یہ آیہ کس کی شان میں نازل ہوئی ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا اور یہ آیہ کس کے حق میں یا ایھا الذین امنوا اصبروا

اصابروا و رابطوا یعنی اسکے باپ کے حق میں دوسرے ہمارے باپ کے حق میں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابن عمرو بادہ کا ذکر آیا ہے سو ہماری نسل سے صبر کرنے والے اور مرابط ہوں گے آگاہ ہو کہ اسکے صلب میں کچھ امانتیں رکھی ہیں جو آتش جہنم کے لئے پیدا ہوئی ہیں وہ لوگوں کو دین خدا سے فوج فوج نکالیں گے جیسے کہ وہ فوج فوج اس میں داخل ہوئے ہیں عنقریب کہ آل محمد کے خون سے رنگین کریں گے ۔ یہ منصور و ہارون وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اور ہم لوگ صبر کریں گے اور ان سے ربط چاہیں گے حتّٰی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین

عبداللہ نے بقول ابن عبدالبر ۶۸ھ میں بزمانہ عبداللہ بن زبیر طائف میں قضا کی ان کی عمر ستر اکہتر سال کی ہوئی ۔ کشی ؒ نے باسناد خود اہل طائف کے ایک مرد سے روایت کی ہے کہ عبداللہ نے اس وقت کہا اے خداوندا میں تیرے لئے پانچ فرقوں سے برات و بیزاری کرتا ہوں ناکثین اہل جمل قاسطین اہل شام و مارقین خارجیان سے اور مقدیہ کہ اپنے دین میں نصاریٰ سے مشابہ ہے اور مرجئیہ سے کہ مشابہ یہود ہیں ۔ پھر کہا خداوندا میں تجھے گواہ کرتا ہوں جیسے کہ علی ابن ابیطالب تھے اور اسی پر مرتا ہوں جیسے آنحضرت نے وفات پائی اسکے بعد اس کا انتقال ہو گیا پس اسکو غسل دیا کفن کیا اور جنازے پر نماز پڑھی اس وقت دو سفید پرندے آکر اسکے کفن میں داخل ہوئے ۔ لوگوں نے کہا یہ ان کی فقاہت تھی جو ان کے ساتھ دفن ہو گئی ۔

بروایت دیگر حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق سے نقل کیا کہ ابن عباس کا انتقال ہوا اور جب جنازہ باہر آیا تو ان کے کفن سے ایک سفید طائر نکل کر آسمان کی طرف اڑا لوگ اسکی طرف دیکھ رہے تھے حتی کہ آنکھ کی نظروں سے غائب ہو گیا استیعاب میں ہے دخل فی نعشہ طائر ابیض اور اسکی تاویل اسکی بصارت کی گئی ان کی نماز جنازہ محمد حنفیہ نے پڑھائی چار تکبیروں سے اور کہا مات الیوم ربانی ھذہ الامۃ آج اس امت کا مرد الٰہی فوت ہوا ؛

عُبَیداللہ بن عباس بن عبدالمطّلب

چھوٹے بھائی عبداللہ مذکور الصدر کے بقول حافظ ابن عبدالبر ایک سال ان سے چھوٹے تھے ان کی ماں لبابہ بنت الحارث ہلالیہ تھیں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے عہد خلافت میں انکو ملک یمن کا فرمانروا کر کے بھیجا اور ۳۶ یا ۳۷ سال اسی اثنا میں مکہ میں موسم حج میں امیر الحاج مقرر کیا ۔ جب بسر بن ارطاۃ نے بحکم معاویہ یمن پر یورش کی غرض سے چڑھائی کی تو عبیداللہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر چھپ گئے اس مردود نے انکے بچوں کو

تاخت و تاراج کیا اور عبید اللہ کے دو صغیر سن بچوں کو پکڑ کر نہایت بیدردی سے مار ڈالا حضرتؑ نے کوفے سے
جاریہ بن قدامہ کو لشکر دیکر بسر کی سرکوبی کو بھیجا مگر وہ ملعون دم دیکر بھاگ گیا اسکے ہاتھ نہ آیا۔ چنانچہ تہذیب التہذیب
تاریخ امیر المومنین و تحفہ احقر میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے۔ امام حسنؑ کے ساتھ بیعت ہوئی تو آپ نے عبید اللہ کی
کی عزت افزائی میں کمی نہیں کی معاویہ کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو عبید اللہ کو سپہ سالار بنا کر بطور مقدمۃ الجیش
آگے روانہ کیا مگر اس موقع پر ان سے وہ حرکت ظہور پذیر ہوئی کہ جس نے رہی سہی دیانت و شرافت پر پانی
پھیر دیا۔ پچاس ہزار نقد اور اسی قدر کا وعدہ امیر شام سے لیکر لشکر تیار و آمادہ کارزار کو چھوڑ کر شب
اس سے جا ملا کما مر سابقاً۔ یہ پہلا صدمہ تھا کہ اپنے خاص الخاص اور قریب ترین رشتہ دار سے امام
حسنؑ کو پہنچا آپ کی بیدلی کا باعث ہوا عبید اللہ کو چھوڑ کر تو نہیں گئے مگر معاویہ کے صلات و عطیات نے ان
کے بڑے بھائی عبد اللہ کی سیف زبان کو بھی کند کر دیئے تھے۔

استیعاب میں ہے کہ عبید اللہ اخیار مرد تھے ایک سخی و جواد ہوتے تھے۔ کہا جاتا تھا کہ جو کوئی حسن
صورت و فقہ و سخاوت کو ایک جگہ دیکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ عباس بن عبد المطلب کے مکان پر جائے
اور جمال میں فضل بن عباس فقہ میں عبد اللہ بن عباس سخاوت میں عبید اللہ کا مشاہدہ کرے۔

ایک مرتبہ عبید اللہ مجلس معاویہ میں حاضر تھے بسر بن ارطاۃ بھی وہاں موجود تھا معاویہ نے حسب
عادت پلید خود عبید اللہ سے کہا اتعرف ہذا الشیخ اس بوڑھے آدمی کو پہچانتے ہو ہذا قاتل الصبیین
یہی تمہارے دو طفل صغیر کا قاتل ہے بسر نے کہا نعم انا قاتلہما فمہ ہاں میں ہی ان کا قاتل ہوں۔
پھر کیا ہوا عبید اللہ نے کہا اگر میرے پاس اس وقت تلوار ہوتی تو پھر تو دیکھ لیتا کہ کیا ہوا بسر نے کہا
فہاک سیفی یہ لو میری تلوار حاضر ہے یہ کہکر اپنی تلوار کو انکی طرف پھینکنا چاہا معاویہ نے اسکو جھڑکا
اور کہا اخزاک اللہ من شیخ ما احمقک اف کیا احمق بوڑھا ہے جس کے دو بیٹوں کو قتل کیا ہے تلوار اس کے
ہاتھ میں دیتا ہے کیا بنی ہاشم کی بیجگری سے آگاہ نہیں۔ قسم خدا کی اگر تلوار اسکو دیدیتا تو وہ پہلے
تجھے قتل کرتا اس کے بعد مجھے مارتا۔ عبید اللہ نے کہا ہاں قسم خدا کی میں پہلے تجھے قتل کرتا بعد ازاں اسے مارتا
عبید اللہ حسب تحریر ابن عبد البر بقول اصح ان کے نزدیک سنہ ۵۸ ہجری میں بزمانہ معاویہ مدینہ میں
فوت ہوئے و بقول ضعیف عہد یزید میں مکہ یا یمن میں۔

قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی

بزرگان انصار و دوستداران اہل بیت اطہار سے معروف ہیں شیخ صادق الولا راسخ العقیدہ تھے۔ ان کے باپ سعد بن عبادہ جاہلیت و اسلام میں سید و سردار قبیلہ گنے جاتے اور دادا عبادہ بن دلیم صاحب ضیافت و طعام کے گذرے ہیں لہذا قیس بحوائے الولد سرّ لابیہ۔ الخرقیس اپنے باپ کی طرح بصفت نجابت و شجاعت موصوف و سماحت و سخاوت معروف تھے۔

استیعاب میں ہے کہ قیس کرام اصحاب رسول اللہ اور انکے اسخیا و عقلا سے تھے وہ فضلا جلیل القدر و دہاۃ عرب اہل الرائے سے ہوتے تھے اور فنون حرب اور اسکے داؤ گھات سے بخوبی آگاہ تھے با وصف اسکے نجدت و بسالت و سخا و کرم میں وہ اور آپ کے باپ دادا سردار و شریف قوم تھے رسول اللہ سے ان کو وہ نسبت تھی جو کسی سپہ سالار کو اپنے امیر و فرماں روا سے ہوتی ہے بروز فتح مکہ علم لشکر انکے باپ کے ہاتھ میں تھا جو بوجہ کسی بے عنوانی کے بیکر آپ کی سپرد کیا گیا تھا اور رجال کشی میں ہے کہ قیس ان دس اشخاص سے تھے کہ زمانہ قدیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے ملحق ہوئے۔

پانچ ان میں عام انصار سے۔ چار خزرج سے ایک اوس سے تھا۔ اور کتاب یونس بن عبد الرحمن سے نقل کیا ہے کہ سعد بن عبادہ کے کل چھ پسر تھے قیس سمیت۔ تمام نے رسول اللہ کی نصرت کی۔

بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وہ اور ان کے باپ ہواخواہ جناب امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ عہد خلافت آنحضرت میں قیس جنگہائے ثلثہ۔ جمل۔ نہروان صفین میں آپ کے ہمراہ تھے آخر وقت تک آپ سے جدا نہیں ہوئے آپ کی وفات کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ کی خدمت گذاری میں کچھ کوتاہی نہیں فرمائی بانچہزار سوار کے ساتھ آپ کے مقدمۃ الجیش میں گئے جب عبید اللہ بن عباس کو معاویہ نے رشوت دے کر توڑ لیا اور وہ لشکر کو چھوڑ کر تاریکی شب میں فرار ہوا تو قیس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بہت سخت دشمنی اُٹھائی۔ اور جب امام نے نظر بمصالح عدیدہ معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو قیس اسکی بیعت پر راضی نہ ہوتے تھے حتی کہ آنحضرت کے سمجھانے سے طوعاً و کرہاً اسمیں داخل ہوئے وہاں سے آکر مدینہ میں مشغول عبادت پروردگار ہو گئے تا آنکہ آخری سال خلافت معاویہ ۵۹ھ ہجری میں داعی اجل کو لبیک اجابت کیا رحمۃ اللہ علیہ

زہد و عبادت قیس رضؓ

مسعودی کتا ہے کہ قیس بن سعد زہد و دیانت و محبت و اعتقاد علی ابن ابیطالب میں رتبہ اعلیٰ رکھتے تھے اور خوف خدا کی طاعت و بندگی کی یہ نوبت پہنچی تھی کہ ایکمرتبہ نماز پڑھتے تھے سجدہ کے لئے جھکے تو مقام سجدہ میں ایک بار بزرگ شل اژدہا کے حلقہ زن نظر آیا سر ہٹا کر اُس کے پاس خالی جگہ میں سجدہ کیا سانپ انکی گردن میں پیچیدہ ہو گیا تو انھوں نے نماز میں ذرا کمی نہ کی بدستور نماز پڑھتے رہے فارغ ہوئے تو اسکو پکڑ کر پھینکدیا۔ مسعودی کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حکایت کو حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ نے معمر بن خلاد سے اور اس نے ابو الحسن علی بن موسی الرضا سے اسکو نقل کیا ہے۔

جود و سخائے قیس رضؓ

انکی سیر چشمی و بلند نظری سے ہے کہ کسی کو قیس ہزار درہم قرض دیئے تھے اس شخص کو وسعت ہوئی اور ادائے قرض کے لئے روپیہ واپس کرنے آیا تو انھوں نے وہ روپیہ نہ لیا اور کہا انا لا نعود فی شئی اعطیناہ کہ ہم وہ مال جو دے چکے واپس نہیں گے۔

اور قصہ پیرزن کا مشہور ہے کہ جب اُسنے شکایت کی کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں وہ انکا مطلب سمجھ گئے اور کہا ما احسن ما سئلت کیا ہی اچھے طریق سے تو نے سوال کیا اسکے گھر کو آرد، غلہ و خرموں سے بھر دیا اور اس سے کہا اب تیرے یہاں چوہوں کی کمی نہ رہے گی نیز ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ زمانہ رسولخدا میں قیس کسی مہم پر مقرر ہوئے تھے راہ میں انھوں نے اپنے ہمراہیوں کیلئے ۹ شتر سواری نحر کئے اور کھلا دیئے مدینہ پہنچکر بعض نے انکی اس فیاضی کا ذکر رسولخدا سے کیا آپنے فرمایا الجود من شیمۃ اهل ذالک البیت کہ جود و سخا اس خاندان کی خصلت میں داخل ہے منقول ہے کہ قیس درگاہ خدا میں دعا کرتے تھے اللھم ارزقنی حمداً و مجداً فانہ لا حمد الا بفعال ولا مجد الا بمال خداوندا تو مجھکو حمد و مجد روزی کر۔ بتحقیق کہ حمد افعال ستودہ سے حاصل ہوتی ہے اور مجد مال خرچ کرنے سے نیز منقول ہے کہ قیس شل شتر طویل و جسیم تھے انکی ریش مبارک خفیف و چھدری تھی یہ قول کشی علیہ الرحمۃ کا ہے لیکن استیعاب میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن زبیر و شریح قاضی و قیس بن سعد کے چہرے بالکل بے مو تھے زبیر کہتے ہیں کہ باوجود اسکے قیس صاحب حسن و جمال تھے نیز ابن عبدالبر نے روایت کی ہے کہ قیس کا بہت سا مال

لوگوں کے ذمہ قرض تھا وہ بیمار ہوئے تو اس شرم سے انکی عیادت کو نہ آئے انکا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قرضداری
کی وجہ سے حیا کرتے ہیں اور نہیں آتے انھوں نے کہا کہ منادی کردی جائے کہ جس جسکے ذمہ قرضہ تھا چھوڑ دیا گیا اب کسیکے ذمہ ایک
حبہ باقی نہیں یہ سنکر لوگ جوق جوق عیادت کو آنے لگے حتی کہ زینہ جس پر چڑھکر بالا خانہ پر انکے پاس جاتے تھے ٹوٹ گیا
صاحب استیعاب کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس خبر کو صاحب کتاب موثق وغیرہ نے

عدی بن حاتم بن عبداللہ طائی

آپ اکابر مہاجرین سے ہیں آپکے اسلام لانے پر حضرت رسالت پناہ نے اظہار مسرت فرمایا اور صلعم مبارک اپنا بچھوا دی
اور زبان مبارک سے ارشاد کیا اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت والا آئے تو اسکی عزت کرو
عدی رسول اللہ کی وفات کے بعد امیر المومنین کے ساتھ بشرط مرافقت و مساعدت بجا لاتے رہے جنگہائے جمل
وصفین و نہروان میں آپکے ہمراہ رکاب تھے چنانچہ جنگ جمل میں انکی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ جنگ صفین ختم ہوا تو عدی
اپنے بیٹے زید کے ساتھ کشتگان جنگ کو دیکھتے پھرتے تھے کہ ناگاہ زید کی نظر حابس بن سعد طائی کی لاش پر پڑی
معاویہ کی طرف سے نشان قبیلہ طے اسکے ہاتھ میں تھا بولا اے پدر یہ میرا ماموں ہے کہا ہاں خدا اسکو لعنت کرے کیسی بری
موت مرا ہے۔ زید وہاں سے پھر کر کہنے لگا کسنے اسکو قتل کیا ہے بکر بن وائل سے ایک مرد طویل القامت آگے آیا اور بولا میں نے اسکو
رضائے خدا کے لئے قتل کیا کیونکہ لشکر بغاوت اثر کے ساتھ تھا پھر اسطرح تو نے اسے قتل کیا وہ بتلانے لگا زید نے ایک برچھی
مار کر بکری کو قتل کیا عدی کو یہ معلوم ہوا تو زید کو برا بھلا کہنے اور اسکو ماں باپ کو دشنام کرنے لگے کہ یہ بدبخت تو دین محمدی
پر نہیں رہا زید نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور معاویہ سے جا ملا عدی نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی خداوندا زید مسلمان تھا اب مجرموں کے
لشکر میں شامل ہو گیا بعد دیگر تو اسکو مرد مومن کے قتل میں مواخذہ کرنا قسم ہے کہ میں اسکے ساتھ کلام نہ کرونگا اور میرا اور اسکا
اوپر ایک سقف کبھی سایہ فگن نہ ہوگی۔

نقل ہے کہ ایکمرتبہ عدی مجلس معاویہ میں بیٹھے تھے عبداللہ بن زبیر معہ دیگر قریش کے وہاں حاضر تھا معاویہ سے
کہنے لگا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ہم میں عدی کا کوئی ہم پلہ نہیں اجازت دو کہ ہم اسکے ساتھ ہمکلام ہوں معاویہ نے
کہا فی الحقیقت جیسا مشہور ہے عدی زبان آور اور حاضر جواب ہے مجھکو اندیشہ ہے کہ تم اسکے مناظرے میں خفت اٹھاؤ
اور اپنی عرض و آبرو کھو دو مگر عبداللہ نے اسکا کہنا نہ مانا اور عیادت کرکے بولا اے ابا طریف یہ تمہاری آنکھ کب
بگڑ گئی عدی نے برجستہ کہا اس روز جبکہ تیرا باپ میدان سے ہٹ کر معرکہ جنگ سے بھاگا اور لوگوں نے اسکا تعاقب کرکے برے حال

انکو قتل کیا اے مالک اشتر نے تیری کون پر نیزہ لگایا تو نے فرار ہو کر جان بچائی پھر کچھ اشعار پڑھے جنمیں ایک میں انکو غضب میں غنج کی بھی۔ ابن زبیر مبہوت لاجواب ہوا تو معاویہ نے کہا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ اس سے متعرض نہ ہو۔

نیز مجالس المومنین میں عقد الفرائد مولفہ سید مرتضی علم الہدیٰ سے نقل ہوا ہے کہ عدی بن حاتم ایک بار بعد شہادت امیرالمومنینؑ معاویہ کے پاس آئے اس نے براہ شماتت و طنز انسے کہا تھا کہ تین بیٹے طریف و طرافہ و طراف کیا ہوئے انھوں نے کہا سب اعانت و حمایت امیرالمومنینؑ میں مارے گئے۔ معاویہ نے کہا امیرالمومنینؑ نے تیرے ساتھ انصاف نہ کیا کہ تیرے بیٹوں کو قتل کرا دیا اور اپنے صحیح و سالم بیٹے رہے۔ عدی نے کہا میں نے آنحضرتؑ کے ساتھ انصاف نہ کیا کہ وہ قتل ہوئے اور میں زندہ ہوں سہ

شرمندہ ماندہ ام کہ چرا زندہ ماندہ ام　　　　　دو بار حریم کوئے تو شرمندہ ماندہ ام

عدی کے غم و جوش و لا و عقیدت اہلبیت کا بیان ہے کہ جب امام حسنؑ کو نیو جنگ معاویہ پر ترغیب و تحریص کرتے تھے سب خاموش تھے تو عدی نے انکو بہت زجر و توبیخ کیا اور اس پیرانہ سالی میں کھڑے ہو گئے کہ میں سب سے پہلے لشکرگاہ کو جاتا ہوں۔ چنانچہ گھوڑے پر سوار ہو کر نخیلہ میں جا پہنچے انکا اتباع یا ماننا لشکے جوان بھی۔ استیعاب میں ہے کہ عدی شیٔۃ یا ۶۹ ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے اسوقت انکی عمر ایکسو بیس سال کی تھی

صعصعہ بن صوحان عبدی

کبار تابعین و اصحاب خاص امیرالمومنینؑ سے تھے انکے دو بھائی زید بن صوحان و سیحان بن صوحان جنگ جمل میں آنحضرتؑ پر جان نثار ہوئے حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ اصحاب امیرالمومنینؑ سے کوئی ایسا نہ تھا کہ آنحضرتؑ کا حق کما ینبغی پہچانتے۔ الا صعصعہ اور انکے اصحاب کا یہی کافی ہے فضلا و شرفا تھی اس کے لئے فضیلت و شرف میں اسقدر کافی ہے۔

استیعاب میں لکھا ہے کہ صعصعہ عہد رسالتؐ پناہ میں مسلمان ہو چکے تھے مگر کسی وجہ سے خدمت مبارک آنحضرتؐ میں نہ پہنچ سکے وہ اپنی قوم قبیلہ عبدالقیس میں زبان آور فصیح و خطیب و دیندار و فاضل و بلیغ تھے۔

نیز ابن عبدالبر نے روایت کی ہے کہ خلیفہ ثانی کے زمانہ میں ان کے عامل ابوموسیٰ اشعری نے ہزار ہزار درہم بھیجے تھے۔ عمر نے وہ مال مسلمانوں پر تقسیم کیا۔ اس میں کچھ باقی رہ گیا تھا تو خطبہ نے لگے کہ یہ مال حقوق مردم سے بقیہ و فضلہ رہ گیا ہے۔ تم اس میں کیا کہتے ہو۔ صعصعہ کہ اسوقت جوان بے ریش تھے اٹھے

اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا اے امیرالمومنین مشورہ ان امور میں کرنا چاہئے جسکا حکم قرآن میں نہو۔ جسکو قرآن بیان کر چکا اس میں مشورہ فضول ہے۔ عمر نے کہا راست کہا تو نے۔ انت منی و انا منک تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں یہ کہکر باقی مال بھی مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ جناب صعصعہ نے ایک خوبصورتی سے حضرت خلیفہ کا جہل آیات قرآنی سے ثابت کر دیا۔

اور رجال کشی میں ہے کہ امیرالمومنین صعصعہ کی عیادت کو اُن کے مکان پر تشریف لے گئے تھے اسوقت فرمایا اے صعصعہ میری اس عیادت کو اپنی قوم کے نزدیک ذریعہ افتخار و ابہت نہ بنانا۔ صعصعہ نے کہا بلے واللہ یا امیرالمومنین اعدھا منۃ من اللہ علی و فضلا کیوں نہیں اے امیرالمومنین میں اسکو اپنے اوپر فضل و احسان خدا شمار کروں گا فرمایا جہانتک مجھے معلوم ہے تم اے صعصعہ خفیف المؤنۃ اور حسن المعونۃ ہو یعنی بار تمہارا کم اور امداد تمہاری خوب بہتر ہے صعصعہ نے کہا وانت واللہ یا امیرالمومنین انی ما علمتک الا باللہ علیما و بالمومنین رؤفا رحیما قسم بخدا اے امیرالمومنین میں نے تمکو جہانتک کہ اسرار الٰہی سے آگاہ مومنین پر رؤف و مہربان پایا۔

اور رجال کشی میں ہے کہ معاویہ کوفہ میں آیا تو جماعت شیعہ جن کے لیے امام حسن نے نام بنام مع ولدیت اسے امان دی تھی۔ اسکی مجلس میں حاضر ہوئے۔ ان منجملہ صعصعہ بن صوحان بھی تھے۔ معاویہ نے ان کو دیکھ کر کہا واللہ میں نہ چاہتا تھا کہ تو میری امان میں ہو۔ صعصعہ نے کہا واللہ میں نہ چاہتا تھا کہ تجھے باسم خلافت سلام کروں۔ پس صعصعہ جھککر اٹھے اور سلام کیا۔ معاویہ نے کہا اگر راست کہتا ہے تو منبر پر جاکر علی ابن ابیطالب کو لعنت کر۔ صعصعہ مسجد میں گئے اور منبر پر جاکر حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا اے معشر حاضرین میں اس شخص کے پاس آتا ہوں جس نے شر کو مقدم کیا اور خیر کو پیچھے ہٹایا اس نے مجھے حکم دیا کہ علی کو لعنت کروں پس لعنت کرو اس پر لعنت خدا ہو اس پر۔ اہل مسجد نے باواز بلند کہا آمین۔ پھر معاویہ کے پاس جاکر یہ کیفیت بیان کی۔ اُسنے کہا قسم خدا کی اس سے تو نے میری لعنت کا ارادہ کیا ہے دوبارہ وہاں جاکر بتصریح علی پر لعنت کر۔ صعصعہ پھر مسجد میں گئے اور کہا ایہا الناس معاویہ مجھے علی پر لعنت کرنیکو کہتا ہے تحقیق کہ میں اس شخص کو لعنت کرتا ہوں جو علی کو لعنت کرے حاضرین جلسہ نے پھر آمین کہی۔ معاویہ کو یہ حال معلوم ہوا تو کہا لا واللہ اسنے صرف میرا قصد کیا ہے وہ میرے ساتھ ایک شہر میں نہیں رہ سکتا اسکو یہاں سے نکال دو لہذا اسکو نکال دیا۔

کشی علیہ الرحمۃ اسکے بعد کہتے ہیں کہ فضل بن شاذان نے کہا کہ تابعین کبار اور اُن کے رؤسا

زیادہ یہ لوگ ہیں ۔ جندب بن زبیر، تابل شاجر، عبداللہ بن بدیل، حجر بن عدی سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجیہ، علقمہ، اشتر، سعد بن قیس اور بہت سے اُن کے امثال و اقران کہ لڑائیوں میں فنا ہوئے ۔ ان کے بعد پھر ویسے ہی لوگوں کی کثرت ہوئی جو بعد کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے ۔

اور مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اصحاب آنجناب سے عبداللہ بن جعفر طیار، و مسلم بن عقیل، و عبداللہ بن عباس، و حبابہ بنت جعفر والبیہ، و حذیفہ بن اسید، و ابجارود بن ابی بشر، و الجارود بن المنذر و قیس بن اشعث بن سوار، و سفیان بن ابی لیلی ہمدانی ۔ و عمرو بن الشرقی، ابو صالح کیسان بن کلیب، و ابو مخنف لوط بن یحیی الازدی، و مسلم البطین، و ابو زر ابن اسود بن ابی وائل، و ہلال بن یساق، و ابو اسحاق بن کلیب السبیعی وغیرہ و دیگر اصحاب آنحضرت خواص اصحاب امیرالمومنین تھے مثل حجر بن عدی کندی، کمیل بن زیاد النخعی ۔ سلیمان بن صرد خزاعی ۔ ابوالاسود الدئلی، و رشید الہجری معروف بہ رشید البلایا، جابر بن عبداللہ الانصاری ۔ و عمرو بن الحمق و زید بن الارقم، و اصبغ بن نباتہ، و مسیب ابن واثلہ، و قیس و ابن عقلہ و حیہ، و حبابہ، و جبیرہ، و سلیم، و احور وغیرہ بحد و حصر فقط

راقم احقرالزمن ۔ مظہر حسن عفی عنہ
سہارنپور ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۳ روز شنبہ

فہرستِ کتب

۸۸ — ۱۹۸۹ء مطابق ۸ — ۱۴۰۹ھ

عربی و فارسی کتب کا ترجمہ (مجالس کی کتب)

مفتاحُ الجنّۃ آقائی مقدس نجانی

انوار الخمسہ آقائی مقدس نجانی

معالی السّبطین محمد مہدی مازندرانی

شجرۂ طوبیٰ مہدی ہاشمی

چہاردہ معصوم حسین عماد زادہ

ریاضُ القدس

درحالاتِ امامِ زمانہ علیہ السلام

جزیرۂ خضراء ناجی نجار

طولعِ امامِ زمانہؑ علی اکبر مہدی پور

امام المہدی مِن المہد الی الظہور ابراہیم قزوینی

مُصلحِ غیبی حسن ابطحی

پروازِ روح حسن ابطحی

مہدی موعود علامہ مجلسیؒ

ملاقات بہ امامِ زمانہ حسن ابطحی

المہدی الموعود المنتظر جعفر بن محمد عسکری

قدیم ہندوستانی مطبوعہ کتب

تہذیبُ المتین فی تاریخِ امیر المومنینؑ
سید مظہر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہٗ

الشہید المسموم فی تاریخ حسنؑ المعصوم
سید مظہر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہٗ

ذبحِ عظیم سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

صحیفۃ العابدین سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہٗ

کشف الحقائق فی احوالِ امام جعفرِ صادقؑ

علوم کاظمیہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہٗ

تحفۂ رضویہ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہٗ

تحفۃ المتقین، سیرۃ النقی و العسکری
از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہٗ

شمس الظلام فی احوالِ صاحب الزمان

تذکرۃ المعصومین مع اضافہ سید علی نقی جوہر زیدی اعلی اللہ مقامہٗ

دیگر موضوعات: ولایت و علمِ امام آقائی حسن حجت

- ولایت در ام و حجت
- عزاداری در نگاہِ حجت
- زیارتِ ناحیہ مقدسہ
- مرگ پس از حیات محمد حسین طہرانی
- دعائے ندبہ و دیگر ادعیہ
- ادعیۂ امامِ زمانہؑ
- کتاب زیارات معہ زیارتِ جامعہ

ناشر: ولیُّ العصرؑ ٹرسٹ۔ رتہ مترہ ضلع جھنگ

محمد رسول الله

ولی العصر ٹرسٹ

فہرستِ کتب

۸۸ - ۱۹۸۹ء مطابق ۸ - ۱۴۰۹ھ

عربی و فارسی کتب کا ترجمہ (مجالس کی کتب)

- مفتاح الجنۃ — آقائی مقدس زنجانی
- انوار البہیہ — آقائی مقدس زنجانی
- معالی السبطین — محمد مہدی مازندرانی
- شجرۂ طوبیٰ — مہدی ہاشمی
- چہاردہ معصوم — حسین عمادزادہ
- ریاض القدس
- در رسالات امام زمانہ علیہ السلام

- جزیرۂ خضراء — ناجی نجار
- ظہور امام زمانہ — علی اکبر مہدی پور
- امام المہدی من المہد الی الظہور — ابراہیم قزوینی
- مصلح غیبی — حسن ابطحی
- پرواز روح ـ مہدی موعود — علامہ مجلسی
- ملاقات با امام زمانہ — حسن ابطحی
- المہدی الموعود المنتظر — جعفر بن محمد عسکری

قدیم ہندوستانی مطبوعہ کتب

- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین — سید مظہر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ
- الشہید المسموم فی تاریخ حسن المعصوم — سید مظہر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ
- ذبح عظیم — سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
- صحیفۃ العابدین — سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہ
- کشف الحقائق فی احوال امام جعفر صادق
- علوم کاظمیہ — سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہ
- تحفہ رضویہ — سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہ
- تحفۃ المتقین، سیرۃ النقی و العسکری — از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی اعلی اللہ مقامہ
- شمس الظلام فی احوال صاحب الزمان
- تذکرۃ المعصومین — سید علی نقی جونپوری اعلی اللہ مقامہ

دیگر مطبوعات: ولایت و علم امام آقائی حسن حجت

- ○ ولایت علم امام
- ○ مرگ سے رجعت
- ○ دعائے امام زمانہ
- ● عزاداری در نگاہ مرجعیت ● زیارت ناحیہ مقدسہ
- محمد حسین طبطبائی ● دعائے ندبہ و دیگر ادعیہ
- ● کتاب زیارات مع زیارت جامعہ

ناشر ولی العصر ٹرسٹ ـ [illegible] ضلع جھنگ